دعا اور اہل بیت علیہم السلام

آیۃ اللہ محمد مہدی آصفی

مترجم: سید ضرغام حیدر نقوی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

فہرست مطالب

حرف اول ۶

دعا کی تعریف ۹

دعا ۹

دعا کی قدر و قیمت ۱۲

استجابت دعا ۲۴

قبولیت دعا کی دو جزائیں ۲۶

دعا اور استجابت دعا کا رابطہ ۲۸

دعا اور عمل کے درمیان رابطہ ۳۲

دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ ۳۶

ضرورت سے پہلے دعا کرنا ۴۲

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں تین قوانین ۴۳

بارگاہ خدا میں احساس نیازمندی کی علامتیں ۴۵

پہلی قسم کے موانع دعا ۴۹

دعا کی قبولیت اور دعا کے درمیان رابطہ ۵۷

رحمت نازل ہونے کی تین منزلیں..................۶۱

دعا کے آداب اور اس کی شرطیں..................۶۹

دعا کے آداب اور اس کی شرطیں..................۷۰

موانع اور رکاوٹیں..................۱۰۶

گناہوں سے دلوں کا اُلٹ جانا..................۱۱۲

دعاؤں کو روک دینے والے گناہ..................۱۱۴

قبولیت اعمال کے موانع..................۱۱۵

عمومی دعا کے کچھ نمونے..................۱۴۸

سرحدوں کے محافظوں کے حق میں دعا..................۱۴۹

محبت میں انسیت اور شوق کی حالت..................۲۰۷

دوسری صورت..................۲۲۲

دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک..................۲۲۷

اصل اختیار..................۲۲۹

دعائے قاع اور قمہ..................۲۳۲

بندہ سے متعلق خداوند عالم کی حمیت..................۲۵۴

محبت کا پہلا سر چشمہ...............۲۵۹

اہل بیت علیہم السلام کی میراث یںدعاؤں کے مصادر...............۲۶۴

اصحاب ائمہ علیہم السلام اور تدوین حدیث کا اہتمام...............۲۶۴

اہل بیت علیہم السلام کی محفوظ رہ جانے والی میراث...............۲۶۶

کتاب مصباح المتہجد کے ذریعہ محفوظ رہنے والی دعائیں...............۲۶۷

سید ابن طاؤوس تک پہنچنے والے دعاؤں کے کچھ مصادر...............۲۶۷

سید ابن طاؤوس کی ادعیہ اور اذکار کے سلسلہ میں پندرہ کتابیں...............۲۶۸

دعااور قضا و قدر...............۲۷۰

خدا وند عالم کے ارادہ کا قانون علیت سے رابطہ...............۲۷۲

قانون تسبیب...............۲۷۴

قانون توفیق...............۲۷۵

کائنات میں سلطان مطلق اللہ کا ارادہ...............۲۷۶

محو اور اثبات...............۲۷۸

دعا اور بداء...............۲۸۱

زیارت کے توحیدی اور سیاسی پہلو...............۲۸۴

زیارت کے توحیدی اور سیاسی پہلو........ ۲۸۴

تاریخ میں خاندان توحید........ ۲۸۴

اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تسلسل........ ۲۸۵

زیارت........ ۲۹۰

زیارتوں میں سیاسی اور انقلابی پہلو........ ۲۹۲

دوسرے مرحلہ میں تاویل قرآن پر جنگ کرنے کی گواہی........ ۲۹۶

وارثت کی گواہی........ ۲۹۸

رضا اور غضب........ ۳۰۴

سلم اور تسلیم........ ۳۰۵

انتقام کیلئے مدد کی دعا........ ۳۰۷

انتقام اور خون خواہی کیلئے دعا........ ۳۰۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے، کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ و کلیاں رنگ و نکھار پیدا کر لیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پر نور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام مبلغ و موسس سرورکائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق و حقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران و روم کی تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہب و عقل آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھو دیتے ہیںیہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگر چہ رسول اسلام کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے

تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کر دی گئی تھی ،پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھااور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشوردنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکارو نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پراپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشتپناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانہ میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے ،خاص طور پر عصر حاضرمیں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اورگڑی ہوئی ہیں دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامران زندگی حاصل کرنے کیلئے بے چین و بے تاب ہیں،یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلہ کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر واشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکارونظریات دنیا تک پہنچائے گا،وہ اس میدان میں آگے نکل جائیگا ۔

(عالمی اہل بیت کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت و طہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کوفروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایاہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے ،تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے ،ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوت و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہونچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن ،انانیت کے شکار ، سامراجی خوں خواروں کی نام نہادتہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج)کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے ۔

ہم اس راہ میں تمام علمی اور تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں ،زیر نظر کتاب ،مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ،آیت اللہ شیخ محمد مہدی آصفی مد ظلہ کی گرا نقدر کتاب دعا اور اہل بیتؑ کو جناب مولانا سید ضرغام حیدر نقوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمے سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزو مند ہیں،اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے ،خدا کرے کہ ثقافتی میدان میںیہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے ۔

والسلام مع الاکرام

مدیر ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

دعا کی تعریف

دعا

دعا یعنی بندے کا خدا سے اپنی حاجتیں طلب کرنا ۔

دعا کی اس تعریف کی اگر تحلیل کی جائے تو اس کے مندرجہ ذیل چار رکن ہیں: ۱۔مدعو:خدا وند تبارک و تعالیٰ۔

۲۔داعی :بندہ ۔

۳۔دعا :بندے کا خدا سے مانگنا ۔

۴۔مدعو لہ:وہ حاجت اور ضرورت جو بندہ خدا وند قدوس سے طلب کرتا ہے ۔

ہم ذیل میں ان چاروں ارکان کی وضاحت کر رہے ہیں: ۱۔مدعو :یعنی دعا میں جس کو پکارا جاتا ہے وہ خدا وند قدوس کی ذات ہے:

۱۔خداوند قدوس غنی مطلق ہے جو آسمان اورزمین کا مالک ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: (أَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہُ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ[1]) ''کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان و زمین کی حکومت صرف اللہ کیلئے ہے''

(وَ لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَابَیْنَھُمَا یَخْلُقُ مَایَشَاءُ[2]) ''اور اللہ ہی کیلئے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی کل حکومت ہے۔

۲۔خداوند عالم کا خزانہ جود و عطا سے ختم نہیں ہوتا : (اِنَّ ھٰذَا لَرِزْقُنَا مَالَہُ مِنْ نَفَادٍ[3]) ''یہ ہمارا رزق ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے''سورۂ ص آیت ۵۴۔ (کُلّاً نُمِدُّ ھٰؤُلَاءِ وَھٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّکَ وَمَاکَانَ عَطَاءُ رَبِّکَ مَحْظُوراً[4]) ''ہم آپ کے پر ور دگار کی عطا و بخشش

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۰۷۔
[2] سورۂ ما ئدہ آیت۱۷ ۔
[3] سورۂ ص آیت ۵۴۔
[4] سورۂ اسرا ء آیت ۲۰۔

سے اِن کی اور اُن سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے پرور دگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے'' اور دعائے افتتاح میں وارد ہوا ہے : ''لاٰتَزِیدُہُ کَثرۃُ العطاءِ اِلاّجُوداًوَکَرماً '''' اور عطا کی کثرت سوائے جود و کرم کے اور کچھ زیادہ نہیں کرتی''

۳۔وہ اپنی ساحت و کبریائی میں کوئی بخل نہیں کرتا ،کسی چیز کے عطا کرنے سے اس کی ملکیت کا دائرہ تنگ نہیں ہوتا ،وہ اپنے بندوں پر اپنی مرضی سے جو جود و کرم کرے اس سے اس کی ملکیت میں کوئی کمی نہیں آتی اور وہ بندوں کی حاجتوں کو قبول کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرتا ۔اگر کوئی بندہ اس کو پکارے تو وہ دعا کو مستجاب کرنے میں کسی چھوٹے بڑے کا لحاظ نہیں کرتاہے چونکہ خود اسی کا فرمان ہے :(اُدْعُونِیْ اَستَجِبْ لَکُمْ) ''مجھ سے دعا کرومیں قبول کرونگا ''مگر یہ کہ خود بندہ دعا مستجاب کرانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو ۔چونکہ بندہ اس بات سے آگاہ نہیں ہوتا کہ کونسی دعا قبول ہونی چاہئے اور کونسی دعا قبول نہیں ہونی چاہئے فقط خداوند عالم اس چیز سے واقف ہے کہ بندے کیلئے کونسی دعا قبولیت کی صلاحیت رکھتی ہے اور کونسی قبولیت کی صلاحیت نہیں رکھتی جیساکہ دعائے افتتاح میں آیا ہے: (وَلَعَلَّ الَّذِیْ اَبْطَأَعَنِّیْ ھُوَخَیْرٌلِیْ لِعِلْمِکَ بِعاقِبَۃِ الاُمُوْرِ،فَلَمْ اَرَ مَوْلیً کَرِیْماًاَصْبَرَ عَلیٰ عَبْدٍلَءِیْمٍ مِنْکَ عَلَیَّ) ''حالانکہ توجانتا ہے کہ میرے لئے خیر اس تاخیر میں ہے اس لئے کہ تو امور کے انجام سے باخبر ہے میں نے تیرے جیسا کریم مولا نہیں دیکھا ہے جو مجھ جیسے ذلیل بندے کوبرداشت کرسکے''

۲۔داعی :(دعا کرنے والا)بندہ ہر چیز کا محتاج ہے یہاں تک کہ اپنی حفاظت کرنے میں بھی وہ اللہ کا محتاج ہے ارشاد ہوتا ہے :(یَاَیُّھَاالنَّاسُ اَنتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَالْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ[۱]) ''انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد وثنا ہے'' (وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ[۲]) ''خدا سب سے بے نیاز ہے اور تم سب اس کے فقیر اور محتاج ہو'' انسان کے پاس اپنے فقر سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے جو اس کی بارگاہ میں پیش کر سکے۔ اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے کو فقیر بنا کر پیش کرنے سے اس کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔اور جتنا بھی انسان اللہ کی بارگاہ کا فقیر رہے گا اتنا ہی اللہ کی رحمت سے قریب رہے گا

[۱] سورۂ فاطر آیت ۱۵
[۲] سورۂ محمد آیت ۳۸۔

اور اگر وہ تکبر کرے گا اور اپنی حاجت و ضرورت کو اس کے سامنے پیش نہیں کرے گا اتنا ہی وہ رحمت خدا سے دور ہوتا جائے گا ۔

۳۔ دعا : (طلب ،چاہت، مانگنا) انسان جتنا بھی گڑ گڑا کر دعا مانگے گا اتنا ہی وہ رحمت خدا سے قریب ہوتا جائے گا ۔انسان کے مضطر ہونے کی سب سے ادنیٰ منزل یہ ہے کہ وہ اپنے تمام اختیارات کا مالک خدا کو سمجھے یعنی خدا کے علاوہ کوئی اس کی دعا قبول نہیں کر سکتا ہے اور مضطر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے پاس دوسرا کوئی اختیار نہ رہے یعنی اگر کوئی اختیار ہے تو وہ صرف اور صرف خدا کا اختیار ہے اور اس کے علاوہ کوئی اختیار نہیں ہے جب ایسا ہوگا تو انسان اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں نہایت مضطر محسوس کرے گا ۔اور اسی وقت انسان اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ قریب ہو گا :(أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ[1])''بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے'' مضطر کی دعا اور اللہ کی طرف سے اس کی قبولیت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے اور دعا میں اس اضطرار اور چاہت کا مطلب خدا کے علاوہ دنیا اور ما فیہا سے قطع تعلق کر لینا اور صرف اور صرف اسی سے لو لگانا ہے اس کے علاوہ غیر خدا سے طلب اور دعا نہیں ہو سکتی ہے ۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دعا انسان کو کوشش اور عمل کرنے سے بے نیاز کر دیتی ہے ،جس طرح کوشش اور عمل، دعا کرنے والے کو اللہ سے دعا کرنے سے بے نیاز نہیں کرتے ہیں۔

۴۔مدعوله (جس کے لئے یا جو طلب کیا جائے؟)انسان کو خداوند قدوس سے اپنی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی تمام حاجتیں طلب کرنا چاہئیں خدا اس کی حاجتوں کو پورا کرنے سے عاجز نہیں ہوتا اور نہ اس کے ملک و سلطنت میں کوئی کمی آتی ہے ،اور نہ ہی بخل اس کی ساحتِ کبریائی سے سازگار ہے ۔

[1] سورۂ النمل آیت ۶۲۔

انسان کیلئے خدا وند عالم سے اپنی چھوٹی سے چھوٹی حاجت طلب کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے (یہاں تک کہ وہ اپنے لئے جوتی،جانوروں کیلئے چارا اور اپنے آٹے کیلئے نمک بھی مانگ سکتا ہے) جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ خدا وند عالم چھوٹی بڑی حاجتوں کو پورا کر کے اپنے بندے کو ہمیشہ اپنے سے لو لگانے کو دوست رکھتا ہے ۔نہ چھوٹی دعائیں،اور نہ ہی بڑی حاجتیں ہونے کی وجہ سے خداوند عالم اپنے اور بندوں کے درمیان پردہ ڈالتا ہے ۔خدا وند عالم تو ہمیشہ اپنے بندوں کی چھوٹی اور بڑی تمام حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور اپنے بندے کے دل کو ہر حال میں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے ۔انسان اور خدا کے درمیان دعا اور حاجت کے مثل کوئی چیز واسطہ نہیں بن سکتی ہے ۔دعا کے یہی چار ارکان ہیں ۔

دعاکی قدر و قیمت

(وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دَاخِرِیْنَ [1]) ''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے ''دعا یعنی بندے کا اپنے کو اللہ کے سامنے پیش کرنا اور یہی پیش کرنا ہی روح عبادت ہےاور عبادت انسان کی غرض خلقت ہے ۔یہی تینوں باتیں ہماری دعاؤں کی قدر و قیمت کو مجسم کرتی ہیں ،دعا کی حقیقت کو واضح کرتی ہیں ،ہم اپنی بحث کا آغاز تیسری بات سے کرتے ہیں اس کے بعد دوسرے مطلب کو بیان کرنے کے بعد پھر پہلی بات بیان کریں گے ۔

قرآن کریم نے صاف طور پر یہ بیان کیا ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے: (وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَ وَالْاِنْسَ اِلَّالِیَعْبُدُوْنِ [2]) ''اور میں نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا مگراپنی عبادت کے لئے'' اسی آخری نقطہ کی دین اسلام میں بڑی اہمیت ہے ۔اور عبادت کی قدرو قیمت یہ ہے کہ یہ انسان کو اسکے رب سے مربوط کر دیتی ہے ۔

---

[1] سورۂ مومن آیت ۶۰۔
[2] سورۂ ذاریات آیت ۵۶۔

عبادت میں اللہ سے قصد قربت اس کے محقق ہونے کیلئے اصلی اور جوہری امر ہے اور بغیر جوہر کے عبادت، عبادت نہیں ہے ،عبادت اصل میں اللہ کی طرف حرکت ہے،اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے۔ اور یہ دوسری حقیقت پہلی حقیقت کی وضاحت کرتی ہے ۔اور پہلی حقیقت انسان کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا اللہ سے براہ راست مستحکم رابطہ ہے ۔اور عبادات میں دعا کے علاوہ کوئی بادت ایسی نہیں ہے جو اس سے زیادہ انسان کو اللہ سے قریب کرسکتی ہو یف تمار سے مروی ہے :میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:(علیکم بالدعاء فانکم لاتتقربون بمثلہ[1]) ''تم دعا کیا کرو خدا سے قریب کرنے میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے'' جب بھی انسان کی حاجت اللہ کی طرف عظیم ہوگی اور وہ اللہ کا زیادہ محتاج ہوگا اور اس کی طرف وہ زیادہ مضطر ہوگا تو وہ اتنا ہی دعا کے ذریعہ اللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوگا ۔

انسان کے اندر اللہ کی نسبت زیادہ محتاجی کا احساس اور اس کی طرف زیادہ مضطر ہونے اور دعا کے ذریعہ اس کی بارگاہ میں ہونے کے درمیان رابطہ طبیعی ہے ۔بیشک ضرورت اور اضطرار کے وقت انسان اللہ کی پناہ مانگتا ہے جتنی زیادہ ضرورت ہوگی اتنا ہی انسان اللہ کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کے برعکس بھی ایسا ہی ہے یعنی جتنا انسان اپنے کو بے نیاز محسوس کرے گا خدا سے دور ہوتا جا ئیگا ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (کَلَّااِن الاِنْسان لَیَطْغیٰ*اَن رَّاٰہُ اسْتَغْنیٰ[2]) ''بیشک انسان سرکشی کرتا ہے جب وہ اپنے کو بے نیاز خیال کرتا ہے'' بیشک انسان جتنا اپنے کو غنی سمجھتا ہے اتنا ہی وہ اللہ سے روگردانی کرتا ہے اور سرکشی کرتا ہے اور جتنا اپنے کو فقیر محسوس کرتا ہے اتنا ہی اللہ سے لو لگاتا ہے ۔

قرآن کی تعبیر بہت دقیق ہے: (أن رَاٰہُ اسْتَغْنیٰ)انسان اللہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا بلکہ انسان اللہ کا محتاج ہے: (یَاَیُّھا النَّاسُ اَنْتُم الْفُقَرَاءِ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہ ھُوَالْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ[3]) ''انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد وثنا

[1] بحار الا نوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳۔
[2] سورۂ علق آیت ۶۔۷۔
[3] سورۂ فاطر آیت ۱۵۔

ہے ''، لیکن انسان اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے ،انسان کا غرور صرف خیالی ہے ۔جب انسان اپنے کو اللہ سے بے نیاز دیکھتا ہے تو اس سے روگردانی کرتا ہے اور سرکش ہوجاتا ہے ۔جب اس کو نقصان پہنچتا ہے اور اللہ کی طرف اپنے مضطر ہونے کا احساس کر تا ہے تو پلٹ جاتا ہے اور خدا کے سامنے سر جھکا دیتا ہے ۔معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے سر جھکا دینے کا نام حقیقت دعا ہے ۔ جو اللہ سے دعا کرتا ہے اور اس کے سامنے گڑگڑاتا ہے تو اللہ بھی اس کی دعا قبول کرتا ہے ۔اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے لو لگانا ہی دعا کی حقیقت، اسکا جوہر اور اس کی قیمت ہے۔قرآن کریم میں خدا کی بارگاہ میں حاضری کے چار مرحلے خدا وند عالم نے اپنی بارگاہ میں حاضری کیلئے اپنے بندوں کے سامنے چار راستے رکھے ہیں جن میں دعا سب سے اہم راستہ ہے ان چاروں راستوں کا قرآن و سنت میں تذکرہ ہے ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :انسان کے لئے چار چیزیں انجام دینا اس کے حق میں مفید ہے اور اس میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے :ایک ایمان اور دوسرے شکر ،خدا وند عالم ارشاد فرماتا ہے: (مَایَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ [1]) ''خدا تم پر عذاب کر کے کیا کرے گا اگر تم اس کے شکر گزار اور صاحب ایمان بن جاؤ ''،تیسرے استغفار خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: (وَمَاکَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَاکَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ [2]) ''حالانکہ اللہ ان پر اس وقت تک عذاب نہیں کرے گا جب تک ''پیغمبر ''آپ ان کے درمیان ہیں اور خدا ان پر عذاب کرنے والا نہیں ہے اگر یہ توبہ اور استغفار کرنے والے ہو جائیں''

چوتھے دعا، خدا وند عالم کا ارشاد ہے: (قُلْ مَایَعْبَؤُابِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَادُعَاؤُکُمْ [3]) ''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پرواہ بھی نہ کرتا '' معاویہ بن وہب نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے'' :یامعاویۃ !من أُعطیٰ ثلاثۃ لم یُحرم ثلاثۃ:من أُعطی الدعاء أُعطی الاجابۃ،ومن أُعطی الشکرأُعطی الزیادۃ،ومن أُعطی التوکل أُعطی الکفایۃ :فان اللّٰہ تعالیٰ یقول

[1] سورۂ نساء آیت١۴٧۔
[2] سورۂ انفال آیت ٣٣۔
[3] سورۂ فرقان آیت ٧٧،بحار الا نوار جلد ٩٣صفحہ ٢٩١۔

فی کتابہ: (وَمَن یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہ[1]) ویقول: (لَءِن شَکَرْتُمْ لَأَزِیدَنَّکُمْ[2]) ویقول: (اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[3]) ''اے معاویہ! جس کو تین چیزیں عطا کی گئیں وہ تین چیزوں سے محروم نہیں ہوگا : جس کو دعا عطا کی گئی وہ قبول بھی کی جائیگی، جس کو شکر عطا کیا گیا اس کے رزق میں برکت بھی ہوگی اور جس کو توکل عطا کیا گیا وہ اس کے لئے کافی ہوگا اس لئے کہ خداوند عالم قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: (وَمَن یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہ) ''اور جو خدا پر بھروسہ کرے گا خدا اس کے لئے کافی ہے'' (لَءِن شَکَرْتُمْ لَأَزِیدَنَّکُمْ) ''اگر تم ہمارا شکریہ ادا کروگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے'' (اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ) ''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا'' عبد اللہ بن ولید وصافی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ کا فرمان ہے : ''ثلاث لایضر معھن شئ:الدعاء عند الکربات،والاستغفار عند الذنب،والشکر عند النعمة[4]'' ''تین چیزوں کے ساتھ کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی ہے :بے چینی میں دعا کرنا ،گناہ کے وقت استغفار کرنا اور نعمت کے وقت خدا کا شکر ادا کرنا'' اللہ سے لو لگانے کے یہی ذرائع ہیں اور اللہ سے لو لگانے کے بہت زیادہ ذرائع ہیں جیسے توبہ، خوف و خشیت ،اللہ سے محبت اور شوق ،امید ،شکر اور استغفار وغیرہ ۔انسان پر اللہ سے لو لگانے کے لئے اس طرح کے مختلف راستوں کا اختیار کرنا ضروری ہے اور اسلام خدا سے رابطہ رکھنے کے لئے صرف ایک راستہ ہی کو کافی نہیں جانتا ہے ۔

خدا سے رابطہ کرنے اور اس کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کا سب سے اہم وسیلہ دعا ہے کیونکہ فقر اور نیاز مندوں سے زیادہ اور کوئی چیز انسان کو خدا کی طرف نہیں پہونچا سکتی ہے پس دعا خداوند عالم سے رابطے اور لو لگانے کا سب سے وسیع باب ہے ۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: (الحمد للّٰہ الذی اُنادیہ کلما شئت لحاجتي واخلوبہ حیث شئت لسرّي بغیر شفیع فیقضي لي حاجتي) ''تمام تعریفیں اس خدا کیلئے ہیں جس کو میں آواز دیتا ہوں جب اپنی حاجتیں چاہتا ہوں اور جس کے ساتھ خلوت کرتا ہوں

[1] سورۂ طلاق آیت۳۔
[2] سورۂ ابراہیم آیت۷۔
[3] سورۂ غافر آیت۶۰،خصال صدوق جلد ۱ صفحہ ۵۰،المحاسن للبرقی صفحہ ۳،الکافی جلد ۲ صفحہ ۶۵۔
[4] أمالی شیخ طوسی صفحہ ۱۲۷۔

جب جب اپنے لئے کوئی رازدار چاہتا ہوں یعنی سفارش کرنے والے کی حاجت کو پوری کرتا ہے'' دعا ،روح عبادت ہے دعا عبادت کی روح ہے ؛انسان کی خلقت کی غرض عبادت ہے ؛اور عبادت کرنے کی غرض خدا وند عالم سے شدید رابطہ کرنا ہے ؛اوریہ رابطہ دعا کے ذریعہ ہی محقق ہوتا ہے اور اس کے وسائل وسیع اور قوی ہوتے ہیں: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: (الدعاءمخ العبادة ؛ولایھلک مع الدعاء احد [1]) دعا عبادت کی روح ہے اور دعا کرنے سے کوئی بھی ہلاک نہیں ہوتا ہے'' اور یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے: (افزعواالی اللّٰہ فی حوائجکم،والجأواالیہ فی ملمّاتکم،وتضرّعوا الیہ،وادعوہ ؛فإن الدعاءمخ العبادة ومامن مؤمن یدعواللّٰہ الّااستجاب،فإماان یُعجّلہ لہ فی الدنیاأویُؤجّل لہ فی الآخرة ،وإماأن یُکفّرعنہ من ذنوبہ بقدرمادعا؛مالم یدع بمأثم [2]) تم خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو نالہ و فریاد کے ذریعہ پیش کرو ، مشکلوں میں اسی کی پناہ مانگو،اس کے سامنے گڑگڑاؤ،اسی سے دعا کرو ،بیشک دعا عبادت کی روح ہے اور کسی مومن نے دعا نہیں کی مگر یہ کہ اس کی دعا ضرور قبول ہوئی ،یا تو اسکی دنیا ہی میں جلدی دعا قبول کر لیتا ہے یا اس کو آخرت میں قبول کرے گا،یا بندہ جتنی دعا کرتا ہے اتنی مقدار میں ہی اسکے گناہوں کوختم کردیتا ہے۔ گویا روایت ہم کو خدا وند عالم سے دعا کرنے اور ہم کو اس کی بارگاہ میں پیش ہونے کا طریقہ سکھاتی ہیں ۔ان فقرات :(افزعواالی اللّٰہ فی حوائجکم)''اپنی حاجتیں خدا کی بارگاہ میں پیش کرو ''(والجأواالیہ فی ملمّاتکم)''مشکلوں میں اسی کی پناہ مانگو''(وتضرّعواالیہ)''اسی کی بارگاہ میں گڑگڑاؤ''کے سلسلہ میں غور وفکر کریں ۔

اور دوسری روایت میں حضرت رسول خدا فرماتے ہیں: (الدعاء سلاح المؤمن وعمادالدین [3]) ''دعا مومن کا ہتھیار اور دین کا ستون ہے'' بیشک دعا دین کا ستون ہے اور اس کا مطلب اللہ کی طرف حرکت کرنا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کا نام دعا ہے ۔اور جب اپنے کو خدا وند عالم کی بارگاہ میں پیش کرنے کا نام دعا ہے تو دعا خدا وندعالم کے نزدیک سب سے محبوب اور سب سے اکرم چیز ہے ۔

---

[1] بحارالانوار جلد ۹۳صفحہ ۳۰۰۔
[2] بحارالانوار جلد ۹۳صفحہ ۳۰۲۔
[3] بحارالانوار جلد ۹۳صفحہ ۲۸۸۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: (مامن شیء اکرم علیٰ اللّٰہ تعالیٰ من الدعاء[1]) ''خداوند عالم کے نزدیک سب سے اکرم چیز دعا ہے'' حنان بن سدیر اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت اقدس میں عرض کیا ''ای العبادۃ افضل؟فقال: ''مامن شئ أحب الی اللّٰہ من أن یُسأل ویُطلب مما عندہ،وما احد ابغض الیٰ اللّٰہ عزّوجلّ ممن یستکبر عن عبادتہ ولایسأل ما عندہ[2]'' ''کونسی عبادت سب سے افضل ہے؟تو آپ (امامؑ) نے فرمایا: خداوند عالم کے نزدیک سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور خداوند عالم کے نزدیک سب سے مبغوض ترین شخص وہ ہے جو عبادت کرنے پر غرور کرتا ہے اور خداوند عالم سے کچھ طلب نہیں کرتا'' بدھ کے دن پڑھی جانے والی دعا میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: (الحمد للّٰہ الذی مرضاتہ فی الطلب الیہ،والتماس مالدیہ وسخطہ فی ترک الالحاح فی المسألۃ علیہ[3]) دعاء کمیل میں فرماتے ہیں'': فَاِنَّکَ قَضَیْتَ عَلٰی عِبَادِکَ بِعِبَادَتِکَ وَاَمَرْتَھُمْ بِدُعَاءِکَ وَضَمِنْتَ لَھُمُ الاِجَابَۃَفَاِلَیْکَ یَارَبِّ نَصَبْتُ وَجْھِیْ وَاِلَیْکَ یَارَبِّ مَدَدْتُ یَدِیْ۔ '''' اس لئے کہ تو نے اپنے بندوں کے بارے میں طے کیا ہے کہ وہ تیری عبادت کریں اور تو نے اپنے سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور تو اس کے قبول کرنے کا ضامن ہے پس اے خدا !میں نے تیری ہی طرف لو لگا ئی ہے اور اے پروردگار تیری ہی جانب اپنے ہاتھ پھیلائے ہیں''

دعا سے روگردانی، خداوندعالم سے روگردانی ہے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: (وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ[4]) ''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے'' اس آیۂ کریمہ میں عبادت سے استکبار کرنا دعا سے روگردانی کرنا ہے پس سیاق آیت دعا کرنے کی دعوت دے رہا ہے ۔خداوند عالم فرماتا ہے: (اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[5]) ''مجھ سے دعا

---

[1] مکارم الاخلاق صفحہ ۳۱۱۔
[2] مکارم الاخلاق صفحہ ۳۱۱۔اور محاسن بر قی صفحہ ۲۹۲۔
[3] دعا یوم الاربعاء۔
[4] سورۂ مومن آیت۶۰۔
[5] سورۂ مومن آیت۶۰۔

کرو میں قبول کرونگا ''اور اس کے بعد فوراً فرماتا ہے: (اِن الذّین یَستَکبِرُون عَن عِبادَتِیْ سَیَدْخُلوُن جَہَنَّم دَاخِرِیْن) ''اور یقینا جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے ''۔اس آیۂ کریمہ میں دعا سے اعراض کرنا عبادت نہ کرنے کے مترادف ہے اس لئے کہ یہ اللہ سے روگردانی کرنا ہے ۔اور اس آیت کی تفسیر میں یہی معنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کئے گئے ہیں: (ھی واللہ العبادۃ،ھی واللہ العبادۃ) ''خدا کی قسم یہی عبا دت ہے،خدا کی قسم یہی عبا دت ہے ''۔

حماد بن عیسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے '': ان الدعاء ھوالعبادۃ؛ان اللہ عزّوجلّ یقول: (اِن الذّین یَستَکبِرُون عَن عِبادَتِیْ سَیَدْخُلوُن جَہَنَّم دَاخِرِیْن[1]) ''بیشک دعا سے مراد عبادت ہے اور خداوند عالم فرماتا ہے : (اِن الذّین یَستَکبِرُون عَن عِبادَتِیْ سَیَدْخُلوُن جَہَنَّم دَاخِرِیْن) '' اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جولوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے'' اور اللہ کے نزدیک دعا اور دعا کی مقدار کے علاوہ انسان کی کوئی قیمت و ارزش نہیں ہے اور خدا وند عالم اپنے بندے کی اتنی ہی پروا ہ کرتا ہے جتنی وہ دعا کرتا ہے اور اس کو قبول کرتا ہے: (قُلْ مَایَعْبَوُٴابِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَادُعَاوٴُکُمْ[2]) ''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پرور دگار تمہاری پر وا بھی نہ کرتا ''بیشک دعا خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کر نے کے مساوی ہے جیسا کہ دعا سے اعراض (منھ موڑنا) کرنا اللہ سے اعراض کرنا ہے ۔

اور جو اللہ سے منھ موڑتا ہے تو خدا وند عالم بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا ،اور نہ ہی اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت ہے ۔ حضرت امام باقر علیہ السلام ایک حدیث میں فرماتے ہیں: (وما احد ابغض الی اللہ عزّوجلّ ممن یستکبر عن عبادتہ،ولایسأل ما عندہ[3])

---

[1] وسا ئل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۳۔
[2] سورۂ فرقان آیت ۶۰
[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ :صفحہ ۱۰۸۴،حدیث ۸۶۰۴۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے: (لتسألن اللہ أو لیغضبن علیکم،ان للہ عبادا یعملون فیعطیھم ،وآخرین یسألونہ صادقین فیعطیھم ثم یجمعھم فی الجنۃ،فیقول الذین عملوا :ربنا عملنا فاعطیتنا،فبما اعطیت ھؤلاء؟فیقول:ھؤلاء عبادي اعطیتکم اجورکم ولم التکم من اعمالکم شیئا،وسألني ھؤلاء فاعطیتھم وا غنیتھم،وھو فضلي اوتیہ مَن أشاء[1]) بیشک اللہ اپنے بندے کی دعا کا مشتاق ہے جب بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کیلئے حاضر ہوتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرتا ہے ۔اور جب بندہ اللہ سے روگردانی کرتا ہے تو خدا بھی اسے پسند نہیں کرتا ہے ۔ کبھی کبھی خدا وند عالم اپنے مومن بندے کی دعا متجاب کرنے میں اس لئے دیر لگا دیتا ہے تاکہ وہ دیر تک اس کی بارگاہ میں کھڑا رہے اوراس سے دعا کرکے گڑگڑاتا رہے۔کیونکہ اسے اپنے بندے کا گڑگڑانا بھی پسند ہے اسی لئے وہ دعا اور مناجات کا مشتاق رہتا ہے ۔

عالم آل محمد یعنی امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے: (ان اللہ عزّوجلّ لیؤخراجابۃ المؤمن شوقاًالیٰ دعاۂ ویقول:صوتاً احب أن اسمعہ۔ویعجّل إجابۃ دعاء المنافق،ویقول:صوتاً اکرہ سماعہ[2]) ’’خداوند عالم مومن کی دعا کے شوق میں اس کی دعاکودیر سے متجاب کرتاہے اور کہتا ہے :مجھے یہ آواز پسندہے اورمنافق کی دعاجلدقبول کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے اس کی آواز پسند نہیں‘‘ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (أکثروا من أن تدعوااللہ،فإن اللہ یحب من عبادہ المؤمنین أن یدعوہ،وقد وعد عبادہ المؤمنین الاستجابۃ[3]) ’’تم خدا وند عالم سے بہت زیادہ دعائیں کرو بیشک اللہ کویہ پسند ہے کہ اس کے مومن بندے اس سے دعائیں کریں اور اس نے اپنے مومن بندوں کی دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے ‘‘،حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے (احبّ الأعمال إلیٰ اللہ عزّوجلّ فی الأرض:الدعاء[4]) ’’زمین پر اللہ کا سب سے پسندیدہ عمل:دعا ہے‘‘ حضرت امام محمدباقر علیہ السلام سے مروی ہے: (إن المؤمن یسأل اللہ عزّوجلّ حاجۃ فیؤخرعنہ تعجیل اجابتہ حبّاً لصوتہ واستماع نحیبہ[5]) بیشک جب کوئی مومن

[1] وسا ئل الشیعہ جلد ۴ :صفحہ ۱۰۸۴حدیث ۸۶۰۹۔
[2] بحارالانوار جلد ۹۷صفحہ ۲۹۶۔
[3] وسائل الشیعہ جلد ۴:صفحہ ۱۰۸۶،حدیث ۸۶۱۶۔
[4] وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۰۸۹،حدیث ۸۶۳۹۔
[5] قرب الاسناد صفحہ ۱۷۱،اصول کافی صفحہ ۵۲۶۔

اللہ عز و جل سے کوئی سوال کرتا ہے تو خدا وندعالم اس مومن کی دعا کی قبولیت میں اس کی آوازکو دوست رکھنے اور سننے کی خاطرتاخیر کرتا ہے'' حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (ان العبد لید عوفیقول اللہ عزّوجلّ للملکین:قد استجبت لہ،ولکن احبسوہ بحاجتہ،فانّی أحبّ ان اسمع صوتہ،وان العبدلید عوفیقول اللہ تبارک وتعالیٰ: عجلوا لہ حاجتہ فانی ابغض صوتہ[1]) ''جب ایک بندہ خدا وند عزوجل سے دعا مانگتا ہے تو خداوند عالم دو فرشتوں سے کہتا ہے: میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے لیکن تم اس کواس کی حاجت کے ساتھ قید کرلو ،چونکہ مجھے اس کی آواز پسند ہے ،اور جب ایک بندہ دعا کرتا ہے تو خداوندعالم کہتا ہے :اس کی حاجت روائی میں جلدی کرو چونکہ مجھے اس کی آواز پسند نہیں ہے

'حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (ان العبد الولی للہ لید عواللہ عزّوجلّ فی الامرینوبہ،فیُقال للملک الموکل بہ:اقض لعبدي حاجتہ،ولاتُعجّلھافانّي اشتھی ان اسمع صوتہ ونداء ہ وان العبدالعدوللہ عزّوجلّ ید عواللہ عزّوجلّ فی الامرینوبہ،فیُقال للملک الموکل بہ:اقض حاجتہ،وعجّلھافانّي اکرہ ان اسمع صوتہ ونداءٔ [2])اللہ کو دوست رکھنے والا بندہ دعا کرتے وقت اللہ کو اپنے امر میں اپنا نائب بنا دیتا ہے تو خدا وندعالم اس بندے پر موکل فرشتوں سے کہتا ہے :میرے اس بندے کی حاجت قبول کرلو مگر اسے پوری کرنے میں ابھی جلدی نہ کرنا چونکہ میں اس کی آواز سننے کو دوست رکھتا ہوں اور جب اللہ کا دشمن بندہ اللہ سے دعا کرتے وقت اس کو اپنے کسی کام میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہے تو خدا وند عالم اس بندے پر موکل فرشتوں سے کہتا ہے اس کی حاجت کو پورا کرنے میں جلدی کرو اس لئے کہ میں اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا ہوں''

خداوند عالم کو ہر گز یہ پسند نہیں ہے کہ اس کے بندے ایک دوسرے سے سوال کریں بلکہ اگروہ اپنی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں تواس کو یہی پسند ہے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی بارگاہ میں مومنین کے سوال کوپسند کرتا ہے اور اپنے سامنے ان کے گریہ و زاری اور دعا کرنے کو پسند کرتا ہے ۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: (ان

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۱۱۲،حدیث ۸۷۳۱،اصول کافی جلد۲،صفحہ ۵۲۶۔
[2] اصول کافی جلد۲صفحہ ۵۲۷،وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۱۱۲،حدیث ۸۷۳۲۔

اللہ احب شیئاً لنفسہ وابغضہ لخلقہ،ابغض لخلقہ المسألۃ،واحب لنفسہ ان یُسأل،ولیس شیء احب الیٰ اللہ عزّوجلّ من ان یُسأل،فلایستحي احدکم من ان یسأل اللہ من فضلہ،ولوشسع نعل [1]) ''خدا وند عالم ایک چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے لیکن اس کو مخلوق کیلئے پسند نہیں کرتا ،وہ اپنے لئے اس بات کو دوست رکھتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور اللہ کے نزدیک اس سے سوال کر نے کے علاوہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے پس تم میں سے کوئی اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرنے میں شرم نہ کرے اگر چہ وہ جوتے کے تسمے کے بارے میں ہی کیوں نہ ہو''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (ان اللہ یحب العبد أن یطلب الیہ في الجرم العظیم،ویبغض العبد أن یستخف بالجرم الیسیر [2]) ''اللہ بندے کی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس کو بڑے جرم میں پکارے اور اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ وہ اس کو چھوٹے جرم میں نہ پکارے ''محمد بن عجلان سے مروی ہے کہ :(اصابتني فاقۃ شدیدۃ واضاقۃ،ولاصدیق لمضیق ولزمني دین ثقیل وعظیم یلحّ في المطالبۃ،فتوجّہت نحودارالحسن بن زید۔وھویومئذ أمیرالمدینۃ۔لمعرفۃ کانت بیني وبینہ،وشعربذلک من حالي محمد بن عبد اللہ بن علي بن الحسین علیہ السلام،وکان بیني وبینہ قدیم معرفۃ،فلقیني فی الطریق فأخذ بیدي وقال:قد بلغني ماأنت بسبیلہ،فمن توٴمّل لکشف مانزل بک؟ قلت:الحسن بن زید۔فقال اذن لایقضي حاجتک،ولاتسعف بطلبتک، فعلیک بمن یقدرعلی ذلک،وھواجودالاجودین،فالتمس ماتوٴملہ من قبلہ،فإنّي سمعت ابن عمي جعفربن محمد یُحدّث عن ابیہ،عن جدہ،عن ابیہ الحسین بن علي،عن ابیہ علي بن ابیطالب علیہ السلام عن النبي ﷺ قال:اوحیٰ اللہ الیٰ بعض انبیاۂ فی بعض وحیہ:وعزّتي وجلالي لأقطعن أمل کل آمل مّل غیري بالإیاس،ولأکسونّہ ثوب المذلّۃ فی الناس،ولأبعدنّہ من فَرَجِي وفضلی،أیأمل عبدي فی الشدائد غیري والشدائدبیدي؟ویرجو سواي واناالغني الجواد؟بیدي مفاتیح الابواب وھی مغلقۃ،وبابي مفتوح لمن دعاني۔الم تعلمواان من دھاہ نائبۃ لم یملک کشفھاعنہ غیری،فالی أراہ یأملہ معرضا عني وقد اعطیتہ بجودي وکرمي مالم یسألني؟فأعرَضَ عني،ولم یسألني،وسأل فی نائبتہ غیري،وأنااللہ ابتدیٴ بالعطیۃ قبل المسألۃ ۔أفأسأل فلا أجُود؟کلاّ۔ألیس الجود والکرم لي

[1] فرو ع الکافی جلد ۱ صفحہ ۱۹۶،من لا یحضر ہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۔
[2] المحا سن للبرقی صفحہ ۲۹۳،بحارالانوارجلد ۹۳ صفحہ ۲۹۲۔

؟أليس الدنيا والآخرة بيدي؟فلو ان اهل سبع سماوات وارضين سألوني جميعاو اعطيت كل واحد منهم مسألته مانقص ذلک من ملكي مثل جناح البعوضة،وكيف ينقص مُلک أنا قيمه فيابؤسا لمن عصاني،ولم يراقبني ۔ فقلت له:يابن رسول اللہ،أعد عليّ هذا الحديث،فأعاده ثلاثاً، فقلت:لا والله ماسألت احدا بعدها حاجة ۔ فالبث أن جاءني الله برزق من عنده [1]) ''میں شدید فقر و فاقہ کی زندگی گزار رہا تھا، میری تنگدستی کو دور کرنے والا بھی کوئی میرا ساتھی نہیں تھا اور مجھ پر دین کی اطاعت بڑی مشکل ہو گئی تھی اور میں اپنی ضروریات زندگی کیلئے چیخ اور چلارہا تھاتو میں نے اس وقت اپنا وظیفہ معلوم کرنے کے لئے حسن بن زید (جو اس وقت مدینہ کے امیر وحاکم تھے) کے گھر کا رخ کیا اور ان تک میرے حالات کی خبر میرے قدیمی ہمنشین محمد بن عبد اللہ بن علی بن الحسین علیہ السلام نے پہنچا ئی، میری ان سے راستہ میں ملاقات ہوئی تو انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا :مجھ کو تمہارے حالات کے بارے میں خبر ملی ہے میں تمہارے بارے میں نازل ہونے والی مشکلات کے بارے میں سوچ رہا ہوں ؟میں نے کہا : حسن بن زید ،اس نے کہا تمہاری حاجت پوری نہیں ہوگی اور تم اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکتے تم ایسے شخص کے پاس جاؤ جو تمہاری حاجت روائی کی قدرت رکھتا ہے اور تمام سخاوت کرنے والوں سے زیادہ سخی ہے اپنی مشکلات کیلئے ان کے پاس جاؤ اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ میرے چچازاد بھائی جعفر بن محمد علیہما السلام نے اپنے والد کے ذریعہ اپنے جد سے پھر ان کے والد سے حسین بن علی علیہما السلام سے انھوں نے اپنے والد علی بن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :خداوند عالم نے اپنے بعض انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی نازل کی کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے میں ہر اس شخص کی امید مایوسی میں بدل دونگا جو میرے علاوہ کسی اور سے امید لگائے گا ،اسے ذلت کا لباس پہناؤں گا اور اسے اپنے فضل و کرم سے دور کر دونگا ۔کیا میرا بندہ مشکلات میں میرے علاوہ کسی اور سے امید کرتا ہے حالانکہ میں غنی جواد ہوں؟تمام ابواب کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے حالانکہ تمام دروازے بند ہیں اور مجھ سے دعا کرنے والے کیلئے میرا دروازہ کھلا ہوا ہے ۔

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۳۔۳۰۴۔

کیا تم نہیں جانتے کہ جس کو کوئی مشکل پیش آئے اس کی مشکل کو میرے علاوہ کوئی اور دور نہیں کر سکتا تو میں اس کو غیر سے امید رکھتے ہوئے اور خود سے روگردانی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں جبکہ میں نے اپنی سخاوت اور کرم کے ذریعہ وہ چیزیں عطا کی ہیں جن کا اس نے مجھ سے مطالبہ نہیں کیا ہے ؟لیکن اس نے مجھ سے روگردانی کی اور طلب نہیں کیا بلکہ اپنی مشکل میں دوسروں سے مانگا جبکہ میں ایسا خدا ہوں جو مانگنے سے پہلے ہی دیدیتا ہوں۔

توکیاایسا ہو سکتا ہے کہ مجھ سے سوال کیا جائے اور میں جود و کرم نہ کروں ؟ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ۔کیا جود و کرم میرے نہیں ہیں ؟کیا دنیا اور آخرت میرے ہاتھ میں نہیں ہیں ؟اگر سات زمین اور آسمان کے لوگ سب مل کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کی ضرورت کے مطابق اس کو عطا کردوں تو بھی میری ملکیت میں ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی کمی نہیں آئیگی اور کیسے کمی آبھی سکتی ہے جس کا ذمہ دار میں ہوں ،لہٰذا میری مخالفت کرنے والے اور مجھ سے نہ ڈرنے والے پر افسوس ہے ۔راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا :اے فرزند رسول اس حدیث کی میرے لئے تکرار فرما دیجئے تو آپ نے اس حدیث کی تین مرتبہ تکرار فرمائی ۔میں نے عرض کیا :خدا کی قسم آج کے بعد کسی سے کوئی سوال نہیں کروں گا تو کچھ ہی دیر گذری تھی کہ خداوند عالم نے مجھ کو اپنی جانب سے رزق عطا فرمایا ''

استجابت دعا

دعا توفیق اور استجابت کے حصار میں دعا دو طرف سے اللہ کی رحمت سے گھری ہوئی ہوتی ہے :اللہ کی طرف سے توفیق اور دعا کی قبولیت ۔بندے کی دعا اللہ کی دی ہوئی توفیق کے علاوہ قبول نہیں ہوتی ہے اللہ اپنے بندہ کو دعا کرنے کی توفیق کا رزق عطا کرتا ہے چونکہ بندہ اس توفیق کے بغیر اللہ کی بارگاہ میں دعاپیش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا لہٰذا دعا سے پہلے اس توفیق کا ہونا ضروری ہے اور جب بندہ خدا سے دعا کرتا ہے تو اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے: (اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ) ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا '' تو پہلے اللہ سے دعا کرنے کی توفیق لازم ہوتی ہے اور پھر دعا بارگاہ معبود میں قبول ہوتی ہے ۔یہ دونوں چیزیں دعا کا احاطہ کئے ہو

ئے ہیں یہ دونوں اللہ کی رحمت کے دروازے ہیں جو بندے کیلئے اس کے دعا کرنے سے پہلے اور دعا کرنے کے بعد کھلے رہتے ہیں ۔ حضرت رسول خدا ؐسے مروی ہے: (مَن فُتح لہ منکم باب الدعاء فتحت لہ أبواب الرحمۃ[1]) ''تم میں سے جس شخص کیلئے دعا کا دروازہ کھل جائے اس کیلئے ابواب رحمت کھل جاتے ہیں'' حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے: (فذکروک بمنک وشکروک)جب بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے تو یہ اللہ کی عصمت اور اس کے فضل کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے وہ (خدا)بندہ کے شکر کا مستحق ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام ہی مناجات خمس عشرہ میں فرماتے ہیں: (فَاَنَابِکَ وَلَکَ وَلَاوَسِیْلَۃَ لَنَااِلَیْکَ اِلَّااَنْتَ) ''ہم تیری وجہ سے ہیں اور تیرے لئے ہیں اور ہمارے پاس تیرے علاوہ تیرے پاس آنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے''۔ بندہ اپنے پروردگار کو اس کے احسان و فضل کی بناپر ہی یاد کرتا ہے (پہلے خدا وند عالم کا فضل و کرم ہوتا ہے پھر بندہ خدا کو یاد کرتا ہے)،بندے کیلئے اللہ تک پہنچنے کیلئے اس کے فضل اور رحمت کا ہی وسیلہ ہے،جب بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے تو اس کے فضل سے ہی یاد کرتا ہے،جب دعا کرتا ہے تو یہ اس کی دی ہوئی توفیق ہی سے دعا کرتا ہے اور جب اس کا شکر ادا کرتا ہے تو یہ اسی کی دی ہوئی رحمت کی وجہ سے ہی اس کا شکر ادا کرتا ہے ۔ حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:(لَمْ یَمْنَعْکَ جَھْلِيْ وَجُرْأَتِيْ عَلَیْکَ اَن دَلَلْتَنِيْ اِلیٰ مَایُقَرِّبُنِيْ اِلَیْکَ وَوَفَّقْتَنِيْ لِمَایُزْلِفُنِيْ لَدَیْکَ) ''تو میری جہالت اور میری جرأت نے تجھ کو میری رہنمائی کرنے سے نہیں روکا،اس چیز کی طرف جو مجھ کو تجھ سے قریب کردے اور تو نے مجھ کو توفیق دی اس امر کی جانب کہ جو مجھ کو تجھ سے قرب عطا کرے''

دعا کیلئے سب سے نازک چیز دعا کی توفیق ہونا ہے،بندہ کو خدا وند عالم سے یہ دعا کرنا چاہئے کہ خداوند عالم اس کو دعا کرنے کی توفیق عطا کرے ۔ صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: (وَاَعْمُرْ لَیْلِيْ بِاِیْقَاضِيْ فِیْہِ لِعِبَادَتِکَ،وَاِنْزَالِ حَوَائِجِيْ بِکَ[2]) ''اور میری راتوں کو عبادت کیلئے شب بیداری اور تنہائی میں تہجد اور سب سے الگ ہو کر تجھ سے لو لگانے

[1] در منثور کے نقل کے مطابق المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۲۔
[2] صحیفۂ سجادیہ دعا ۴۷۔

اور اپنی حاجتوں کو تیرے سامنے پیش کرنے کیلئے آباد رکھنا ‘‘ حضرت امام جعفر صادقؑ، اللہ سے دعا کی توفیق طلب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں: (فَاَعِنِّيْ عَلٰی طَاعَتِکَ وَوَفِّقْنِيْ لِمَا اَوْجَبْتَ عَلَيَّ مِنْ کُلِّ مَا يُرْضِيْکَ فَاِنِّيْ لَمْ اَرَ اَحَداً بَلَغَ شَيْئاً مِنْ طَاعَتِکَ اِلَّا بِنِعْمَتِکَ عَلَيْهِ قَبْلَ طَاعَتِهِ،فَاَنْعِمْ عَلَيَّ بِنِعْمَةٍ اَنَالُ بِهَا رِضْوَانَکَ[1]) ’’پس اپنی اطاعت پر میری مدد کر اور مجھے اپنی ادائیگی کی توفیق دے اس طرح کہ تو مجھ سے راضی ہوجائے میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو تیری اطاعت تک پہونچا ہو مگر اطاعت سے پہلے تیری ہی نعمت توفیق کے ذریعہ لہٰذا مجھ پر نعمت نازل کر جن کے ذریعہ میں تیری خوشنودی حاصل کرسکوں ‘‘،حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

(اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اَصُوْلُ بِکَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ وَاَسْاَلُکَ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَاَتَضَرَّعُ اِلَيْکَ عِنْدَ الْمَسْکَنَةِ وَلَاتَفْتِنِّيْ بِالْاِسْتِعَانَةِ بِغَيْرِکَ اِذَا اضْطُرِرْتُ[2])

’’پروردگار ا مجھے ایسا بنا دے کہ ضرورت کے وقت تیرے ذریعہ حملہ کروں اور حاجتکے موقع پر تجھ سے سوال کروں، مسکینی میں تیری بارگاہ میں گڑگڑاؤں اور مجھے ایسی آزمائش میں نہ ڈال دینا کہ مجبوری میں تیرے غیر سے مدد مانگنے لگوں‘‘

قبولیت دعا کی دو جزائیں

بندہ کی دعا قبول ہونے کی اہمیت خداوند عالم کے یہاں دو جہتوں سے ہے ایک جہت سے نہیں ہے اوران میں سے ایک جہت دوسری جہت سے زیادہ عظیم ہے۔کم اہمیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان سوال کے ذریعہ اس مطلب کا اظہار کرے جس کے ذریعہ انسان اللہ سے صرف دنیا یا صرف آخرت یاان دونوں کو ایک ساتھ طلب کرتا ہے۔بیش قیمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خدا وند عالم بنفس نفیس بندہ کی دعا کا جواب دے تو اس کا مطلب خدا وند عالم کا اپنے بندہ کی دعا قبول کرنا ہی ہے کیونکہ جتنی مرتبہ بھی خداوند عالم قبول کرے گا اتنی ہی مرتبہ گویا بندہ کی طرف توجہ کرے گا ۔دنیا کی ہر چیز کی قیمت اور حد ہوتی ہے لیکن خداوند قدوس کا اپنے بندہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے نہ کوئی حساب ہے اور نہ کوئی حد ہے۔

[1] بحا ر الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۰۔
[2] صحیفۂ سجادیہ دعا ۲۰۔

لیکن جب بندہ پر خدا کی خاص عنایت ہوتی ہے تو اس وقت بندہ کی سعادت کی کوئی حد نہیں ہوتی اور اس سعادت سے بلند کوئی اور سعادت نہیں ہوتی جس کو اللہ اپنے بندوں میں سے بعض بندوں سے مخصوص کر دیتاہے اور اسکی دعا قبول کرکے یہ نشاندہی کراتا ہے کہ جس چیز کا بندہ نے خدا سے سوال کیا ہے وہ کتنی قیمتی اور اہم ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے'': لقد دعوت اللہ مرة فأستجاب،ونسیت الحاجة،لأن استجابتہ بإقبالہ علیٰ عبدہ عند دعوتہ اعظم واجل مما یرید منہ العبد،ولوکانت الجنة ونعیمھا الأبد ولکن لایعقل ذٰلک الّاالعالمون،المحبون،العابدون،العارفون، صفوة اللہ وخاصتہ''[1] ''میں نے ایک مرتبہ خدا وند عالم سے دعا کی اور اس نے قبول کرلی تو میں اپنی حاجت ہی کو بھول گیا اس لئے کہ اس کا دعا کی قبولیت کے ذریعہ بندہ کی طرف توجہ کرنا بندہ کی حاجت کے مقابلہ میں بہت عظیم ہے چاہے وہ صاحب حاجت اور اس کی ابدی نعمتوں سے متعلق ہی کیوں نہ ہو لیکن اس بات کو صرف خداوند عالم کے علماء، محبین،عابدین،عرفاء اور اس کے مخصوص بندے ہی سمجھ سکتے ہیں'' پس دعا اور استجابت دونوں اللہ اور بندہ کے مابین ایک تعلق ولگاؤ ہے یعنی سب سے افضل و اشرف تعلق ہے۔

اللہ اور اسکے بندوں کے درمیان اس سے افضل کونسا تعلق ولگاؤ ہوسکتا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کے حضور میں اپنی حاجت پیش کرے اللہ اس کو قبول کرے اور اس سے مخصوص قراردے۔اس تعلق کی لذت اور نشوونما اور بندہ پر خداوند عالم کی توفیق وعنایات میں اسی وقت مزہ ہے جب انسان اپنی مناجات،ذکر اور دعاکو خداسے مخصوص کردے۔ہم (مولف) کہتے ہیں اللہ سے اس تعلق ولگاؤ کی لذت یہ بندہ پر اللہ کی عنایت ہے کہ بندہ اس طرح خداوند عالم کی یاد میں غرق ہوجاتاہے کہ انسان خداکی بارگاہ میں اپنی حاجتیں پیش کرنے میں مشغول ہوجاتا ہے۔ اور کون لذت اس لذت کے مقابل ہوسکتی ہے ؟

اور کونسی دولت خداوند عالم کے حضور میں پیش ہونے،اس سے ملاقات،مناجات اور اسکا تذکرہ کرنے اور اسکے جلال وجمال میں منہمک ہونے کے مانند ہوسکتی ہے اور دعاکرنے کیلئے اللہ کے سامنے کھڑے ہونا یہ خدا کے سامنے حاضر ہونے اس سے ملاقات

[1] مصباح الشریعة صفحہ ۱۴-۱۵؛بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ۳۲۳۔

،مناجات اور اسکو یاد کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ایک عارف کا کہنا ہے:اللہ کے حضور میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے کوئی سوال کرنا اللہ کے نزدیک بہت برا ہے اور خدا کے علاوہ اس کے جلال اور جمال میں منہمک ہوجاناہے۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ حدیث قدسی میں آیاہے’’:من شغلہ ذکری عن مسألتی اعطیتہ افضل مااعطی السائلین[1]‘‘ جو شخص مجھ سے کوئی سوال کرے گاتومیں اس کوسوال سے زیادہ عطاکرونگا‘‘ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے’’:وان العبد لتکون لہ الحاجۃ الی اللہ فیبدأ بالثناء علی اللہ والصلاۃ علی محمد وآلہ حتی ینسیٰ حاجتہ فیقضیھامن غیران یسألہ ایاھا[2]‘‘’’اگر بندہ ،خداسے کوئی حاجت رکھتا ہواور وہ خداوند عالم سے اپنی حاجت کی ابتداء اس کی حمدوثنا اور محمد وآل محمد پر صلوات بھیج کر کرے اور اسی دوران وہ اپنی حاجت بھول جائے تو اس سے پہلے کہ وہ خداوند عالم سے حاجت کا سوال کرے وہ اس کی حاجت پوری کردے گا‘‘ مناجات محبین میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے: (اِجْعَلْنَا مِمَّن ھَیَّمْتَ قَلْبَہُ لِاِرَادَتِکَ وَاجْتَبَیْتَہُ لِمُشَاھَدَتِکَ ،وَاَخْلَیْتَ وَجْھَہُ لَکَ وَفَرَّغْتَ فُؤَادَہُ لِحُبِّکَ وَرَغَّبْتَہُ فِیْمَاعِنْدَکَ وَقَطَعْتَ عَنْہُ کُلَّ شَیْءٍ یَقْطَعُہُ عَنْکَ[3])’’ہم کو ان میں سے قرار دے کہ جن کے دلوں کو اپنی چاہت کے لئے گرویدہ کرلیا ہے اور اپنے مشاہدے کیلئے انھیں چن لیا ہے اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عنایت کی ہے اور اپنی محبت کے لئے ان کے دلوں کو خالی کرلیا ہے اور اپنے ثواب کے لئے راغب بنا یا ہے ۔اور ہر اس چیز سے الگ کر دیا ہے جوبندہ کو تجھ سے الگ کر سکے‘‘

دعا اور استجابت دعا کا رابطہ

خداوند عالم ارشاد فرماتاہے:(وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ[4])’’اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جولوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے

---

[1] بحارالانوار جلد۹۳صفحہ۳۲۳۔
[2] بحارالانوارجلد۹۳صفحہ۳۱۲۔
[3] مناجات محبین۔
[4] سورۂ مومن آیت۶۰۔

ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے'' دعا قبول ہونے کے درمیان کیا رابطہ ہے؟استجابت کیسے تمام ہوتی ہے؟ہم اس فصل میں ان ہی دو سوالات سے متعلق بحث کریں گے۔بیشک خداوند عالم کی طرف سے دعا استجابت کے الٰہی سنتوں اور قوانین کے ذریعہ انجام پاتی ہے جیسا کہ تمام افعال میں خدا کا یہی طریقہ رائج ہے۔ منفعل ہونا خدا کی ذات میں نہیں ہے،جیسا کہ ہم انسانوں کی فطرت ہے کہ کبھی ہم غصہ ہوتے ہیں ،کبھی خوشحال ہوتے ہیں،کبھی غصہ ہوتے ہیں ،کبھی خوش ہوتے ہیں ،کبھی چُست رہتے ہیں اور کبھی ملول و رنجیدہ رہتے ہیں ۔اور خداوند عالم کے افعال ایک طرح کے قانون اور سنت ہیں ان میں خوشی یا غصہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا تمام سنتیں اور قوانین الٰہیہ اپنی جگہ پر ثابت ہیں ۔ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم خوش ہوگا تو دعا قبول کرے گا اور ناراض ہوگا تو دعا قبول نہیں کرے گا ۔یہ تمام الٰہی سنتیں افق غیب (متافیزیکی)میں اس طرح جاری ہوتی ہیں جس طرح فیزیکس، کیمیا،اور میکانیک میں بغیر کسی فرق کے جاری ہوتی ہیں۔ (لَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبدِیلًا[1]) ''تم خدا کی سنت میں ہر گز تبدیلی نہیں پا ؤ گے'' (لَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَحوِیلًا[2]) ''ہر گز خدا کے طریقۂ کار میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا ہے'' دعا قبول ہونے میں اللہ کی سنت کیا ہے؟دعا ،رحمت کی کنجی ہے دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں نصوص اسلامیہ میں دعا اجابت کی کلید کے عنوان سے تعبیر کی گئی ہے اور یہی کلمہ دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کی نوعیت کو معین و مشخص کرتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے: (الدعاء مفتاح الرحمة[3]) '' دعا کلید رحمت ہے''اور امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو وصیت فرمائی: (ثم جعل فی یدک مفاتیح خزائنہ بمااذن فیہ من مسألتہ فمتٰی شئت استفتحت بالدعاء ابواب خزائنہ[4]) ''تمہارے ہاتھوں میں اپنے خزانوں کی کلید قرار دی پس جب تم چاہو تو اس دعا کے ذریعہ خزانوں کے دروازے کھول سکتے ہو''دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کی واضح و روشن تعبیر ''فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب

[1] سورۂ احزاب(۶۲)
[2] سورۂ فاطرآیت۴۳۔
[3] بحار جلد۹۳صفحہ۳۰۰)
[4] بحار الانوار جلد ۹۳صفحہ۲۹۹

خزائنہ ''ہے۔پس معلوم ہواکہ جس کلید سے ہم اللہ کی رحمت کے خزانوں کو کھول سکتے ہیں وہ دعا ہے۔اور اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ تمام لوگ اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مالک بن جائیں اور ایسا بھی نہیں ہے کہ تمام لوگ آسانی سے اللہ کی رحمت کے خزانوں کو حاصل کر سکیں۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے قول: (مَایَفْتَحِ اللہُ لِلنَّاسِ مِن رَحْمَۃٍ فَلَامُمْسِکَ لَھَا [1]) ''اللہ انسانوں کیلئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے ''کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا :وہ دعا ہے[2]۔بیشک دعا وہ کلید ہے جس کے ذریعہ خداوند عالم لوگوں کیلئے اپنی رحمت کے دروازوں کو کھول دیتا ہے اور اس کلید کو خداوند عالم نے اپنے بندوں کے ہاتھوں میں قرار دیا ہے۔رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ: ''من فتح لہ من الدعاء منکم فتحت لہ ابواب الاجابۃ[3]'' ''تم میں سے جس شخص کیلئے باب دعا کھل جائے تو اس کے لئے اجابت کے دروازے کھل جاتے ہیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ جو دعا کے ذریعہ بندے کے لئے دروازے کھول دیتا ہے وہ اس کے لئے ابواب اجابت بھی کھول دیتا ہے۔حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے'' :من قرع باب اللہ سبحانہ فتح لہ[4]'' ''جو اللہ کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے تو اللہ اس کیلئے دروازہ کھول دیتا ہے

''اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے'' :اکثرمن الدعاء،فانہ مفتاح کل رحمۃ،ونجاح کل حاجۃ،ولاینال ماعند اللہ الابالدعاء،ولیس باب یکثرقرعہ الایوشک ان یُفتح لصاحبہ[5]'' ''زیادہ دعا کرو اس لئے کہ دعا ہر رحمت کی کنجی ہے۔ہر حاجت کی کامیابی ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس کو دعا کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جاسکتا اور ایسا کوئی دروازہ نہیں جس کو بہت زیادہ کھٹکھٹایا جائے اور وہ کھٹکھٹانے والے کے لئے نہ کھلے''اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے'' :الدعاء مفاتیح النجاح،ومقالید الفلاح،وخیرالدعاء ماصدرعن صدر نقي وقلب تقي[6]'' ''دعا کامیابی کی کلید اور رستگاری کے ہار ہیں اور سب سے

---

[1] سورۂ فا طر آیت ۲،۱۔
[2] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۹ ۔
[3] کنزالعمال حدیث نمبر،۳۱۵۶۔
[4] غررالحکم حدیث ،۸۲۹۲۔
[5] بحارالانوارجلد۹۳صفحہ۲۹۵،وسائل الشیعہ جلد۴صفحہ۱۰۸۶حدیث،۸۶۱۶۔
[6] وسائل الشیعہ جلد۴صفحہ۱۰۹۴حدیث۸۶۵۷،اصول کافی جلد۲صفحہ۵۱۷۔

اچھی دعا وہ ہوتی ہے جو پاک وصاف اور پرہیزگار دل سے کی جاتی ہے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ: ''الا ادلکم علی سلاح ینجیکم من اعدائکم،ویدرّ ارزاقکم ؟ قالوا :بلیٰ، قال :تدعون ربکم باللیل والنھار،فان سلاح المؤمن الدعاء[1] '' ''آگاہ ہو جاؤکیا میں تمہاری اس اسلحہ کی طرف راہنمائی کروں جو تم کو تمہارے دشمنوں سے محفوظ رکھے اور تمہارا رزق چلتا رہے ؟توانھوں نے کہا : ہاں آپؐ نے فرمایا :خداوند عالم کو رات دن پکارو اس لئے کہ دعا مومن کا اسلحہ ہے '' عمل اور دعا اللہ کی رحمت کی دو کنجیاں اللہ نے ہمارے ہاتھوں میں کنجیاں قرار دی ہیں جن کے ذریعہ ہم اللہ کی رحمت کے خزانوں کے دروازے کھول سکتے ہیں اور ان کے ذریعہ ہم اللہ کا رزق اور اس کا فضل طلب کر سکتے ہیں اور وہ دونوں کنجیاں عمل اور دعا ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتی ۔

عمل، دعا سے بے نیاز نہیں ہے یعنی انسان کیلئے عمل کے بغیر دعا پر اکتفا کر لینا کافی نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوذر سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا'' : یاأباذر مثَلُ الذي یدعوبغیرعمل کمثل الذي یرمي بغیروتر[2] '' ''اے ابوذر بغیر عمل کے دعا کرنے والا اسی طرح ہے جس طرح ایک انسان بغیر کمان کے تیر پھینکے'' امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے'' : ثلاثۃ ترود علیھم دعوتھم :رجل جلس فی بیتہ وقال :یاربِ ارزقني، فیقال لہ:ألم اجعل لک السبیل الیٰ طلب الرزق[3] ؟ '' ''تین آدمیوں کی دعائیں واپس پلٹا دی جاتی ہیں : ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور یہ کہے : اے پروردگار مجھے رزق عطا کر تو اس کو جواب دیا جاتا ہے : کیا میں نے تمہارے لئے طلب رزق کا راستہ مقرر نہیں کیا ؟

اور انسان کیلئے دعا کے بغیر عمل پر اکتفا کر لینا بھی صحیح نہیں ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے'' : إن للّٰہ عباداًیعلمون فیعطیھم،وآخرین یسألونہ صادقین فیعطیھم،ثم یجمعھم فی الجنۃ۔فیقول الذین عملوا :ربّنا،عملنا فأعطیتنا،فبما اعطیت ھؤلاء؟

---

[1] وسائل الشیعہ جلد۴ صفحۂ ۱۰۹۵،حدیث ۸۶۵۸۔
[2] وسائل شیعہ ابواب دعا باب ۳۲ حدیث ۳ ۔
[3] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۵۰ح۳ ۔

فيقول: هؤلاء عبادي أعطيتكم اجوركم ولم ألتكم من أعمالكم شيئاً، وسألني هؤلاء فأعطيتهم وا غنيتهم، وهو فضلي أُوتيه مَن أشاء[1]'' ''بیشک اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو عمل کرتے ہیں اور خدا انکو عطا کرتا ہے اور دوسرے بندے ہیں جو صدق دل سے سوال کرتے ہیں اور خدا وند عالم ان کو بھی عطا کرتا ہے پھر جب ان کو جنت میں جمع کیا جائیگا تو عمل کرنے والے بندے کہیں گے: اے ہمارے پالنے والے ہم نے عمل کیا تو تو نے ہم کو عطا کیا لیکن ان کو کیوں عطا کیا گیا جواب ملے گا یہ میرے بندے ہیں میں نے تم کو تمہارا اجر دیا ہے اور تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کیا ہے اور ان لوگوں نے مجھ سے سوال کیا میں نے ان کو دیا اور ان کو بے نیاز کر دیا اور یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں'' اگر انسان عمل کرنے سے عاجز ہو تو اللہ نے اس کی تلافی کیلئے دعا قرار دی تا کہ انسان اپنے نفس پر اعتماد کرے، جو کچھ حول و قوۂ الٰہی کے ذریعہ عطا کیا گیا ہے اور جو کچھ اس نے عمل کے ذریعہ قائم کیا ہے اس کے فریب میں نہ آئے ۔ معلوم ہوا کہ عمل اور دعا دونوں سب سے عظیم دو کنجیاں ہیں جن دونوں کے ذریعہ انسان پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں ۔ اب ہم عمل اور اس کے رحمت سے رابطہ کے مابین اور اس کے بالمقابل دعا اور اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مابین رابطہ اور عمل سے دعا کے رابطہ کے بارے میں بحث کریں گے چونکہ یہ روابط ہی اسلام کے ابتدائی اور اصلی مسائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ''عمل اور دعا'' دونوں چیزیں ایک ساتھ عطا کی ہیں۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو وہی سب کچھ عطا کیا ''جو ان کے پاس ہے''۔ ''وہ سب کچھ نہیں جو ان کے پاس نہیں ہے'' اور ان کے پاس ان کی کوششیں اور ان کے اعمال ہیں۔ وہ اپنی کوشش سے جو کچھ اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اپنے نفوس اور اموال سے خرچ کرتے ہیں وہ عمل ہے، اور جو کچھ ان کے پاس نہیں ہے وہ ان کا فقر، اور اللہ کا محتاج ہونا ہے اور اللہ کے سامنے اپنے فقیر اور محتاج ہونے کا اقرار کرنا ہے۔

[1] وسائل الشيعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۴ حديث ۸۶۰۹۔

انسانی حیات میں یہ دونوں اللہ کی رحمت کو نازل کرنے کی کنجیاں ہیں،جسے وہ اپنی کوشش عمل،نفس اور مال کے ذریعہ اللہ سے حاصل کرتا ہے اور اللہ کے حضور میں اپنی حاجت ،فقر اور مجبوری کو دکھلاتا ہے ۔

دعااور عمل کے درمیان رابطہ

ہمارا دعا کو اللہ کی سنتوں سے جدا سمجھنا صحیح نہیں ہے بیشک اللہ نے کائنات میں اپنے بندوں کے لئے ان کی حاجتوں کی خاطر سنتوں کو قرار دیا ہے ۔اور لوگوں کا اپنی تمام حاجتوں اور متعلقات میں ان سنتوں کو مہمل شمار کرنا حرمت نہیں ہے ۔دعا ان سنتوں کا بدل قرار نہیں دی جاسکتی یہ الٰہی سنتیں انسان کو دعا سے بے نیاز نہیں کرتی ہیں (یعنی ان سنتوں کو دعاؤں کا بدل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے ۔) یہ نکتہ اسلامی ربانی ثقافت میں ایک بہت لطیف نکتہ ہے،لہٰذا فلاح (کاشتکار) کیلئے زمین کھودنا اس میں پانی دینا،زمین کی فصل میں رکاوٹ بننے والی اضافی چیزوں کو دور کرنا، زراعت کی حفاظت کرنا اور مزرعہ سے نقصان دہ چیزوں کو دور کرنے کیلئے دعا کردینا ہی کافی نہیں ہے ۔بیشک ایسی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور ایسی دعائیں امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس قول کا مصداق ہیں:

(الداعي بلا عمل کالرامي بلاوتر) ''عمل کے بغیر دعا کرنے والا بغیر کمان کے تیر پھینکنے والے کے مانند ہے ۔

جس طرح بیمار اگر حکیم اور دوا کو بیکار سمجھنے لگے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور یہ دعا قبول ہی کیسے ہو جس میں انسان اللہ کی سنتوں سے منھ موڑلے ۔لہٰذا الٰہی سنتوں کے بغیر دعا قبول نہیں ہو سکتی ہے ۔بیشک اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والا فطری طور پر ان سنتوں کا خالق ہے وہ وہی خدا ہے جس نے اپنے بندوں کو ان سنتوں کو جاری کرنے کا حکم دیا ہے اور ان سے کہا ہے کہ تم اپنا رزق اور اپنی حاجتیں ان سنتوں کے ذریعہ حاصل کرو اور خدا وند عالم فرماتا ہے: (هُوَالَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلاًفَامْشُوْافِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْامِن رِزْقِهِ[1]) ''اسی نے تمہارے لئے زمین کو نرم بنا دیا ہے کہ اس کے اطراف میں چلو اور رزق خدا تلاش کرو ''اور خدا وند عالم کا یہ فرمان ہے: (فَانْتَشِرُوْافِیْ الْاَرْضِ وَابْتَغُوْامِن فَضْلِ اللّٰهِ[2]) ''پس زمین میں منتشر ہو جاؤ اور فضل خدا کو تلاش

---

[1] سورۂ ملک آیت۱۵۔
[2] سورۂ جمعہ آیت۹۔

کرو'' جس طرح دعا عمل کا قائم مقام نہیں ہو سکتی اسی طرح عمل دعا کا قائم مقام نہیں ہو سکتا بیشک اس کائنات کی کنجی اللہ کے پاس ہے ،دعا کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کووہ رزق عطا کرتا ہے جس کو وہ عمل کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتے اور دعا کے ذریعہ فطری اسباب سے اپنے بندوں کووہ کامیابی عطا کرتا ہے جس پر وہ عمل کے ذریعہ قادر نہیں ہو سکتے ہیں ۔

انسان کیلئے رزق کی خاطر فطری اسباب کے مہیا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان فطری اسباب کے ذریعہ اللہ سے دعا ،سوال اور مانگنے سے بے نیاز ہو جائے ۔بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ باسط ،قابض، معطی ،نافع ،ضار، محیی و مہلک، معزّ و مذل، رافع اور واضع (یعنی بلندی اور پستی عطا کرنے والا)ہے ،دنیائے ہستی کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں کوئی چیز اس کے امر میں مانع نہیں ہو سکتی ،اس دنیا کی کوئی بھی چیز اس کے امر و سلطنت سے باہر نہیں ہو سکتی اس دنیائے ہستی کی ہر طاقت و قوت ،سلطنت ،نفع پہنچانے والی اور نقصان دہ چیز اس کے امر، حکم اور سلطنت کے تابع ہے اور خدا کی سلطنت و ارادہ کے علاوہ اس دنیا میں کسی چیز کا وجود مستقل نہیں ہے یہاں تک کہ انسان بھی اللہ سے دعا ،طلب اور سوال کے ذریعہ معاملہ کرنے سے بے نیاز نہیں ہے ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور یہودیوں کے اس قول: (ید اللہ مغلولۃ[1]) ''خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں '' سے اس کو منزہ قرار دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو قرآن کہتا ہے: (بَلْ یَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ[2]) ''بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں'' ہم اپنے تمام معاملات خدا سے وابستہ قرار دیتے ہیں ہم خدا کے ساتھ معاملہ کرنے اور جن سنتوں کو اللہ نے بندوں کے لئے رزق کا وسیلہ قرار دیا ہے ان کے مابین جدائی کے قائل نہیں ہیں اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہ تمام طاقتیں اور روشیں خداوند عالم کے ارادہ مشیت اور سلطنت کے طول میں ہم کو فائدہ یا نقصان پہنچاتی ہیںیہ خداوند عالم کے ارادہ اور سلطان کے عرض میں نہیں ہیں اور نہ ارادہ و سلطان سے جدا ہیں ۔ہم اپنے چھوٹے بڑے تمام امور میں اللہ کی رحمت، فضل اور حکمت سے یہی لولگاتے ہیں اور ہم اپنی زندگی میں اللہ کے ارادے اسکی توفیق اوراسکے فضل سے ہی لولگاتے ہیں ہم اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اللہ کے محتاج ہیں اور پوری زندگی میں اسکے فضل و رحمت

[1] سورۂ مائدہ آیت ۶۴۔
[2] سورۂ مائدہ آیت۶۳۔

،حمایت،توفیق اور ہدایت کے محتاج ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے امور کا استحکام ان کی تائید،ہدایت،توفیق کا سرپرست ہے۔ہم خدا وند عالم کی ذات کریمہ سے اس بات کی پناہ چاہتے ہیں کہ وہ ایک لمحہ کیلئے بھی ہم کو ہمارے حال پر چھوڑدے خدا سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ خود ہی ہماری حاجتیں پوری کرے اور ہم کو کسی غیر کا محتاج نہ بنائے ۔اس دعا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنی حاجتوں کو لوگوں سے مخفی رکھے جبکہ اس کائنات میں فطری اسباب موجود ہیں بشرطیکہ انسان خداوند عالم سے دعا کرے بلکہ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ انسان خداوند عالم سے یہ دعا کرے کہ خداوند عالم غیر سے اس کی حاجت کو،اپنی حاجت کے طول میں قرار دے ۔غیر پر اس کے اعتماد کو اپنے اعتماد کے طول میں قرار دے غیر سے معاملہ کرنے کو خود سے معاملہ کرنے کے طول میں قرار نہ دے اور نہ جدا قرار دے چنانچہ یہ کائنات تمام کی تمام ایسے اسباب پر مشتمل ہے جو خداوند عالم کے تابع ہیں اور خداوند عالم نے ان کو مخلوق کا تابع قرار دیا ہے ۔

ان اسباب کے ساتھ معاملہ کرنا ان کو اخذ کرنا ،ان پر اعتماد کرنا خداوند عالم کے ساتھ معاملہ کرنے ،خدا سے اخذ کرنے ،خدا پر اعتماد کرنے کے طول میں ہے نیز اس توحید کا جزء ہے جس کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے وہ نہ خدا کے ساتھ ہے اور نہ خدا وند عالم سے جدا ہے ۔اس روش کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ انسان کا فریضہ ہے کہ ہر چیز میں خداوند عالم کو پکارے ،ہر چیز کو خدا وند عالم سے طلب کرے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ،روٹی (کھانا) ،آٹے کے نمک اور جانوروں کی گھاس سے لیکر جنگ کے میدانوں میں دشمنوں پر کامیابی تک ہر چیز خداوند عالم سے مانگے۔اپنی حاجتوں اور دعاؤں میں سے کسی چیز میں غیر خدا کا سہارا نہ لے اور اس بات سے خدا وند عالم کی پناہ مانگے کہ وہ اس کو کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں اس کے حال پر چھوڑدے ۔

فعلی طور پر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم اس عام فضاء میں ہر چیز کے سلسلہ میں اللہ سے لولگائیں، ہر چیز اللہ سے طلب کریں یہ بات اس چیز سے کوئی منافات نہیں رکھتی کہ انسان جس کو اللہ نے پیدا کیا اور اس دنیا میں کچھ چیزیں اسکے لئے مسخر کردی ہیں اور وہ اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ مریض ہونے کی حالت میں اللہ سے شفامانگتا ہے پھر ان اسباب شفاء اور علاج کو علم طب اور دوا میں

ڈھونڈھتا جواس نے اِن میں قرار دئے ہیں۔بلکہ ہم تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر انسان تمام چیزوں کو چھوڑکر اور اس دنیا میں اللہ کی سنتوں کو بروئے کار نہ لاکر اللہ سے دعا کرتا ہے تو اسکی دعا قبول نہیں ہوتی اور وہ اس تیر چلانے والے کے مانند ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینکتا ہے۔یہ دقیق،پاک و صاف اسلامی ثقافت ہم کو اللہ سے رابطہ رکھنے اور اس کائنات میں اللہ کی سنتوں کے ساتھ ہماہنگی رکھنے کی دعوت دیتی ہے ۔ ہم اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعائیں اللہ سے طلب کرنے کا ذخیرہ ہیں اور بندہ خدا کے علاوہ کسی اور سے کوئی حاجت نہ رکھے،اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے،اپنی رسی کواللہ کی ریسمان سے ملا دے اور ہر اس چیز سے منقطع ہو جائے جو اس کو خدا سے منقطع کر دیتی ہے۔

امام زین العا بدین علیہ السلام دعامیں فر ما تے ہیں:(وَ لاَتَکِلْنِيْ اِلٰی خَلْقِکَ بَلْ تَفَرَّدْ بِحَاجَتِيْ،وَتَوَلَّ کِفَایَتِيْ،وَانْظُرْ اِلَيَّ، وَانْظُرْ لِيْ فِيْ جَمِیْعِ اُمُوْرِيْ[1]) ''اور مجھے اپنی مخلوقات کے حوالہ نہ کر دینا تو تن تنہا میری حاجت روا کرنا ،اور میرے لئے کا فی ہو جانا ،اور میری طرف نگاہ رکھنا ،اور میرے تمام امور پر اپنی نظریں رکھنا ''

حضرت ا مام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں :(اَللّٰھُمَّ مَااَخَافُ فَاکْفِنِيْ وَمَااَحْذَرُ فَقِنِيْ،وَفِيْ نَفْسِيْ وَدِیْنِيْ فَاحْرُسْنِيْ،وَفِيْ سَفَرِيْ فَاحْفَظْنِيْ،وَفِيْ اَھْلِيْ وَمَالِيْ فَاخْلُفْنِيْ،وَفِیْمَارَزَقْتَنِيْ فَبَارِکْ لِيْ وَفِيْ نَفْسِيْ فَذَلِّلْنِيْ،وَفِيْ اَعْیُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِيْ وَمِنْ شَرِّالْجِنِّ وَالْاِنْسِ فَسَلِّمْنِيْ،وَبِذُنُوْبِيْ فَلَاتَفْضَحْنِيْ،وَبِسَرِیْرَتِيْ فَلَا تُخْزِنِيْ،وَبِعَمَلِيْ فَلَاتَبْتَلِنِيْ،وَنِعَمَکَ فَلَاتَسْلُبْنِيْ وَاِلٰی غَیْرِکَ فَلَاتَکِلْنِيْ[2]) ''خدایا جس چیز کا مجھے خوف ہے اس کیلئے کفایت فرما اور جس چیز سے پرہیز کرتا ہوں اس سے بچالے اور میرے نفس اور میرے دین میں میری حراست فرما اور میرے سفر میں میری حفاظت فرما اور میرے اہل اور مال کی کمی پوری فرما اور جو رزق مجھ کو دیا ہے اس میں برکت عطا فرما مجھے خود میرے نزدیک ذلیل بنادے اور مجھ کو لوگوں کی نگاہ میں صاحب عزت قرار دے اور جن وانس کے شر سے محفوظ رکھنا اورگنا ہوں کی وجہ

[1] صحیفہ کاملہ سجا دیہ دعا نمبر ۲۲۔
[2] دعا عرفہ امام حسین علیہ السلام ۔

سے مجھے رسوا نہ کرنا میرے اسرار کو بے نقاب نہ فرمانااور میرے اعمال میں مجھے مبتلا نہ کرنا اور جو نعمتیں دیدی ہیں انھیں واپس نہ لینااور مجھ کو اپنے علاوہ کسی اور کے حوالہ نہ کرنا ''اب ہم دعا اور دعا قبول ہونے کے درمیان رابطہ کو بیان کرتے ہیں ۔

دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ

حاجت اور فقر کی طرف متوجہ ہونا ایک راز ہے جسکے ذریعہ ہم دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ کو کشف کرتے ہیں ،اور یہ سمجھتے ہیں کہ دعا رحمت کی کنجی کیسے ہے اور دعا سے اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوتی ہے ۔بیشک ہر دعا فقر کی طرف متوجہ ہونے کے درجہ کو مجسم کر دیتی ہے اوراللہ کی طرف حاجت کے مرتبہ کو معین و مشخص کرتی ہے۔انسان جتنا زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرے گا اتنی ہی اس کی دعا قبولیت سے زیادہ قریب ہوگی اور اللہ کی رحمت انسان سے بہت زیادہ قریب ہو جائیگی ۔ اللہ اپنی رحمت کے نازل کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتا بلکہ اللہ کی رحمت بندوں کی سرشت و طینت کے اعتبار سے مختلف طریقوں سے نازل ہوتی ہے ۔

یہ تعجب خیز بات ہے کہ حاجت اور فقر ،اور حاجت اور فقر کی طرف متوجہ ہونا یہ انسان کا ظرف ہے جسکے ذریعہ وہ اللہ کی رحمت کو حاصل کرتا ہے ۔اور جتنا زیادہ انسان اپنے فقر کی طرف متوجہ اور اللہ کی بارگاہ میں دادو فریاد کرے گا اتنا ہی زیادہ اس کا ظرف اللہ کی رحمت حاصل کرنے کیلئے وسیع ہو جائیگا ۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی ضرورت کے مطابق عطا کرتا ہے اور ہر انسان اپنے ظرف کے مطابق ہی اللہ کی رحمت کو پاتا ہے اور جس کا ظرف زیادہ وسیع ہوگا اللہ کی رحمت کا حصہ بھی اس کے لئے اتنا ہی زیادہ ہوگا اب ہم دعا کو مختصر تین کلموں میں بیان کرتے ہیں : ۱۔فقر کی ضرورت ۔

۲۔فقر سے آگاہی ۔

۳۔حاجت طلب کرنا ،اس کو وسیع کرنا اور اللہ کے حضور میں پیش کرنا ۔

تیسرا کلمہ دوسرے کلمہ سے جدا ہے اور دوسرا کلمہ پہلے کلمہ سے جدا ہے ۔ بیشک ضرورت اور ہے اور ضرورت سے باخبر ہو نا اور ہے ۔ کبھی انسان ہر چیز کا اللہ سے اظہار نہیں کرتا ۔اور کبھی انسان ضرورت سے متعلق اللہ کا محتاج ہوتا ہے لیکن وہ اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اچھا نہیں سمجھتا اور اللہ سے مانگنے، سوال کرنے اور دعا کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا ہے ۔لیکن جب تک یہ تینوں کلمے ایک ساتھ جمع نہیں ہوں گے اس وقت تک دعا متحقق نہیں ہو سکتی ۔ یہاں پر ضرورت، فلسفی اعتبار سے ہے صرف حادث ہونے کے اعتبار سے ضرورت نہیں ہے جیسے ایک عمارت کی تعمیر کے لئے انجینئر اور معماروں کی ضرورت ہوتی ہے عمارت حادث اور باقی رہنے کی محتاج ہے جس طرح جب تک بجلی کا سوئچ آن رہیگا اس وقت تک بلب روشن رہے گا اور جیسے ہی سوئچ آف ہو گا ویسے ہی بلب کی روشنی بھی ختم ہو جائیگی ۔

حدوث اور بقاء کے اعتبار سے انسان بھی اسی طرح اللہ کا محتاج ہے،انسان کا وجود ،اسکا چلنا پھرنا اور اسکی زندگی سب اللہ سے مربوط ہیں ہر صورت میں ہر حال میں وہ اللہ کا محتاج ہے ۔خداوند عالم فرماتا ہے:(یاأَیُّھَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلیٰ اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَالْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ[۱]) ''انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد وثنا ہے'' ضرورت اور فقر دونوں ہی سے انسان پر اسکے ظرف کے اعتبار سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ خواہ انسان ان دونوں کو اللہ کے حضور میں پیش کرے یا پیش نہ کرے لیکن ضرورت و فقر کا اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور اس سے کھل کر مانگنا اللہ کی رحمت کو جذب کرنے کیلئے زیادہ قوی ہے۔اب ہم فقر اور فقر کے اللہ کی رحمت سے رابطہ، فقر سے آگاہی اور اسکو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے اور اس سے آگاہی اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے بعد کے متعلق گفتگو کرتے ہیں:حاجت سے باخبر ہونے سے پہلے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے حاجت: اللہ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا حاجت کی ضرورت کے مطابق رحمت نازل کرتا ہے یہاں تک کہ اگرچہ حاجت سے باخبر ہونے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے ہی کیوں نہ ہو

---

[۱] سورۂ فاطر آیت۱۵۔

اسکی مثال اس سوکھی زمین کے مانند ہے جو پانی کو جذب کرلیتی ہے اور چوس لیتی ہے۔ جس طرح اللہ سے غرور وتکبر کرنا اس سخت زمین کے مانند ہے جس پر پانی ڈالا جائے تو وہ اس کو اپنے سے دور کردیتی ہے۔یعنی اپنے اندر جذب نہیں کرتی ہے۔اسی طرح اللہ کی عبادت اور دعا نہ کرنے والوں پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی اور ان کو کچھ نہیں ملتا ہے۔بیشک فقر اور رحمت کے درمیان تکوینی تعلق ہے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے،اللہ سے فقر انسان کو اسکی رحمت سے قریب کرتا ہے اور اللہ کی رحمت ضرور ت اور فقر کے مقامات کو تلاش کرتی ہے جس طرح بچہ کی کمزوری اور اسکی ضرورت کے درمیان مہربان ماں اور اسکی عطوفت کا رابطہ ہے ان میں سے ہر ایک،ایک دوسرے کو چاہتا ہے بچہ کی کمزوری، مہربان ماں کو تلاش کرتی ہے اور مہربان ماں اور اسکی رحمت و عطوفت دونوں بچہ کی کمزوریوں کو تلاش کرتی ہیں۔بلکہ ممکنات کے دائرہ حدود میں ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے بچہ کی کمزوری کی رعایت کرنے میں ماں کی ضرورت بچہ کو مہربان ماں کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

اسی طرح عالم تعلیم دینے کی خاطر جاہل کو ڈھونڈھتا ہے جس طرح جاہل کچھ سیکھنے کی خاطر عالم کی تلاش میں رہتا ہے۔عالم کی جاہل کو تعلیم دینے کی ضرورت جاہل کی عالم سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔ حکیم مریضوں کا علاج کرنا چاہتا ہے اور مریضوں کا علاج کرنے کی خاطر وہ اپنی ڈگری کا اعلان کرتا ہے جس طرح مریض حکیم کی تلاش میں رہتا ہے حکیم کو مریض کی ضرورت مریض کو حکیم کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔طاقتور،کمزور کی مدد کرنے کی تلاش میں رہتا ہے جس طرح کمزور اس تلاش میں رہتا ہے کہ طاقتور میری مدد کرے ،بیشک طاقتور کی کمزور کی مدد کرنے کی ضرورت،کمزور کی طاقتور سے اپنی حمایت و مدد کی ضرورت سے کم نہیں ہے ۔بیشک تمام چیزوں میں یہ اللہ کی سنت ہے۔

یہی حال اللہ کی رحمت اور بندوں کی ضرورت کا ہے جس طرح ضرورت و حاجت رحمت طلب کرتی ہے اسی طرح رحمت، فقر اورضرورت کی تلاش میں رہتی ہے اور خداوند سبحان حاجت و ضرورت سے منزہ ہے اور وہ محتاج نہیں ہے لیکن اللہ کی رحمت

حاجت وضرورت کے مقامات کی تلاش میں رہتی ہے۔ بخل سے کام لینا اللہ کے شایان شان نہیں ہے اوراس کی رحمت کے مرتبوں میں اختلاف بندے کی ضرورت وحاجت کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ زمین سے اگنے والے دانہ کو گرمی،روشنی،پانی اور ہواکی ضرورت ہے تو اللہ نے اسکے لئے حرارت ،نور،پانی اور ہوا کی مقدار معین فرمائی لیکن تکوین کی زبان میں اس حاجت و ضرورت کو طلب اور سوال کہا جاتا ہے۔خداوند عالم فرماتا ہے:(یَسْأَلُہُ مَن فِیْ السَّمٰوَاتِ وَالأرْضِ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَأْنٍ[1]) ''آسمان و زمین میں جوکچھ بھی ہے سب اسی سے سوال کرتے ہیں اور وہ ہر روز ایک نئی شان والا ہے'' بیشک جب شیر خوار بچہ کو سخت پیاس لگتی ہے اور وہ بذات خود کسی چیز کے ذریعہ اسکا اظہار کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو خداوندعالم نے اسکورونے اور چیخنے کی تعلیم دی اور اسکے ماں باپ کے دل کو اس کے لئے مہربان کردیا تاکہ وہ اس کی دیکھ بھال کریں اور اس کو سیراب کریں ۔ شیر خوار بچہ کی بھوک و پیاس اللہ کی رحمت اور اسکی مہربانی کو بغیر کسی طلب و دعاکے نازل کرتی ہیں۔ مریض جب اپنے دردوالم کا احساس کرتا ہے تو اسکے ذریعہ بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

جب ہم اللہ کی معصیت و نافرمانی کرتے ہیں اور گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں تو ہم اللہ سے اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی بخشش و مغفرت اپنے سوال اور دعا کے ذریعہ چاہتے ہیں اور کبھی کبھی بغیر سوال اور دعا کے بھی مغفرت حاصل ہو جاتی ہے،جب بندہ اپنے مولا کی سرکشی نہ کرے ، قسی القلب نہ ہو اور رحمت خدا سے دور نہ کیا گیا ہوخداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: (قُلْ یَاعِبَادِیَ الَّذِیْنَ أَسْرَفُوْاعَلیٰ أَنْفُسِھِمْ لَاتَقْنَطُوْامِنْ رَّحْمَۃِاللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُالذُّنُوْبَ جَمِیْعاًاِنَّہُ ھُوَالْغَفُوْرُالرَّحِیْمُ[2]) ''پیغمبر آپ پیغام پہنچا دیجئے کہ اے میرے بندوجنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والااور مہربان ہے''

[1] سورۂ رحمن آیت۲۹۔
[2] سورۂ زمرآیت ۵۳

کتنے ایسے بھوکے فقیر ہیں جن کو خداوند عالم بغیر سوال اور دعا کے رزق عطا کرتا ہے۔ کتنے ایسے مجبور و ناچار ہیں جو سمندر کی لہروں میں آجاتے ہیں یا غرق ہونے والے ہوتے ہیں یا تلوار کی دھار کے نیچے آجاتے ہیں یا آگ کے اندر گھر جاتے ہیں اور بغیر سوال ودعا کے خدا ان کو بچالیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔ کتنے ایسے پیاسے ہیں جواپنی جان دینے کے قریب ہو تے ہیں لیکن اللہ کی رحمت بغیر کسی سوال و طلب کے ان کو موت سے نجات دیتی ہے ۔ کتنے ایسے انسان ہیں جن کو خطروں کا سامنا کرنا پڑا اور وہ خطروں سے دو کمان کے فا صلہ پر تھے جبکہ ان کو کبھی معلوم تھا اور کبھی نہیں معلوم تھا اس وقت خداوند عالم کی پردہ پو شی نے آکر ان کو نجات دی ۔ کتنے ایسے انسان ہیں جن پرزندگی کے راستے بند ہو جاتے ہیں لیکن خداوند عالم ان کے لئے ہزار راستے کھول دیتا ہے اور یہ سب کچھ بغیر کسی سوال و دعا اور طلب کے ہوتا ہے۔ کتنے ایسے شیر خوار بچے ہیں جن کے شامل حال خداوند عالم کی رحمت ہوتی ہے جبکہ وہ اللہ سے نہ کوئی سوال کرتے ہیں اور نہ دعا کرتے ہیں[1]۔

دعاء افتتاح میں وارد ہوا ہے: (فکم یاالٰهي من کربة قد فرّجتها،وهموم قد کشفتها،وعثرة قد اقلتها، ورحمةقد نشرتها و حلقةبلاء قد فککتها) ''اے میرے خداتو نے کتنے ہی غموں کو دور کیا ہے کتنے ہی مصیبتوں کو ختم کیا ہے اور کتنی ہی لغزشوں کو معاف کر دیا ہے اور رحمت کو پھیلا دیا ہے اور بلاؤں کی زنجیروں کو کھول دیا ہے'' ایام رجب کی دعاؤں میں وارد ہوا ہے: (یامن یعطي مَن سألہ،یامَن یعطي مَن لم یسألہ ومَن لم یعرفه تحنّنا منه ورحمة) ''اے وہ خدا جو اسے عطا کرتا ہے جو اس سے سوال کرتا ہے اے وہ جو اسے عطا کرتا ہے جو اس سے سوال نہ کرے اور جو اس کو نہ پہچانے اپنی رحمت و لطف سے مجھ کو عطا کر'' اور مناجات رجبیہ میں آیا ہے: (ولکن عفوک قبل عملنا) ''اور لیکن تیرا عفو ہمارے عمل سے پہلے سے ہے'' بیشک اللہ کی بخشش کو ہمارے گناہوں کی ضرورت ہے۔

[1] اس کا مطلب یہ نہیں کہ لوگ زلزلہ میں عما رتوں کے نیچے نہیں مرتے یا آگ لگنے کی صورت میں نہیں جلتے ، سمندروں کی گہرا ئیوں میں نہیں مرتے ،کو ئی انسان بیما ری اور درد سے نہیں مرتا ،کو ئی شیر خوار بچہ نہیں مرتا چنانچہ خدا وند عالم نے اپنی رحمت و حکمت کی وجہ سے اس کا ئنات کو بہراکر دیا ہے تو جب حکمت الٰہی انسان یاحیوان یا نباتات میں کسی اہم چیز کے وقوع کا تقاضا کر تی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم خداوند عالم کے فضل اور صفات حسنیٰ کے دو سرے رخ یعنی رحمت کا انکار کر دیں ۔کچھ لوگ ایسے ہو تے ہیں جو بلا اور پریشانی میں حکمت اور روش خدا کے تا بع ہو تے ہیں وہ آسانی اور مشکل نیز زند گی کے سخت لمحات میں رحمت الٰہی کا احساس نہیں کرتے، کچھ لوگ ایسے ہو تے ہیں جو اپنی زند گی کے سخت اضطراری لمحات میں خدا وند عالم کی رحمت واسعہ سے آشنا نہیں ہو تے ہیں۔

حاجت اور فقر کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ہم اس سلسلہ میں ایک مشہور و معروف رومی عارف کے اشعار میں سے ایک شعر کا ترجمہ ذکر کرتے ہیں: رومی عارف کا کہنا ہے: پانی نہ مانگو اور اتنی پیاس مانگو کہ تمہارے چاروں طرف پانی کے چشمے پھوٹ جائیں۔ اللہ کی رحمت اور اللہ کے بندوں کی حاجت و ضرورت کے مابین رابطہ کی طرف حضرت علی علیہ السلام کی مناجات میں اشارہ کیا گیا ہے: مولیی یا مولاي انت المولیٰ وانا العبد، وهل یرحم العبدَ اِلَّا المُولیٰ؟ مُوْلاَيَ یامُوْلاَيَ اَنْتَ المَالِکُ وَاَنَا المَمْلُوْکُ وَھَلْ یَرْحَمُ المَمْلُوْکَ اِلَّا المَالِکُ؟ مُوْلاَيَ یامُوْلاَيَ اَنْتَ العَزِیْزُ وَاَنَا الذَّلِیْلُ وَھَلْ یَرْحَمُ الذَّلِیْلَ اِلَّا العَزِیْزُ؟مُوْلاَيَ یامُوْلاَيَ اَنْتَ الخَالِقُ وَاَنَا المَخْلُوْقُ وَھَلْ یَرْحَمُ المَخْلُوْقَ اِلَّا الخَالِقُ؟ مُوْلاَيَ یامُوْلاَيَ اَنْتَ القَوِيُّ وَاَنَا الضَّعِیْفُ وَھَلْ یَرْحَمُ الضَّعِیْفَ اِلَّاالقَوِيُ؟مُوْلاَيَ یامُوْلاَيَ اَنْتَ الغَنِيُّ وَاَنَا الفَقِیْرُ وَھَلْ یَرْحَمُ الفَقِیْرَ اِلَّا الغَنِيُ ؟مُوْلاَيَ یامُوْلاَيَ اَنْتَ المُعْطِيُ وَاَنَا السَّاءِلُ وَھَلْ یَرْحَمُ السَّاءِلَ اِلَّا المُعْطِيُ؟ مُوْلاَيَ یامُوْلاَيَ اَنْتَ الحَيُّ وَاَنَا المَیِّتُ وَھَلْ یَرْحَمُ المَیِّتَ اِلَّا الحَيُّ؟''اے میرے مولا اے میرے مولا تو مولا ہے اور میں بندہ ہوں اور بندے پر مولا کے علاوہ اور کون رحم کرے گا ؟اے میرے مولا اے میرے مولا تو مالک ہے اور میں مملوک ہوں اور مملوک پر مالک کے سوا کون رحم کرے گا ؟

مولا اے میرے مولا تو عزت و اقتدار والا ہے اور میں ذلت و رسوائی والا اور ذلیل پر عزت والے کے علاوہ اور کون رحم کرے گا ؟اے میرے مولا اے میرے مولا تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں اور مخلوق پر خالق کے سوا کون رحم کرے گا ؟اے میرے مولا اے میرے مولا تو عظیم ہے اور میں حقیر ہوں اور حقیر پر سوائے عظیم کے کون رحم کرے گا ؟مولا اے میرے مولا تو طاقتور ہے اور میں کمزور ہوں اور کمزور پر طاقتور کے علاوہ اور کون رحم کرے گا ؟مولا اے میرے مولا تو مالدار ہے اور میں محتاج ہوں اور محتاج پر مالدار کے علاوہ اور کون رحم کرے گا ؟مولا اے میرے مولا تو عطا کرنے والا ہے اور میں سائل ہوں اور سائل پر سوائے عطا کرنے والے کے اور کون رحم کرے گا ؟میرے مولا اے میرے مولا تو زندہ ہے اور میں مردہ ہوں اور مردہ پر سوائے زندہ کے اور کون رحم کرے گا ؟

ضرورت سے پہلے دعا کرنا

جس حاجت و فقر کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے اور اس کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے،اس سے دعا کرتا ہے اور اس سے طلب کرتا ہے (وہ فقر کی طرف متوجہ ہونے کے بعد دعا کرنا ہے)۔ضرورت سے با خبر ہونے اور طلب سے متصل ضرورت کے ذریعہ اللہ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے اس حاجت و ضرورت کی نسبت جو دعا سے متصل نہیں ہوتی ہے ۔ دونوں کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے لیکن حاجت جب طلب اور دعا سے متصل ہوتی ہے تو اللہ کی رحمت کو زیادہ جذب کرتی ہے اور اللہ کی رحمت غیر کی نسبت اس کو زیادہ جواب دیتی ہے۔اور اسی حاجت کی طرف سورۂ نمل کی اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے :(أمّن یُجیبُ المُضطَرَّ اذَادَعاہُ وَیَکشفُ السُّوءَ[1]) ''بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی آواز کو سنتا ہے جب وہ آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے'' آیہ کریمہ میں دوباتوں پر زیادہ توجہ دی گئی ہے اضطرار اوردعا (المُضطَرَّ اذَادَعاہُ[2]) اور ان دو نوعیتی اضطرار اور دعا میں سے ہرایک رحمت کو جذب کرتا ہے جب اضطرار اور دعا دونوں جمع ہو جائیں تو رحمت کا نازل ہونا ضروری ہے ۔ اسلام میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا اور سوال کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس کی رحمت کو حاصل کرنے کیلئے اس کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو پیش کرنے اور اس کے سامنے اپنی حاجت کی تشریح کرنے پر بھی زور دیاگیا ہے ۔اسلامی نصوص میں حاجت برآوری کو دعا سے مربوط قرار دیا گیاہے :(وَقَالَ رَبّکم اُدعُونِيْ اَستَجِبْ لَکُم[3])''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرومیں قبول کرونگا''اور قرآن نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کے بندے کی قدر و قیمت اس بندے کی دعا کے ذریعہ ہی ہے : (قُلْ مَایَعْبَؤُابِکُمْ رَبِّيْ لَوْلَادُعَاؤکُمْ[4]) ''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پروا بھی نہ کرتا'' قرآن کریم نے تو اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر کوئی دعا سے منحرف ہوتا ہے تو وہ اللہ کی عبادت کرنے سے

---

[1] سورۂ نمل آیت ۶۲۔
[2] سورۂ مومن آیت ۶۰۔
[3] سورۂ فرقان آیت ۷۷۔
[4] سورۂ مومن آیت ۶۰۔

اکڑنے والا قرار دیا جاتا ہے : (اُدْعونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ اِن الَّذِيْن يَسْتَكْبِرُوْن عَن عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْن جَهَنَّم دَاخِرِيْن) ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں تین قوانین

اب ہمارا سوال یہ ہے کہ جب حاجت و ضرورت دعا کے ساتھ ہوتی ہے تو رحمت کے نزول میں تیزی کیسے آجاتی ہے اور دعا و استجابت کے درمیان رابطہ کی شدت اور اس پر زیادہ زور دینے کی کیا وجہ ہے ؟ در حقیقت ہم نے اس فصل کا آغاز اسی سوال کا جواب دینے اور دعا و استجابت کے درمیان رابطہ کی تحلیل کرنے کیلئے کیا ہے ۔ اس سوال کا جواب یہ ہے : دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تین قوانین ہیں: ۱۔اللہ کی رحمت اور فقر و حاجت کے درمیان رابطہ ؛ ہم اس قانون کو پہلے وضاحت کے ساتھ بیان کرچکے ہیں لہٰذا اب اس کو دوبارہ نہیں دُہرائیں گے اور دعا کی ہر حالت، حاجت اور فقر میں اللہ کی رحمت کی متضمن ہوتی ہے اور یہ اللہ کی رحمتوں کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے ۔

۲۔ فقر اور حاجت میں اللہ کی رحمت سے آگاہ ہوجانے کے بعد رابطہ ۔ آگاہ ہوجانے کے بعد ضرورت اور آگاہ ہونے سے پہلے ضرورت کے مابین فرق ہے ۔ان میں سے ہر ایک حاجت و ضرورت ہے اور ہر ایک سے اللہ کی رحمت مجذوب ہوتی ہے اور نازل ہوتی ہے لیکن ان میں سے ایک باخبر ہونے سے پہلے اور ایک فقر و حاجت سے باخبر ہو جانے کے بعد ہے ۔ جس حاجت وضرورت سے انسان باخبر نہیں ہوتا اس میں وہ اللہ کا محتاج ہوتا ہے اور وہ اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھی تو وہ اللہ کو پہچانتا بھی نہیں۔ لیکن فقر وضرورت سے آگاہ انسان اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو اللہ بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور یہ باخبر ہونا ہی اس کے اللہ سے محتاجی کو تاریکی سے نکال کر باخبر ہونے تک پہنچادیتا ہے حالانکہ حاجت و ضرورت سے ناسمجھ و بے خبر انسان تاریکی میں گھر جاتا ہے اور وہ اس کو سمجھ بھی نہیں پاتا ۔ لیکن وہ فقیر و محتاج جو اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے وہ اللہ کی رحمت اور اس کا فضل چاہتا ہے حالانکہ اپنی ضرورتوں سے ناآگاہ فقیر اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ

میں پیش نہیں کرتاہے گویا حاجتوں سے باخبر انسان حاجت وضرورت کی حالت سے صحیح معنوں میں دو چار ہوتا ہے اور ضرورت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اللہ کی رحمت کو قبول کرنے کیلئے نفس وسیع ہوگا اور ہم پہلے یہ بیان کرچکے ہیں کہ اللہ کی رحمت کے خزانوں میں نہ بخل ہے اور نہ مجبوری ۔ہاں اللہ کی رحمت کو قبول کرنے کیلئے لوگوں کے ظروف مختلف ہوتے ہیں ۔جس انسان کا ظرف بہت زیادہ بڑا ہوگا اللہ کی رحمت میں اس کا حصہ اتنا ہی زیادہ ہوگا اور ظرف سے مراد یہاں پر ضرورت ہے یعنی جس ضرورت کی کوئی اہمیت ہو اور انسان اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے ۔ایک خطاکار مجرم کیلئے جب سولی کا حکم صادر کیا جاتا ہے تو وہ اس سے باخبر ہوتا ہے ۔وہ عوام الناس اور حکام کے دلوں کواپنی طرف اس جرم سے زیادہ معطوف کرتا ہے جواپنے لئے سولی کا حکم نافذ کرانا چاہتا ہے اور اس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اسے کہاں جانا ہے ۔

سولی کا حکم صادر ہونے کے متعلق دونوں برابر کا علم رکھتے ہیں۔ہاں وہ مجرم جواپنے جرم کا معترف اور اپنی سزا سے واقف ہے وہ دوسروں کے مقابلہ میں لوگوں سے زیادہ رحمت کا خواستگار ہوتا ہے کیونکہ ایسا شخص جرم اور سزا کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتا ہے جبکہ دوسرے افراد جرم اور سزا کی طرف اتنا متوجہ نہیں ہوتے ۔

بارگاہ خدامیں احساس نیازمندی کی علامتیں

باخبر ضرورت کو دعاؤں کے ذریعہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کی چند نشانیاں اور علامتیں ہیں۔جتنا زیادہ انسان اپنی ضرورتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اتنا ہی یہ نشانیاں اسکی دعاؤں میں واضح ہوتی ہیں۔ان نشانیوں میں سے اہم نشانیاں :دعامیں خشوع،خضوع،رونا گڑگڑانا ،اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اپنی مجبوری کا اظہار کرنا ہیں۔اسلامی نصوص میں دعاؤں میں ان تمام حالتوں اور نشانیوں پر زور دیا گیا ہے،اور دعاء کی قبولیت میں ان باتوں پر زور دیا گیا ہے۔ حقیقت میں یہ علامتیں دعا میں دوسرے اور تیسرے سبب پر توجہ دینے کو کشف کرتی ہیں۔وہ دونوں سبب ضرورتوں کی اطلاع ہونااور سوال کرنا ہے اور جتنا ہی انسان دعامیں خضوع وخشوع کرے گا اتنی ہی اسکی طلب وچاہت میں شدت ہوگی اور انسان اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے گا ۔

ان حالتوں میں دعا قبول ہونے کے یہی دو اسباب ہیں ان حالات اور ان کی طرف رغبت کو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے جن میں سے کچھ اسباب کو ہم ذیل میں بیان کر رہے ہیں: خداوند عالم کا ارشاد ہے:۱:(تَدْعُونَہُ تَضَرُّعاً وَخُفْیَۃً[1]) ''جسے تم گڑگڑاکر اور خفیہ طریقہ سے آواز دیتے ہو'' ۲):وَادْعُوہُ خَوْفاً وَطَمَعاً اِنَّ رَحْمَۃَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ[2]) ''اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امید وار بن کر دعا کرو کہ اس کی رحمت صاحبانِ حسن عمل سے قریب تر ہے'' تضرع اور خوف یہ دو نوں حالتیں انسان کو اللہ کی بار گاہ میں اپنی ضرور توں کو پیش کرنے کے بارے میں زور دیتی ہیں ۔ اور طمع وہ حالت ہے جو انسان کو اس چیز کی رغبت دلاتی ہے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے بندہ اس کو حاصل کرے ۔ خفیہ (رازدارانہ)طور پر دعا کرنا انسان کو اللہ کی بارگاہ میں حاضری دینے پر آمادہ کرتا ہے۔

۳۔ (وَذَاالنُّوْنِ اِذْذَھَبَ مُغَاضِباً فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَقْدِرَعَلَیْہِ فَنَادیٰ فِیْ الظُّلُمَاتِ اَنْ لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَالَہُ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِیْ الْمُؤْمِنِیْنَ[3]) ''اور یونس کو یاد کرو جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جا کر آواز دی کہ پرور دگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا ۔تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلا دی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں'' اس آیت میں بندہ کی طرف سے خداوند عالم کی بارگاہ میں ظلم کا اعتراف اور اقرار ہے : (سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ[4]۔) ''پرور دگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا''

ظلم کا اقرار کرنا ظلم سے با خبر ہونا ہے اور اس سے گناہگار انسان اپنے نفس میں استغفار کا بہت زیادہ احساس کرتا ہے اور جتنا ہی انسان اپنے ظلم اور گناہ سے با خبر ہو گا اتنا ہی وہ اللہ سے استغفار کرنے کے لئے زیادہ مضطر و بے چین ہو گا ۔

[1] سورۂ انعام آیت ۶۳ ۔
[2] سورۂ اعراف آیت ۵۶۔
[3] سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔۸۸۔

[4] سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔

۴ : (وَیدْعُوْنَنَا رَغَباً وَرَهْباً وَکَانُوْالَنَا خَاشِعِیْنَ [1]) ''اور رغبت اور خوف کے عالم میں ہم کو پکارنے والے تھے'' ، رغبت، خوف اور خشوع وہ نفسانی حالات ہیں جو اپنی حاجتوں سے با خبر انسان کو اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر زور دیتی ہیں ۔ انسان اللہ کے عذاب سے خوف کھاتا ہے اور اللہ کے رزق اور ثواب سے اس کو رغبت ہوتی ہے ۔

۵ : (اَمَّن یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّاِذَادَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْءَ [2]) اضطرار وہ نفسانی حالت ہے جو انسان کے اپنی حاجتیں اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر زور دیتی ہے اور انسان کا اپنی ضرورتوں سے با خبر ہونا اللہ کے علاوہ دوسرے تمام وسیلوں سے دور کرتا ہے (یعنی صرف اللہ ہی نجات دے سکتا ہے) ۔

٦ ۔ : (یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً [3]) ''اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور طمع کی بنیاد پر پکارتے رہتے ہیں'' اپنی حاجتوں سے با خبر انسان جتنا زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی مجبوری و لاچاری کا اظہار کرے گا خدا وند عالم اسی سوال اور حاجت کے مطابق اس کو عطا کرے گا خداوند عالم کا ارشاد ہے: (وَادْعُوْهُ خَوْفاً وَطَمَعاً اِنَّ رَحْمَۃَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ [4]) ''اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امید وار بن کر دعا کرو کہ اس کی رحمت صاحبانِ حسن عمل سے قریب تر ہے'' اللہ کی رحمت بندے سے اتنی ہی قریب ہوگی جتنا وہ اپنے نفس میں اللہ کے عذاب سے خوف کھائے گا اور اللہ کے احسان کی طمع کرے گا ۔

انسان کے نفس میں جتنا زیادہ خوف ہوگا اتنی ہی اس کے نفس میں تڑپ پیدا ہوگی، اللہ کی بارگاہ میں اس کی دعا استجابت سے زیادہ قریب ہوگی اور اللہ کے رزق و ثواب کے لئے جتنی طمع انسان کے اندر ہوگی تو اتنی ہی زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی دعا قبول ہونے کے نزدیک ہوگی ۔

---

[1] سورۂ انبیاء آیت ۹۰ ۔
[2] سورۂ نمل آیت ۶۲۔
[3] سورۂ سجدہ آیت ۱۶۔
[4] سورۂ اعراف آیت ۵۵۔

۳۔دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ اور یہ بالکل واضح وروشن قانون ہے جس کو انسان بذات خود فطری طورپر سمجھ سکتا ہے اور آیہ کریمہ اسی چیز کو بیان کرتی ہے:(اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[۱]) بیشک ہر دعا قبول ہوتی ہے اور خداوند عالم اس فرمان کا یہی مطلب ہے :(اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ)اور یہ فطری و واضح قانون ہے جس کو انسان کی فطرت تسلیم کرتی ہے اور یہ عام قانون ہے لیکن اگر کوئی دعا قبول ہونے کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوجائے تو دوسری بات ہے۔دوطرح کی چیزیں دعا قبول ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہیں:ا۔مسؤل عنہ جس سے سوال کیا جائے اس کی طرف سے کچھ رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں۔

۲۔سائل(سوال کرنے والے)کی طرف سے کچھ رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں۔مسؤل (جس سے سوال کیا جائے)کی طرف سے آڑے آنے والی رکاوٹیں جیسے دعا قبول کرنے سے عاجز ہوجائے ،دعا قبول کرنے میں بخل کرنے لگے ۔کبھی بذات خودسائل کی طرف سے رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں جیسے دعا قبول کرنا بندہ کے مفاد میں نہ ہو اور بندہ اس سے جاہل ہو اور اللہ اسکو جانتا ہے۔پہلی قسم کی رکاوٹیں اللہ کی سلطنت کے شایان شان نہیں ہیں چونکہ خداوند عالم بادشاہ مطلق ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے فوت ہوتی ہے،نہ ہی کوئی چیز اسکی سلطنت و قدرت سے باہر ہوسکتی ہے،نہ ہی اسکے جودوکرم کی کوئی انتہا ہے ،نہ اسکے خزانہ میں کوئی کمی آتی ہے اور کثرت عطا اس کے جودوکرم سے ہی ہوتی ہے۔پس معلوم ہواکہ دعا کے قبول ہونے میں پہلی قسم کی رکاوٹوں کے تصور کرنے کا امکان ہی نہیں ہے ۔

لیکن سائل کی طرف سے دعا قبول نہ ہونے دینے والی رکاوٹوں کا امکان پایا جاتا ہے اور سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خداوند عالم بہت سے بندوں کی دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے لیکن وہ ایسا اپنے عاجز ہوجانے یا بخیل ہوجانے کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے علم کی بناء پر یہ جانتا ہے کہ اس بندے کے لئے دعا کا دیر سے قبول کرنا بہتر ہے اور سب اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس صورت میں دعاکا قبول ہونا بندے کیلئے مضر ہے اور خدا بندے کی دعا قبول نہیں کرتا لیکن اس دعا کے بدلہ میں اسکو دنیا میں

---

[۱] سورۂ مومن آیت ۶۰۔

بہت زیادہ خیر عطا کر دیتا ہے اور اسکے گناہوں کو بخش دیتا ہے یا اسکے درجات بلند کر دیتا ہے۔یا اسکو یہ سب چیزیں عطا کر دیتا ہے۔ پہلے ہم پہلی قسم کے موانع سے متعلق بحث کریں گے،اسکے بعد دوسری قسم کے موانع کے سلسلہ میں بحث کریں اسکے بعد دعا اور اجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ پر روشنی ڈالیں گے۔

پہلی قسم کے موانع دعا

پہلی قسم کے موانع (رکاوٹوں) کا کوئی وجود ہی نہیں ہے،جیسا کہ ہم اللہ کی سلطنت کے متعلق عرض کر چکے ہیں کہ خدا کی سلطنت مطلق ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہوتا،کوئی چیز اس سے چھوٹ نہیں سکتی،اسکی سلطنت اور قدرت کی کوئی حد نہیں ہے،کائنات میں ہر چیز اسکی سلطنت اور قدرت کیلئے خاضع ہے اور جب وہ کہہ دیتا ہے تو کوئی چیز اسکے ارادے اور امر سے سرپیچی نہیں کر سکتی ہے:(وَاِذَا قَضیٰ اَمْراً فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہُ کُنْ فَیَکُوْنُ[1]) ''اور جب کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو صرف کن کہتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے'' (اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْنَاہُ اَنْ نَقُوْلَ لَہُ کُنْ فَیَکُوْنُ[2]) ''ہم جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اس سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے'' (اِنَّمَا اَمْرُہُ اِذَا اَرَادَ شَیْئاً اَنْ یَقُوْلَ لَہُ کُنْ فَیَکُوْنُ[3]) ''اس کا امر صرف یہ ہے کہ کسی شئی کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کر لے کہ ہو جا اور وہ شئی ہو جاتی ہے'' کائنات میں کوئی بھی چیز اسکی سلطنت اور قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی ہے:(وَالْاَرْضُ جَمِیْعاً قَبْضَتُہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِیَّاتٌ بِیَمِیْنِہِ[4]) ''جبکہ روز قیامت تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی

اور سارے آسمان اسی کے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے'' (اِنَّ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ[5]) ''اور یقیناً اللہ ہر شئی پر قدرت رکھنے والا ہے'' خداوند عالم کا امر (حکم) کسی چیز پر موقوف نہیں ہے،نہ ہی کسی چیز پر متعلق ہے۔(وَمَا اَمْرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۱۷۔
[2] سورۂ نحل آیت۴۰۔
[3] سورۂ یس آیت۸۲۔
[4] سورۂ زمر آیت ۶۷۔
[5] سورۂ آل عمران آیت۱۶۵۔

اِن اللہ علیٰ کُلّ شیٔ ءقدیرًا[1]) ''اور قیامت کا حکم تو صرف ایک پلک جھپکنے کے برابر یا اس سے بھی قریب تر ہے اور یقیناً اللہ ہر شیٔ پر قدرت رکھنے والا ہے'' یہ آیت خداوند عالم کی سلطنت و قدرت کے وسیع ہونے اور اسکے حکم اور امر کے نافذ ہونے کو بیان کرتی ہے۔ بخل اسکی ساحت کبریائی کے شایان شان نہیں ہے خداوند عالم ایسا جواد و سخی ہے جسکی سخاوت اور کرم کی کوئی حد نہیں ہے۔(رَبَّنَاوَسعتَ کُلّ شیٔ ء رَحمَۃَ وَعِلمَا[2]) ''خدا یا تیری رحمت اور تیرا علم ہر شیٔ پر محیط ہے'' (فَاِن کَذَّبُوکَ فَقُل رَّبُّکُم ذُوْرَحمَۃِوَاسِعَۃِ[3]) ''پھر اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجئے کہ تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے'' خداوند عالم کی عطا و بخشش دائمی ہے منقطع ہونے والی نہیں ہے ۔(کلّاً نُمِدُّ ھٰؤُلاءِ وھٰؤلاءِ من عَطاءِ رَبّکَ وَمَاکَان عَطاءِ رَبّکَ مَحْظُورًا[4]) ''ہم آپ کے پروردگار کی عطا و بخشش سے اِن کی اور اُن کی سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے پروردگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے'' (وَاَمَّاالَّذِیْن سُعِدُوْافَفِی الجَنّۃِ۔عَطَاءَ غَیْرَ مَجْذُوْذِ[5]) ''اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے۔یہ خدا کی ایک عطا ہے جو ختم ہونے والی نہیں ہے'' جب خداوند عالم رحمت نازل کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں آسکتی ہے:(مَایَفْتَحِ اللہُ لِلنَّاسِ مِن رَّحمَۃِ فَلَامُمْسِکَ لَھَاوَمَایُمْسِکْ فَلَامُرْسِلَ لَہٗ مِن بَعْدِہٖ[6]) ''اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو روک دے اس کا کوئی بھیجنے والا نہیں ہے

''اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے:(وَلِلّٰہِ خَزَاءِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ[7]) ''حالانکہ آسمان و زمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے لئے ہیں'' (وَاِن مِن شَیٔ ءِاِلَّاعِنْدنَاخَزَاءِنُہٗ وَمَانُنَزِّلُہٗ اِلَّابِقَدرِمَعْلُوم[8]) ''اور کوئی شے ایسی نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم ہر شے کو ایک معین مقدار میں ہی نازل کرتے ہیں'' خداوند عالم جو رزق اپنے بندوں کو عطا کردیتا ہے اس

---

[1] سورۂ نحل آیت٧٧۔
[2] سورۂ غافر آیت٧۔
[3] سورۂ انعام آیت ١٤٧۔
[4] سورۂ اسراء آیت ٢٠۔
[5] سورۂ ہود آیت ١٠٨۔
[6] سورۂ فاطرآیت٢۔
[7] سورۂ منافقون آیت٧۔
[8] سورۂ حجر آیت ٢١۔

سے اللہ کی رحمت کے خزانے ختم نہیں ہوتے وہ اپنے جودوکرم سے زیادہ عطا نہیں کرتا۔ دعا افتتاح میں آیا ہے:(اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْفَاشِيْ فِيْ الْخَلْقِ اَمْرُہُ وَحَمْدُہُ اَلْبَاسِطِ بِالْجُوْدِ یَدَہُ الَّذِيْ لَاتَنْقُصُ خَزَائِنُہُ وَلَاتَزِیْدُہُ کَثْرَۃُ الْعَطَاءِ اِلَّا جُوْداً وَکَرَماً) ’’حمد اس خدا کے لئے ہے جس کا امر اور حمد مخلوق میں نافذ ہے ۔اور جس کا ہاتھ بخشش کے لئے کشادہ ہے جس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور عطا کی کثرت اس میں سوائے جود و کرم کے اور کچھ زیادہ نہیں کرتی‘‘ علامہ شریف رضی کی روایت کے مطابق حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن سے یہ وصیت فرمائی (إعلم ان الذي بیدہ خزائن السماوات والارض قد اذن لک في الدعاء وتکفل لک بالاجابۃ،وامرک ان تسألہ لیعطیک،وتسترحمہ لیرحمک،ولم یجعل بینک وبینہ من یحجبک عنہ،ولم یلجئک الی مَن یشفع لک الیہ،ولم یمنعک ان اسات من التوبۃ،ولم یعاجلک بالنقمۃ،ولم یفضحک حیث الفضیحۃ،ولم یشدد علیک فی قبول الانابۃ،ولم یناقشک بالجریمۃ،ولم یؤیسک من الرحمۃ،بل جعل نزوعک عن الذنب حسنۃ،وحسب سیئتک واحدۃ،وحسب حسنتک عشرا،وفتح لک باب المتاب وب الاستعتاب۔فاذاناديتہ سمع نداء ک واذا ناجیتہ علم نجواک،فافضیت الیہ بحاجتک،وابثثتہ ذات نفسک،وشکوت الیہ ھمومک،واستکشفتہ کروبک، واستعنتہ علی امورک،وسالتہ من خزائن رحمتہ مالایقدر علی اعطاءھا غیرہ،من زیادۃ الاعمار وصحۃ الابدان،وسعۃ الارزاق۔ثم جعل فی یدک مفاتیح خزائنہ بما اذن لک فیہ من مسالتہ،فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب النعمۃ،واستمطرت شآبیب رحمتہ،فلا یقنطنک ابطاء اجابتہ،فان العطیہ علی قدر النیہ[1]) ’’ جان لو !جس کے قبضۂ قدرت میں آسمان و زمین کے خزانے ہیں اس نے تمھیں سوال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے،اور قبول کرنے کی ذمہ داری لی ہے اور تم کو مانگنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ دے ،اس سے رحم کی درخواست کرو تاکہ وہ تم پر رحم کرے ،اس نے اپنے اور تمہارے درمیان دربان نہیں کھڑے کئے جو تمھیں روکتے ہوں،

نہ تمھیں اس پر مجبور کیا ہے کہ تم کسی کو اس کے یہاں سفارش کے لئے لاؤ تب ہی کام لو اور تم نے گناہ کئے ہوں،اس نے تمہارے لئے توبہ کی گنجائش ختم نہیں کی ہے،نہ سزا دینے میں جلدی کی ہے اور نہ توبہ و انابت کے بعد وہ کبھی طعنہ دیتا ہے (کہ تم

[1] نہج البلاغہ ،قسم الرسائل والکتب ،الکتاب:۳۱۔

نے پہلے یہ کیا تھا ،وہ کیا تھا)نہ اس نے تمھیں ایسے موقعوں پر رسوا کیا جہاں تمھیں رسوا ہی ہونا چاہئے تھا اور نہ ہی اس نے توبہ قبول کرنے میں (سخت شرطیں لگاکر)تمہارے ساتھ سخت گیری کی ہے نہ ہی گناہ کے بارے میں تم سے سختی کے ساتھ جرح کرتا ہے اور نہ اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہے بلکہ اس نے گناہ سے کنارہ کشی کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے اور برائی ایک ہو تو اسے ایک (برائی) اور نیکی ایک ہو تو اسے دس نیکیوں کے برابر قرار دیا ہے اس نے توبہ کے دروازہ کھول رکھا ہے ۔جب بھی تم اس کو پکارتے ہو وہ تمہاری سنتا ہے اور جب بھی راز و نیاز کرتے ہوئے اس سے کچھ کہو تو وہ جان لیتا ہے ،تم اسی سے مرادیں مانگتے ہو ،اور اسی کے سامنے دل کے راز و بھید کھولتے ہو،اسی سے اپنے دکھ درد کا رونا روتے ہو اور مصیبتوں سے نکالنے کی التجا کرتے ہو اور اپنے کاموں میں مدد کے خواستگار ہو اور اس کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں طلب کرتے ہو جن کے دینے پر اور کوئی قدرت نہیں رکھتا جیسے عمروں میں درازی،جسمانی صحت و توانائی اور رزق میں وسعت ۔اور اس نے تمہارے ہاتھ میں اپنے خزانوں کو کھولنے والی کنجیاں دیدی ہیں اس طرح کے تمھیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا اس طرح جب تم چاہو اس کی رحمت کے دروازوں کو کھلوالو،اس کی رحمت کے جھالوں کو برسالو،ہاں بعض اوقات اگر دعا قبول ہونے میں دیر ہو جائے تو اس سے نا امید نہ ہو جاؤ اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے

''اور حدیث قدسی میں آیا ہے : (یا عبادي کلکم ضال الاّمَن هدیته،فاسألوني الهدی اهدکم و کلکم فقیر الاّمَن اغنیته،فاسألوني الغنیٰ ارزقکم و کلکم مُذنب اِلاَّ مَن عَافَیْتہٗ،فَاسْألُونِيْ الْمَغْفِرَۃ أغفر لکم ولوان اولکم وآخرکم و حیّکم و میّتکم اجتمعوا فیتمنیٰ کل واحد مابلغت امنیته، فاعطیته لم یتبین ذلک فی ملکي فاذااردت شیئاً فانّما اقول له کن فیکون)[1] ''بندو تم سب بھٹکے ہوئے ہو مگر جس کو میں راستہ دکھادوں لہٰذا مجھ سے ہدایت طلب کرو تاکہ میں تمہاری ہدایت کردوں اور تم سب فقیر ہو مگر جس کو میں بے نیاز کردوں لہٰذا مجھ سے بے نیازی طلب کرو تاکہ میں تم کو روزی عطا کروں تم سب گناہگار ہو مگر جس کو میں عافیت عطا کروں لہٰذا مجھ سے بخشش طلب کرو تاکہ میں تمھیں بخش دوں

[1] تفسیر امام ۱۹۔۲۰،بحار الا نوار جلد ۹۲ صفحۂ ۲۹۳ ۔

اگر تمہارا پہلا ،آخری ،زندہ، مردہ سب اکٹھے ہو کر مجھ سے اپنی مرادیں مانگیں اور میں ان کی مرا دیں پوری کر دوں تو اس سے میری حکومت کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا اس لئے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو میں اس سے کہتا ہوں ہو جا، تو وہ ہو جا تی ہے‘‘

موانع (رکا وٹوں)کی دوسری قسم دعا قبول ہونے میں رکا وٹ ڈالنے والے دوسری قسم کے موانع بہت زیادہ ہیں ۔ کبھی کبھی دعا کا قبول ہونا سائل کے لئے مضر ہوتا ہے لیکن سائل کو اس کا علم نہیں ہوتا ہے اور اللہ اس کے حق میں اس دعا کے مفید یا مضر ہونے سے واقف ہے ۔ کبھی کبھی دعا کا جلدی قبول ہونا بھی مضر ہوتا ہے اور خدا وند عالم جانتا ہے کہ بندہ کیلئے اس دعا کو قبول کر نے میں تا خیر کرنا اس کے حق میں بہتر اور بہت زیادہ فائدہ مند ہے ۔لہٰذا خدا وند عالم اس کی دعا کو قبول کرنے میں تا خیر کرتا ہے ۔جیساکہ ہم دعا افتتاح میں پڑھتے ہیں : (فَصِرْتُ اَدْعُوکَ اٰمِناً وَاَسْأَلُکَ مُسْتَانِساً لَاخَائِفاً وَلَاوَجِلاً مُدِلّاً عَلَیْکَ فِیْمَا قَصَدْتُ فِیْہِ اِلَیْکَ فَاِنْ اَبْطَأَعَنِّیْ عَتَبْتُ بِجَھْلِیْ عَلَیْکَ وَلَعَلَّ الَّذِیْ اَبْطَأَعَنِّیْ ھُوَخَیْرٌلِیْ لِعِلْمِکَ بِعَاقِبَۃِ الْاُمُوْرِ) ‘‘تو میں مطمئن ہو کر تجھ کو پکارنے لگااور انس و رغبت کے ساتھ بلا خوف و خطر اور ہیبت کے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کا بھی میں نے تیری جانب ارادہ کیا ہے اگر تو نے میری حاجت کے پورا کرنے میں دیر کی تو میں نے جہالت سے عتاب کیا اور شاید کہ جس کی تا خیر کی ہے وہ میرے لئے بہتر ہو کیونکہ تو امور کے انجام کا جاننے والا ہے‘‘ کبھی خدا وند عالم بندے کی دعا قبول کرنے میں اس لئے تا خیر کرتا ہے تا کہ وہ مسلسل اللہ کے سامنے گریہ و زاری کرتا رہے کیونکہ خدا وند عالم اپنے سامنے بندے کے گریہ و زاری کرنے کو پسند کرتا ہے، حدیث قدسی میں آیا ہے: (یاموسیٰ اني لست بغافل عن خلقي ولکن احّ ان تسمع ملائکتي ضجیج الدعاء من عبادي[1])

‘‘اے موسیٰ میں اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہوں لیکن میں یہ دوست رکھتا ہوں کہ میرے ملائکہ میرے بندوں کی گڑگڑاکر دعا کرنے کی آواز کو سنتے رہیں‘‘ امام جعفر صاق علیہ السلام سے مروی ہے : (ان العبد لیدعوفیقول اللہ عزّوجل للملکین قداستجبت لہ،ولکن احبسوہ بحاجتہ فاني احبّ ان اسمع صوتہ وان العبد لیدعوفیقول اللہ تبارک و تعالیٰ:عجّلوالہ حاجتہ فاني ابغض صوتہ[2])

---

[1] عدۃ الداعی
[2] وسائل الشیعہ کتاب الصلو ۃ ابواب الدعا باب ۲۱ حدیث ۳۔

''انسان دعا کرتا ہے تو خدا دو فرشتوں سے کہتا ہے کہ میں نے اس کی دعا قبول کرلی لیکن ابھی اس کی حاجت پوری مت کرو کیونکہ میں اس کی آواز سننا ہوں تو وہ مجھے اچھی لگتی ہے اور کبھی کوئی انسان دعا کرتا ہے تو خدا کہتا ہے کہ اس کی مراد جلدی پوری کرو کیونکہ مجھے اس کی آواز اچھی نہیں لگتی ہے'' اگر دعا کی قبولیت بندے کے حق میں مضر ہوتی ہے تو خداوند عالم مطلق طور پر اس کی دعا کو لغو نہیں قرار دیتا بلکہ اس کو بندے کے گناہوں کے کفارہ میں بدل دیتا ہے،اس کی بخشش کرتا ہے یا کچھ وقفہ کے بعد اس کو دنیا میں جلد ہی رزق عطا کرتا رہتا ہے یا جنت میں اس کے درجات بلند کردیتا ہے۔ اور ہم مذکورہ دونوں حالتوں،تبدیل اور تاخیر کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی تین حدیثیں ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔ دعا کی قبولیت میں تاخیر یا تبدیلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے: (مامن مسلم دعااللہ سبحانہ دعوة لیس فیہا قطیعة رحم ولااثم ،الّااعطاہ اللہ احدیٰ خصال ثلاثة:اماان یُعجّل دعوتہ،واماان یؤخّرلہ،واماان یدفع عنہ من السوء مثلہا)قالوا:یارسول اللہ ،اذن نکثر۔قال:''اکثروا''۔[1] ''جو مسلمان بھی خداوندعالم سے ایسی دعا مانگتا ہے جس میں رشتہ داروں سے رابطہ ختم کرنے یا کسی گناہ کا مطالبہ نہیں ہوتا توخداوند عالم اس کو تین صفات میں سے کوئی ایک صفت عطا کردیتا ہے یا اس کی دعا جلد قبول کرلیتا ہے یاتاخیر سے قبول کرتا ہے یا اس سے کوئی بلا دور کردیتا ہے لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تو ہم بہت زیادہ دعا کریں گے۔آپ نے فرمایا :ہاں بہت زیادہ دعا کیا کرو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے: (الدعاءمخ العبادة،ومامن مؤمن یدعواللہ الّااستجاب لہ،اماأن یعجّل لہ فی الدنیا،اویؤجّل لہ فی الآخرة،واماان یکفّرمن ذنوبہ بقدرمادعا مالم یدع بأثم[2]) ''دعا عبادت کی روح و جان ہے اور کوئی ایسا مومن نہیں ہے جسکی دعا اللہ قبول نہ کرتا ہو یاتو اس دعا کو دنیا میں جلدی قبول کرلیتا ہے یا اس کے مستجاب ہونے میں آخرت تک تاخیر کردیتا ہے یاجتنی وہ دعا کرتا ہے خدا اس کو اس بندے کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے'' حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے

---

[1] وسا ئل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث۸۶۱۷۔
[2] وسائل الشیعہ کتاب الصلاة ،ابواب الدعا باب ۱۵۔جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶حدیث ۸۶۱۸۔

فرزند امام حسنؑ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا : (فَلَایُقنِطَنَّکَ اِبطَاءُ اِجَابَتِہِ فَاِنَّ العَطِیَّۃَ عَلیٰ قَدرِالنِّیَّۃِ وَرُبَّمَا اُخِّرَت عَنکَ الاِجَابَۃُ لِیَکُونَ ذٰلِکَ اَعظَمَ لِاَجرِالسَّائِلِ وَاَجزَلَ لِعَطَاءِ الآمِلِ وَرُبَّمَا سَأَلتَ الشَّيءَ فَلَاتُؤتَاہُ وَاُوتِیتَ خَیراً مِنہُ عَاجِلاً اَوآجِلاً اَوصُرِفَ عَنکَ لِمَاھُوَخَیرٌ لَکَ فَلَرُبَّ اَمرٍقَد طَلَبتَہُ فِیہِ ھَلَاکُ دِینِکَ لَواُوتِیتَہُ فَلتَکُن مَسأَلَتُکَ فِیمَایَبقیٰ لَکَ جَمَالُہُ وَیُنفیٰ عَنکَ وَبَالُہُ وَالمَالُ لَایَبقیٰ لَکَ وَلَاتَبقیٰ لَہُ[1])

’’ہاں بعض اوقات قبولیت میں دیر ہو تو،اس سے نا امید نہ ہو اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے اور اکثر قبولیت میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ سائل کے اجر میں اور اضافہ ہو اور امیدوار کو عطیے اور زیادہ ملیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تم ایک چیز مانگتے ہو اور وہ حاصل نہیں ہوتی مگر دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر چیز تمھیں مل جاتی ہے یا تمہارے کسی مفاد کے پیش نظر تمھیں اس سے محروم کردیا جاتا ہے اس لئے کہ تم کبھی ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر تمھیں دیدی جائیں،تو تمہارا دین تباہ ہو جائے لہذا تمھیں بس وہ چیزیں طلب کرنا چاہئے جس کا جمال پائیدار ہو اور جسکا وبال تمہارے سر نہ پڑنے والا ہو رہا دنیا کا مال،تو یہ نہ تمہارے لئے رہے گا اور نہ تم اس کیلئے رہو گے‘‘ ہم ان تینوں روایات کو جمع کرنے کے بعد دعا مستجاب ہونے کی پانچ حالتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں : ۱۔ (عجلت)خدا وند عالم کی بارگاہ میں بندے کی دعا کا جلدی مستجاب ہونا ۔

۲۔ (مدت) جس حاجت کیلئے بندے نے اللہ سے دعا کی ہے اس کو مستجاب کرنے میں وقت لگانا ۔

۳۔ (عوض)(تبدیلی)دعا کو تبدیل کرکے مستجاب کرنا اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والے سے اس دعا کے بدلہ برائیوں کو دور کرتاہے جس کے قبول ہونے میں فی الحال کوئی مصلحت نہیں ہوتی ہے ۔

۴۔جس دعا کو قبول کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو اللہ اس کے بدلے دعا کرنے والے کو آخرت میں بلند درجات عطا کرتا ہے ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے : (واللہ مصیّر دعاء المؤمنین یوم القیامۃ لھم عملایزیدھم فی الجنۃ[2]) ’’خداوند عالم بروز

---

[1] نہج البلاغہ قسم الر سائل و الکتب ، الکتاب ۳۱۔
[2] وسا ئل الشیعہ جلد ۴ ،۱۰۸۶،حدیث۸۶۱۵۔

قیامت مومنین کی دعا کو ان کے حق میں ایسے عمل میں بدل دیگا جس سے جنت میں ان کا مرتبہ بلند ہوتا رہے گا'' دوسری حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: (واللہ ما اخّر اللہ عزّوجلّ عن المؤمنین مایطلبون من ھٰذہ الدنیا خیر لھم مما عجّل لھم منھا[1]) ''خدا کی قسم مومنین جو کچھ اس دنیا میں خدا سے طلب کرتے ہیں اُس میں اس دنیا میں عطا کر دینے سے ان کیلئے تاخیر کرنا بہتر ہے''

۵۔ (تبدیل) جب دعا کو قبول کرنا بندے کی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا مستجاب کرتے وقت اس کی دعا کو اس کے گناہوں اور برائیوں کا کفارہ قرار دیتا ہے[2]۔ اور کبھی کبھی ان کو تبدیل نہ کرنا اور مدت معین کرنا دو حالتوں میں دعا مستجاب ہونے میں وقت درکار ہونا اور اس کو معین قرار دینے کے وقت دعا کرنے والے کی مصلحت کیلئے ہوتا ہے ۔ کبھی کبھی یہ نظام کی مصلحت کیلئے ہوتا ہے جو سائل اور دوسرے افراد کو بھی شامل ہوتا ہے دعا مستجاب ہونے یا جلدی دعا مستجاب ہوجانے سے نظام میں خلل واقع ہوتا ہے جس کو اللہ نے خاص انسان یا عام دنیا کیلئے معین فرمایا ہے ۔

جب دعا عمل میں تبدیل ہو جاتی ہے دعا اور عمل دونوں الگ الگ مقولہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک رحمت کے نازل ہونے کا سبب ہے بیشک عمل سے اللہ کی رحمت اسی طرح نازل ہوتی ہے جس طرح دعا سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے خداوند عالم فرماتا ہے: (وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُولُہُ[3]) ''اور پیغمبر کہہ دیجئے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو کہ تمہارے عمل کو اللہ، رسول اور صاحبان ایمان دیکھ رہے ہیں''(فَمَن یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْراً یَرَہُ[4]) ''پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا'' اسی طرح دعا رحمت کی کنجی ہے: (اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ[5]) لیکن ایسا نہیں ہے کہ انسان جو کچھ سوال کرے وہ اِس دنیا کے عام نظام میں ممکن

---

[1] قرب الاسناد صفحہ ۱۷۱۔اصول کا فی صفحہ ۵۲۶۔
[2] ان پانچوں باتوں میں سے آخری تین با تیں صرف بندے کی دعا کو ملغیٰ قرار دینے سے مخصوص ہیں خدا وند عالم اپنے بندے کی دعا قبو ل کر نے کے ساتھ ساتھ اس کی دعا کو اس کے گنا ہوں کا کفا رہ قرار دتیا ہے اس سے برائیا ں دور کر دتیا ہے اور آخرت میں بلند درجات عطا کر تا ہے ۔
[3] سور ۂ تو بہ آیت۱۰۵۔
[4] سور ۂ الزلزلہ آیت۷۔
[5] سورۂ مومن آیت ۶۰۔

بھی ہو،بلکہ کبھی کبھی انسان اللہ سے ایسی دعا کرتا ہے جو اس دنیا کے عام نظام (قضا و قدر)میں ممکن نہیں ہوتی لہٰذا اس کی دعا مستجاب نہیں ہوتی ۔ کبھی کبھی دعا کے مستجاب ہونے یا دعا کے جلدی مستجاب ہونے میں صاحب دعا کیلئے کوئی مصلحت نہیں ہوتی ،تو انسان دعا میں اتنی جد وجہد و کوشش کیوں کرتا ہے ؟ جواب : بیشک دعا بذات خود عمل اور عبادت میں تبدیل ہوجاتی ہے جس سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے ۔ لہٰذا (قضا و قدر) مصلحت دعا کے موانع میں سے نہیں ہیں ۔ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ اگرچہ اپنے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا ہے،بلکہ بندے کی دعا تو خود اسی کے عمل اور عبادت پر موقوف ہے اور اسی کے مطابق اس کو دنیا اور آخرت میں جزا یا سزا دی جائیگی ۔اسلامی روایات میں اس دقیق معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دعا عمل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

حماد بن عیسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے : (سمعتہ یقول:ادع،ولاتقل قد فرغ من الامر فان الدعاء ھوالعبادۃ[2]) میں نے آپؑ کو یہ فرماتے سنا ہے : دعا کرو اور یہ نہ کہو کہ خدا کا حکم تمام ہوگیا ہے بیشک دعا عبادت ہے'' یعنی یہ امر اللہ کے قضا و قدر میں ہے اور دعا کے ذریعہ اسکو آگے پیچھے کردینا ممکن نہیں ہے ۔

اور دوسری حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے'' :ادعہ،ولاتقل قد فرغ من الأمر،فان الدعاء ھوالعبادۃ ان اللہ عزّوجلّ یقول:(اِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ[3])''[4]خدا کو پکارو یہ نہ کہو کہ خدا کا امر(حکم)تمام ہوگیا ہے بیشک دعا عبادت ہے خداوند عالم فرماتا ہے : (اِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ)''اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''

[1] یعنی یہ امر خداوند عالم کے قضاء وقدر میں ہے جس سے تجا وز کرنا ممکن نہیں ہے اور دعا کے ذریعہ اس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتاہے
[2] وسائل الشیعہ صفحہ ۹۲۔حدیث ۸۶۴۳، اصول کافی صفحہ ۵۱۶)
[3] سورۂ مؤ من آیت،۶۰۔
[4] وسائل الشیعہ ۴: ۱۰۹۲ حدیث ۸۶۴۰ ، اصول کا فی : فرو ع کا فی جلد ۱سطر ۹۴ ۔

دعا کی قبولیت اور دعا کے درمیان رابطہ

ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ مطلق طور پر پہلی قسم کے موانع خدا وند عالم کی کبریائی کے شایان شان نہیں ہیں لیکن دوسری قسم کے موانع حقیقی ہیں اور بندوں کی زندگی اور دعاؤں میں پائے جاتے ہیں اسی لئے کبھی کبھی خداوند عالم دعا مستجاب کرنے میں مدت معین کر دیتا ہے اور کبھی مستجاب کر کے اس کو دوسری چیز سے بدل دیتا ہے ۔اور ان دونوں حالتوں (حالت تاخیر اور حالت تبدیل)کے علاوہ دعا کا مستجاب ہونا ضروری ہے اس کا منبع قطعی فطری حکم ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب سائل،مسؤل (جس سے سوال کیا جا رہا ہے)کا محتاج ہوتا ہے اور مسؤل سائل کی حاجت قبول کرنے پر قادر ہوتا ہے اور اپنی مخلوق کے ساتھ بخل سے کام نہیں لیتا ہے[1]۔

۱۔(اَمَّن یُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَادَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْءَ[2]) ''بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے'' لہٰذا جو شخص مجبور ہو اور اپنی بلا دور ہونے کے سلسلہ میں دعا کے قبول ہونے کا شدید محتاج ہو اس کو فقط دعا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جب وہ خداوند عالم کو پکارتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا قبول کر کے اس سے بلا کو دور فرما دیتا ہے ۔جب وہ خدا سے دعا کرتا ہے تو خدا اس کی دعا مستجاب کرتا ہے اور اس کے لئے برائیوں کو واضح کر دیتا ہے ۔

۲۔:(وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ[3]) ''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے'' یہ آیتِ کریمہ دعا اور استجابتِ دعا کے درمیان رابطہ کو صاف طور پر واضح کر رہی ہے:(اُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ[4]) ''مجھ سے دعا کرو میں

---

[1] اس رابطہ کے ضروری ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اﷲپر یہ امر واجب ہو گیا ہے بلکہ خود قرآن کریم اس یقینی اور ضروری رابطہ پر اس طر ح زور دیتا ہے :
اس نے اپنے او پر رحمت لکھ لی ہے :
(فَقُلْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَۃَ) (سور ۂ انعام آیت ۵۴)
''پس ان سے سلام علیکم کہئے تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دے لی ہے''

[2] سورۂ نمل آیت ۶۲۔

[3] سورۂ مو من آیت۶۰۔

[4] سورۂ مو من آیت ۶۰۔

قبول کرونگا'' (وَأُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ[1]) ''پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں جب بھی پکارتا ہے'' ان آیات میں دعا اور اس کے متجاب ہونے کا رابطہ صاف اور واضح ہے،اور اس میں کوئی شک و شبہہ ہی نہیں ہے کہ خداوند عالم ہر دعا کو قبول کرتا ہے لیکن اگر دعا قبول کرنا بندہ کے حق میں مضر ہو یا اس عام نظام کے خلاف ہو جس کا بندہ خود جزء شمار ہوتا ہے،اور ان آیات میں دعا کے متجاب ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے اور نہ ہی کسی چیز پر معلّق ہے ۔جن شرطوں کو ہم عنقریب بیان کریں گے وہ حقیقت میں دعا کے محقق ہونے کیلئے ضروری ہوتی ہیں یا بذات خود دعا کرنے والے کی مصلحت کیلئے ہوتے ہیں اور اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر یا تو دعا کا اثر کم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے ۔

معلوم ہوا کہ دعا اور استجابت کے درمیان ایسا رابطہ ہے جس کے بدلنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے اور ایسا مطلق تعلق ہے جو کسی سے متعلق نہیں ہوتا مگر کوئی ایسی شرط ہو جس کی تاکید کی گئی ہو یا وہ دعا کی حالت کا اثبات کرتی ہو جیسے خداوند عالم فرماتاہے:(إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ[2]) ''جب وہ اس کوآواز دیتا ہے تووہ اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے'' شریعت اسلامیہ میں احادیث نبی اور احادیث اہل بیت علیہم السلام میں دعا اور دعا کے متجاب ہونے کے درمیان اس رابطہ پر زور دیا گیا ہے ۔

حدیث قدسی میں آیا ہے :(یاعیسیٰ إِني اسمع السامعین استجیب للداعین اذادعوني[3]) ''اے عیسیٰ میں اسمع السامعین (سننے والوں میں سب سے زیادہ سننے والا) ہوں دعا کرنے والے جب دعا کرتے ہیں تو میں ان کی دعا متجاب کرتا ہوں'' رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے : (مامن عبدیسلک وادیا فیبسط کفّیہ فیذکراللہ ویدعواالّاملأاللہ ذلک الوادي حسنات فلیعظم ذلک الوادي اولیصغر[4]) ''جو بندہ بھی کسی وادی کو طے کرتا ہے اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر خداوند عالم کو یاد کرتا ہے اور دعا کرتا ہے تو خداوند عالم اس وادی کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے چاہے وہ وادی بڑی ہو یا چھوٹی'' اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے : (لوأن عبداًسدّ فاہ،لم

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔
[2] سورۂ نمل آیت ۶۲۔
[3] اصول کافی ۔
[4] ثواب الاعمال صفحۂ ۱۳۷ ۔

يسأل لم يعط شيئاً فسل تعط[1]) '' اگر بندہ اپنا منھ بند رکھے اور وہ خدا سے سوال نہ کرے تو اس کو کچھ عطا نہیں کیا جائیگا، لہٰذا سوال کرو خدا عطا کرے گا'' ''میسر بن عبدالعزیز نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے'' : یامیسر إنّہ لیس من باب یُقرع إلاّیُوشک ان یُفتح لصاحبہ[2]) ''اے میسر! اگر کسی دروازے کو کھٹکھٹایا جائے تو وہ عنقریب کھٹکھٹانے والے کیلئے کھل جاتا ہے ۔حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے: (متیٰ تکثر قرع الباب یفتح لک[3]) ''جب دروازہ پہ زیادہ دستک دی جائیگی تو کھل جائیگا '' حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: (یا علیاًوصیک بالدعاء فان معہ الاجابۃ[4]) ''اے علیؑ میں تم کو دعا کرنے کی سفارش کرتاہوں بیشک اگر دعا کی جائے تو ضرور مستجاب ہوگی''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (اذااُلھم احدکم الدعاء عند البلاء فاعلمواأن البلاء قصیر[5]) ''جب تم میں سے کسی کومصیبت کے وقت دعا کرنے کا الہام ہوجائے تو جان لو کہ مصیبت چھوٹی ہے'' امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:(لاواللّٰہ لایلحّ عبدٌ علیٰ اللّٰہ عزّوجلّ الّا استجاب اللّٰہ لہ[6]) ''خدا کی قسم بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں نہیں گڑگڑاتا مگر یہ کہ خدا اسکی دعا مستجاب کرتا ہے''اسلامی روایات میں دعا اور دعا کی مقبولیت کے درمیان رابطہ کے یقینی اور مطلق ہونے پر زور دیا گیا ہے اور یہ واضح ہے کہ جب بندہ خداوند عالم سے دعاکرتا ہے تو خداکو اسکی دعا رد کرنے سے حیا آتی ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:(ما انصفني عبدي یدعوني فاستحیي ان اردّہ،ویعصیني ولایستحیي مني[7]) ''میرے بندے نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا چونکہ جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تومجھے اسکی دعا رد کرنے میں حیا آتی ہے لیکن جب وہ میری معصیت کرتا ہے تومجھ سے کوئی حیا نہیں کرتا'' امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:(ما ابرز عبد یدہ الی اللّٰہ لعزیزا لجبار الاّ استحيٰ اللّٰہ عزّوجلّ أن

[1] وسا ئل الشیعہ جلد ۴ صفحۂ ۱۰۸۴ ، حدیث ۸۶۰۶ ۔
[2] وسا ئل الشیعہ ۴ : صفحۂ ۱۰۸۵ ح ۸۶۱۱۔
[3] وسا ئل الشیعہ ۴ : صفحۂ ۱۰۸۵ ح ۸۶۱۳۔
[4] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ حدیث ۱۸ ۔
[5] وسائل الشیعہ جلد۴ص۱۰۸۷حدیث۸۶۲۴۔
[6] اصول کافی کتاب الدعا باب الالحاح فی الدعاء حدیث۵۔
[7] ارشاد القلوب للدیلمی۔

یردّھا[1]) ''بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں ہاتھوں کو بلند کرتا ہے توخداکوا سکی دعا رد کرنے سے حیا آتی ہے'حدیث قدسی میں آیا ہے:(من احدث وتوضأ وصلیٰ ودعاني فلم اُجبہ فیما یسأل عن امر دینہ ودنیاہ فقد جفوتہ ولست بربّ جافٍ[2]) '' جس شخص سے حدث صادر ہو اور وہ وضو کرکے نماز پڑھے پھر مجھ سے دعا مانگے لیکن میں اس کی دینی اور دنیا وی حاجت پوری نہ کروں تو میں نے اس پر جفا کی جبکہ میں جفا کرنے والا پروردگار نہیں ہوں'' امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:(ماکان اللہ لیفتح باب الدعاء ویغلق علیہ باب الاجابۃ[3]) ''ایسا نہیں ہے کہ خدا وند عالم بندہ پر باب دعا تو کھول دے اوراس پر باب اجابت کو بند رکھے'' اور امیر المومنین علیہ السلام سے ہی مروی ہے: (من اُعطي الدعاء لم یُحرم الاجابۃ[4]) ''جس کو دعا عطا کی گئی اسکو دعا کے مستجاب ہونے سے محروم نہیں کیا گیا''آخری دو روایتوں میں اہم اور بلند درجہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے بیشک اللہ تعالیٰ کریم اور وفیّ ہے جب اس نے دعا کا دروازہ کھول دیا تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دعا مستجاب ہونے کے دروازہ کوبند کردے ۔ جب خداوندعالم نے بندہ کو دعا کرنے کی توفیق عطا کردی تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اس کی دعامستجاب نہ کرے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے: (مافُتح لأحد باب دعاء الافتح اللہ لہ فیہ باب اجابۃ،فاذافُتح لأحدکم باب دعاء فلیجھد فان اللہ لایملّ[5]) ''خداوند عالم نے کسی کیلئے دعا کا دروازہ نہیں کھولا ہے مگر یہ کہ اسکے لئے اسکی دعا کے قبول ہونے کا دروازہ بھی کھول دیا ہے ۔جب تم میں سے کسی ایک کیلئے باب اجابت کُھل جائے تو اسکو کوشش کرنا چاہئے بیشک خدا کسی کو ملول نہیں کرتا'' یہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کی تیسری منزل ہے۔اللھم سمعنا وشھدنا وآمنا ''خدایا ہم نے سنا اور گواہی دی اور ایمان لائے''

---

[1] عدۃالدامی وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃابواب الدعا باب ۴حدیث۱۔
[2] ارشاد القلوب للدیلمی۔
[3] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب۲حدیث ۱۲اور۴ :۱۰۸۷۔حدیث ۸۶۲۴۔
[4] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب۲اور۴ صفحہ۱۰۸۶۔حدیث ۸۶۲۲۔
[5] وسائل الشیعہ جلد ۴ ،۱۰۸۷حدیث،۸۶۲۴۔

رحمت نازل ہونے کی تین منزلیں

جناب ہاجرہ اور اسمعیل علیہا السلام اور ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہم تینوں منزلوں کا یکجا طور پر مشاہدہ کر سکتے ہیں: ۱۔ فقر و حاجت

۲۔ دعا اور سوال

۳۔ سعی اور کوشش

جب ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خداوند عالم نے ان کی زوجہ جناب ہاجرہ کے ساتھ بے آب و گیاہ وادی (چٹیل میدان)میں بھیجا اور انھوں نے وہاں ہاجرہ کے ساتھ ان کے فرزند شیر خوار جناب اسمعیل کو چھوڑا تو یہ دعا کی: (رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوْا الصَّلَاۃَ فَاجْعَلْ اَفْءِدَۃً مِنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُوْنَ[1]) ''پروردگار میں نے اپنی ذریت میں سے بعض کو تیرے محترم مکان کے قریب بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا ہے تا کہ نمازیں قائم کریں اب تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ دے اور انھیں پھلوں کا رزق عطا فرما تا کہ وہ تیرے شکر گزار بندے بن جائیں'' اسکے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام خداوند قدوس کے حکم کی تعمیل کیلئے گئے ۔جناب ہاجرہ اور طفل شیر خوار کو اس بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑدیااور ان کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہوگیا، بچہ پرپیاس کا غلبہ ہوا ،جناب ہاجرہ نے چاروں طرف پانی ڈھونڈھا لیکن پانی کا کوئی نام ونشان نہ ملا،بچہ چیخنے،چلانے اورہاتھ پیر مارنے لگا۔آپ کی والدہ ادھر ادھر دوڑلگانے لگیں،کبھی صفا پہاڑی پر جاتیں اور دور دراز تک پانی دیکھتیں اسکے بعد نیچے اتر آتیں اوردوڑتی ہوئیں مروہ پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں،اور خداوند عالم سے اپنے اور بچہ کیلئے اس بے آب و گیاہ وادی میں پانی کا سوال کرتیں اور بچہ بیت حرام کے نزدیک چیختا چلاتا اور ہاتھ پیر ماررہاتھا۔

---

[1] سورۂ ابراہیم آیت۳۷۔

اللہ نے بچہ کے قدموں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کیا، ماں پانی کی طرف دوڑی تاکہ اپنے شیر خوار بچہ کو سیراب کر سکے اور پانی کو ضائع ہونے سے بچا سکے لہٰذا انھوں نے پانی سے کہا زم زم یعنی ٹھہر ٹھہر کہ وہ اس کیلئے ایک حوض بنا رہی تھیں ۔یہ عجیب وغریب منظر رحمت کے نازل ہونے کا سبب بنا، خداوند عالم نے بے آب وگیاہ وادی میں چشمہ زم زم جاری کیا اور اسکو اس مبارک زمین پر متعدد برکتوں کا مصدر قرار دیا ۔خداوند عالم نے اس عمل کو اعمال حج کا جزء قرار دیا اور اسکو سب سے اشرف فرائض میں قرار دیا ۔اس منظر کا کیا راز ہے؟اور اسکو اصل دین میں داخل کرنے اور حج کے احکام میں ثبت کرنے کا اتنا اہتمام کیوں کیا گیا؟ وہ موثر اور طاقت ورسبب کیا ہے جسکی وجہ سے خداوند عالم نے اس منظر کی قوت سے رحمت نازل کی اور تاریخ میں آنے والے تمام موحدوں کیلئے بہت زیادہ برکتوں کا مبدأ قرار دیا ؟پس اس منظر میں ایک خاص راز ہے جس کیلئے اس بے آب و گیاہ وادی میں اللہ کی رحمت نازل ہونے کی استدعا کی گئی ہے،اس رحمت کے ہمیشہ باقی رہنے کی استدعا کی گئی ہے،اس کو متعدد برکتوں کیلئے مصدر اور مبدأ قرار دیا گیا ہے اور یہ استدعا کی گئی ہے کہ خدا وند عالم اس کو اپنے بیت حرام کے نزدیک موحدین کی آنے والی نسلوں کے لئے اسی طرح قائم و دائم رکھے ۔

ہمارا (مؤلف)عقیدہ ہے کہ (خداوند عالم اس منظر کے تمام اسرار کو جانتا ہے)ایسے منظر شاذونادر ہی ہوتے ہیں جن میں اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تینوں پہلو جمع ہوجاتے ہیں اور ہر ایک سے رحمت نازل ہوتی ہے۔پہلی منزل :حاجت وضرورت ہے جویہاں پر پیاس ہے جو شیر خوار بچہ کیلئے نقصان دہ تھی اور حاجت و ضرورت کا اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اللہ کی رحمت نازل ہونے کا ایک پہلو ہے ۔جب ضرورت صاحب ضرورت کیلئے زیادہ نقصان دہ ہوگی تووہ اللہ کی رحمت سے زیادہ قریب ہوگا ۔اسی لئے ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب شیر خوار بچوں کیلئے دکھ درد یا بھوک یاپیاس یا سردی یا گرمی بہت زیادہ مضر ہوجاتی ہے جسکو وہ برداشت نہیں کر سکتے تو وہ ان بزرگوں کے ذریعہ جو ان تمام چیزوں کو برداشت کر سکتے ہیں اللہ کی رحمت سے قریب ہوجاتے ہیں۔چونکہ دوسروں کے مقابلہ میں ان کیلئے اس حاجت کا نقصان زیادہ ہے ۔

معلوم ہواکہ حاجت ان کے غیروں کے علاوہ خود ان کیلئے بہت زیادہ مضر ہے۔دعا میں وارد ہوا ہے : ''اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ لِفَقْرِیْ''
صرف اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جب بھی اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے والی حاجت جتنی عظیم ہوگی اتنا ہی وہ اللہ کی رحمت کے نزول کا باعث ہوگی۔بیشک اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا انسان کو اللہ کی رحمت سے قریب کردیتا ہے چاہے انسان اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت سے باخبر ہوکر پیش کرے یا نہ کرے اگر انسان اپنی حاجتوں سے باخبر ہوکران کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے تو اللہ کی رحمت نازل کرانے میں اسکی قدروقیمت بڑھ جاتی ہے۔جس کو ہم بیان کرچکے ہیں۔لیکن اس میں یہ شرط پائی جاتی ہے کہ انسان اپنی حاجت میں تحریف نہ کرے یعنی انسان یہ تصور کرے کہ اسکو مال کی ضرورت ہے یا حطام دنیا (دنیوی چیزیں) کی ضرورت ہے لہٰذا بندگان خدا کی طرف حاجت پیش نہ کرے ۔

نیز یہ شرط بھی ہے کہ انسان اپنی ضرورت کو اس کی جگہ سے نہ ہٹائے اور یہ تصور نہ کرنے لگے کہ یہ دولت یا سرمایۂ دنیا کی ضرورت خداوند عالم کے کچھ بندوں کی ضرورت کی بنا پر ہے اس کے بجائے کہ وہ فقر کو خداوند عالم کی طرف نیاز مندی پر حمل کرے ۔اِس حاجت اور اُس حاجت میں فرق ہے۔جس حاجت سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا ہے اور جب انسان اس ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے بجائے اللہ کے بندوں کی خدمت میں پیش کرتا ہے تو اسکے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کی قدروقیمت ختم ہوجاتی ہے اور لوگوں کی اکثر حاجتیں اسی قسم کی ہیں۔اس منظر میں بچہ کا پیاس کی شدت سے چیخنا چلانا گریہ وزاری کرنا اللہ کی رحمت نازل کرنے میں بڑا موثر ہے ۔

خداوند عالم کی طرف نیاز مندی کے مناظر میں خداوند عالم کی رحمت کا سبب بننے والا اثر اور رقت آور منظر اس بچہ کے منظر سے زیادہ نہیں جو پیاس سے جھلس رہا ہو اور اس کی ماں کو اس کیلئے پانی نہ مل رہا ہو۔اللہ کی رحمت کا اس منظر میں دوسرا پہلو سعی ہے یہ رزق کیلئے شرط ہے،بغیر سعی و کوشش کے رزق نہیں ہے اور اللہ تعالی نے سعی اور حرکت کو انسان کی زندگی میں رزق کی کنجی قرار دیا ہے۔

جب فقر کا سبب انسان سے عزم ،قوت،ارادہ،حرکت اور نشاط چاہتا ہے اور جتنی انسان میں حرکت و سعی اور عزم ہوگا اتنا ہی اللہ اس کو اپنی رحمت سے رزق عطا کریگا ۔جب جناب ہاجرہ کے پاس پانی ختم ہوگیا اور حضرت اسماعیل پر پیاس کا غلبہ ہوا تو جناب ہاجرہ نے پانی تلاش کیا اور اسی پانی کی تلاش میں آپ کبھی صفا پہاڑی پر جاتیں اور دور تک نظر دوڑاتیں اور پھر صفا سے اتر کر مروہ پہاڑی پر جاتیں اور دور تک نظر دوڑاتیں اسی طرح آپ جب صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر گئیں تو آپ کو کہیں پانی کا نام ونشان نہیں دکھائی دیا تو آپ مایوس نہیں ہوئیں اور اس عمل کی تکرار کرتی رہیں اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑ لگاتی رہیںیہاں تک کہ آپ نے ان کے درمیان سات چکر لگائے ۔ اگر یہ آرزو اور امید نہ ہوتی تو ان کی سعی پہلے ہی چکر میں ختم ہو جاتی لیکن پانی کی امید نے ان دونوں کے دلوں کو زندہ رکھا اور اسی شوق میں وہ سعی کی تکرار کرتی رہیں یہاں تک کہ اللہ نے ان کے اس امر کو آسان کیا اور جناب اسماعیلؑ کے قدموں کے نیچے چشمہ جاری فرمادیا لیکن اس مقام پر آرزو اور امید اللہ کی ذات سے ہے ان کی سعی میں نہیں ہے اگر آرزو وامید ان کی سعی میں ہوتی تو ان کی یہ آرزو وامید پہلے یا دوسرے چکر میں ہی ختم ہو جاتی ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سعی اور اس حرکت کو رزق کے لئے شرط قرار دیا،انسان پر اپنی رحمت کا نزول قرار دیا اور اللہ اپنے بندوں کو رزق دیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے لیکن خدا وند عالم نے انسان کی سعی اور حرکت کو اپنے رزق اور رحمت کی کنجی قرار دیا ہے ۔اللہ کی رحمت کیلئے اس منظر میں تیسرا پہلو جناب اسمعیل کی والدہ کی دعا ہے ان کا اللہ سے لو لگانا اور اس بے آب وگیاہ وادی میں پانی کی تلاش میں اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرنا ہے ۔ جتنا انسان اللہ سے دعا کرتے وقت اپنے کو اس کی یاد میں غرق کر دیگا اتنا ہی وہ اللہ کی رحمت سے قریب ہو گا ۔ہمیں نہیں معلوم کہ اس نیک وصالح خاتون نے اس وقت اور اس وادی میں اللہ کی یاد میں منہمک ہونے والی کس حالت کا انتخاب کیا جبکہ ان کے پاس نہ کوئی انسان تھا اور نہ حیوان ،صرف ایک پیاسا شیر خوار اپنی پیاس سے تڑپ رہا تھا گویا وہ اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا ۔اس وقت اس خاتون نے خداوند عالم سے اس طرح دعا کی کہ ملائکہ نے ان کیلئے گڑگڑا کر دعا کرنا شروع کردی اور اپنی آوازوں کو ان کی آواز،اور اپنی دعاؤں کو ان کی دعاؤں سے ملا دیا ۔

اگر تمام انسان اللہ کی یاد میں اسی طرح منہمک ہو جائیں اور خدا کے علاوہ سب سے ہٹ کر صرف اس کی بارگاہ سے لو لگائیں تو اُن پر زمین و آسمان سے رزق کی بارش ہوگی ۔ (لأکلُوا من فَوقِهِم وَمن تحتِ اَرْجُلِهِم[1]) ''تو وہ ہر طرح سے اللہ کی رحمت سے مالا مال ہوں گے'' اگر تمام لوگ خداوند عالم کی طرف اس طرح متوجہ ہو جاتے تو وہ آسمان و زمین کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے اور رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہوتی ۔اے مادر گرامی آپ پر اللہ کا سلام !اے اسماعیل کی مادر گرامی آپ پر اسماعیل کی اولاد کا سلام جس کو اللہ نے نور ہدایت ،ایمان، نبوت عطا کی ہے اور ان کی ہدایت اور نور سے ہدایت پانے والے ہیں ۔اگر آپ اس حجاز کی سخت گرمی میں اس بے آب و گیاہ وادی میں تنہا نہ ہوتیں،اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان اس مشکل موقع پر آپ خداوند قدوس سے اس طرح لو نہ لگاتیں اور آپ دونوں پر خداوند عالم کی رحمت نازل نہ ہوتی اور اگر وہ رحمت نہ ہوتی تو آپ اللہ سے اس طرح لو نہ لگاتیں تو آپ کی صفا و مروہ کے درمیان سعی حج میں شعائر اللہ میں قرار نہ دی جاتی۔

(اِن الصَّفَا وَالمَروَۃَ مِن شَعَاءِرِ اللہِ فَمَن حَجَّ البَیتَ أوِ اعتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیہِ اَن یَطَّوَّفَ بِھِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَیرًا فَاِنَّ اللہَ شَاکِرٌ عَلِیمٌ[2]) ''بیشک صفا و مروہ دونوں پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں ہیں لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ کرے اس کیلئے کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں پہاڑیوں کا چکر لگائے اور جو مزید خیر کرے گا خدا اس کے عمل کا قدر دان اور اس سے خوب واقف ہے'' اے مادر گرامی!اللہ نے اپنی یاد میں اس وقت آپ کے انہماک کو دامن تاریخ میں ثبت کر دیا پانی کی تلاش میں آپ کی سعی اور آپ کے بچہ اسماعیل کی چیخ وپکار کے تذکرہ کو تاریخ میں لکھ دیا تاکہ آپ کے بعد آنے والی نسلوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت کیلئے کیسے خشوع و خضوع کیا جاتا ہے ؟اللہ کی رحمت وسیع ہے اس میں نہ کسی طرح کا بخل ہے نہ نقص اور نہ ہی وہ عاجز ہے لیکن لوگ اس کی رحمت کے نازل ہونے کے مقامات کو نہیں جانتے نہ ہی اس سے اچھی طرح پیش آتے ہیں اور نہ ہی اس سے استفادہ کرتے ہیں ۔

[1] سورۂ مائدہ آیت۶۶۔
[2] سورۂ بقرہ آیت۱۵۸۔

آپ نے ہم کو یہ تعلیم دی کہ اللہ کی رحمت کو کیسے نازل کرائیں اور اللہ کی رحمت کے ساتھ کیسے پیش آئیں اور اے بی بی ہم نے آپ سے رحمت کی کنجیاں حاصل کی ہیں ۔اگر ہم نے آپ کی ان کنجیوں کی حفاظت نہ کی جن کو آپ نے اپنے فرزندارجمند جناب اسمٰعیل کے سپرد کیا ،اسمٰعیل کے بعد یہ کنجیاں اسمٰعیل کی اولاد کو وراثت میں ملیں اور ہم کو آپ کے بیٹے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ میراث میں ملیں تو ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کی میراث اور ان کی وراثت کو ضائع وبرباد کردیاہے ۔ہم نے اپنے جد ابراہیم سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے کی تعلیم حاصل کی اور ہم نے اپنی ماں جناب ہاجرہ سے اللہ سے سوال کرنے کا طریقہ سیکھاہے ۔اگر ہم خواہشات نفسانی اور طاغوت وسرکشی میں پھنس گئے تو ہم نے اِس کو بھی ضائع کیا اور اُس کو بھی ضائع وبرباد کردیاہے۔

اے اللہ ہم نے اپنے جد ابراہیم اور اپنی جدہ جناب ہاجرہ کی جس میراث کو ضائع وبرباد کر دیا اس پر تجھ سے مدد چاہتے ہیں ۔ہم کو ان کے خاندان میں قراردے لہٰذا اے پروردگار اس میراث کی بازیابی کے سلسلہ میں ہماری مدد فرما ،جو ہم نے ضائع کردی ہے اور ہم کو ان کے پیرووں میں قرار دے اور پروردگارا ہم کو اس گھر سے اولاد ابراہیم اور اولاد عمران سے مت نکالنا ۔(اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی آدَمَ وَنُوحاًوَآلَ اِبْرَاہِیْمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ ذُرِّیَّةً بَعْضُھَامِن بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ [1])''اللہ نے آدم نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کرلیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے ''(رَبَّنَاوَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِن ذُرِّیَّتِنَااُمَّةً مُسْلِمَةً وَاَرِنَامَنَاسِکَنَاوَتُبْ عَلَیْنَااِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ [2])''پروردگار ہم دونوں کو اپنا مسلمان اور فرماں بردار قرار دیدے اور ہماری اولاد میں بھی ایک فرمانبردار پیدا کر ۔ہمیں ہمارے مناسک دکھلا دے اور ہماری توبہ قبول فرما کہ تو بہترین توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے'' جناب اسماعیل کی مادر گرامی نے اس دن اور اس وادی میں تمام اسباب خیراخذ کئے جن کو سعی ،دعا اور حاجت کہا جاتاہے ۔بیشک ہماری اس مادر گرامی نے پانی کی تلاش میں سعی کی کبھی آپ صفا

---

[1] سورۂ آل عمران آیت۳۳۔۳۴۔
[2] سورۂ بقرہ آیت ۱۲۸۔

پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں اور مروہ پہاڑی پرپانی کی تلاش میں جاتیں خداوند عالم اپنے بندوں کی سعی اور عمل کو دوست رکھتا ہےاور اس نے انھیں رزق کی اہم شرطیں قراردیا ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ اس طرح سعی کرے کہ خدا کی یاد میں منہک ہو جائے اور اسی حالت میں خدا سے لولگائے ،دعا کرے ،تاریخ انسانیت میں ایسی مثالیں بہت ہی کم نظرآتی ہیں ۔سعی و کوشش خدا وند عالم کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی اور انسان کو اس سے الگ نہیں کر دیتی اور صرف خداوند عالم سے وابستگی بھی انسان کی سعی و کوشش کی راہ میں حائل نہیں ہوتی جناب ہاجرہ کی پانی کیلئے کوشش ایک عورت کی قوت امکان کی آخری منزل تھی ۔آج یہ ہمارے حج کے مناسک میں سے ہےاور ہم ان دونوں پہاڑوں کے درمیان بغیر کسی زحمت ،تکلیف غم اور رنج کے سات چکر لگاتے ہیں سعی کر تے ہیں جس کی بنا پر ہم تھک جاتے ہیں مشقت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔اس بزرگ بی بی نے اس سعی کی اس بے آب و گیاہ وادی میں بنیاد رکھی جب بچہ کی پیاس پورے عروج پر تھی اور پیاسا شیر خوار اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا لیکن اس کے باوجود پانی کی تلاش میں اس سعی کو بڑی ہمت اور عزم وارادہ کے ساتھ قائم کیا ۔

اس کے باوجود اس سعی کے دوران ایک منٹ بھی آپ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوئیں یہ پوری سعی یاد الٰہی کے ساتھ تھی نہ یہ یاد خدا میں رکاوٹ تھی اور نہ سعی و کوشش میں مانع!گویا کوشش صرف خدا وند عالم سے وابستہ تھی اور خداوند عالم سے وابستگی سعی و کوشش کے ساتھ تھی ہم میں سے اس پر کون قدرت رکھ سکتا ہے ؟ملائکہ اس روز اس منظر کو دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے کہ آپ نے اللہ سے کیسے لو لگائی؟اور آپ نے پانی کی تلاش میں اس طرح کیسے سعی کی ہے؟اور آپ نے سعی اور اللہ سے اس طرح لو لگانے کو ایک ساتھ کیسے جمع کر دیا ؟اللہ کی بارگاہ میں کیسے تضرع کیا کہ وہ آپ کی دعا اور سعی متجاب کرے اور آپ کی سعی اور دعا سے اللہ رحمت نازل کرے اوراللہ کی رحمت اتنی قریب ہو جائے کہ آسمان کے طبق زمین پر اتر جائیں ۔اس دن دعا اور عمل صالح زمین سے آسمان پر پہونچے اور رحمت کے ستون آسمان سے زمین پر نازل ہوئے اور ملائکہ نے اس بے مثال واحد منظر کا نظارہ کیا تو اللہ کی بارگاہ میں تضرع کرنے لگے اور وہ چیز رونما ہوئی جو ان کے دل ودماغ میں بھی نہیں آئی تھی کہ شیر خوار بچہ کے قدموں کے نیچے

سے صاف وشفاف اورگوارا پانی کا چشمہ ابل پڑا ۔پاک وپاکیزہ ہے خداوند عالم اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں اس نے ہاجرہ کی سعی اور دعا کو قبول فرمایا لیکن سعی کی بنا پر نہیں بلکہ اس شیر خوار بچہ کے قدموں تلے جو اپنے ہاتھ پیروں کو اس دن کی پیاس کی بنا پر پٹخ رہا تھا تا کہ خداوند عالم ہاجرہ کو بتا سکے کہ خدا ہی نے ان کو یہ ٹھنڈا اور گوارا پانی اس تپتی دھوپ میں عنایت فرمایا ہے خود ہاجرہ نے اپنی سعی کے ذریعہ اس کو پیدا نہیں کیا ہے اگر چہ ہاجرہ کیلئے سعی و کوشش کرنا ضروری تھا تا کہ خداوند عالم ان کو زمزم عطا فرما تا ۔اللہ نے (زمزم)کو شیر خوار بچہ کے قدموں کے نیچے جاری کیا ۔اپنے بیت حرام کو اسی وادی میں قائم کیا ،زمزم میں برکت عطا کی اور ہمیشہ آنے والی نسلوں کے تمام حاجیوں کیلئے اسے سیرابی کا ذریعہ قرار دیا ۔اس دعا اور سعی کا تاریخ میں تذکرہ ثبت کردیا اس کو مناسک حج کی ایک نشانی قرار دیا جس کو حجاج ہرسال انجام دیا کرتے ہیں جس کو مدت سے ان کی والدہ محترم جناب ہاجرہ اور ان (انسانوں)کے پدر بزرگوار ابراہیم و اسماعیل نے ان کے لئے مہیا کیا ۔

اس وادی میں اس دن اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تین اسباب،حاجت،سعی اور دعا جمع ہوئے ۔حاجت یعنی ضعف اور فاقہ کا انتہائی درجہ،سعی اپنے آخری و حوصلہ کے مطابق اور دعا انقطاع اور اضطرار کے اعتبار سے ہے ۔ہم ہر سال حج میں اس منظر کی یاد کو تازہ و زندہ کرتے ہیں جس کی حضرت اسماعیلؑ کی والدہ نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ ہم اللہ کی رحمت کیسے طلب کریں، کیسے اس کے فضل ورحمت کو نازل کرائیں اور ہم اس کی معرفت کیسے حاصل کریں اور اس کی بارگاہ میں کیسے پیش آئیں ۔

دعا کے آداب اور اس کی شرطیں

دعا کے آداب اور اس کی شرطیں

ہمارے بعض علماء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ:راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ؟اللہ کی کتاب میں دوایسی آیات ہیں جن کی میں تاویل نہیں جا نتا ؟آپ نے فرما یا وہ کونسی دو آیات ہیں ؟ میں نے عرض کیا : (اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[1]) ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا'' میں دعا کرتا ہوں لیکن متجاب نہیں ہوتی ۔آپ نے مجھ سے فرمایا :تم نے اللہ پر بہتان باندھا ،کیا اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ اس کی مخالفت کرے گا ؟ میں نے عرض کیا :نہیں آپ نے فرمایا : پھر کیا مطلب ہے؟ میں نے عرض کیا :میں نہیں جانتا ہوں۔آپ نے فرمایادوسری آیت کونسی ہے؟میں نے عرض کیااللہ کا یہ قول :(وَمَااَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَھُوَیُخْلِفُہُ[2]) ''میں انفاق کر تا ہوں لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں دیکھتا ہوں''آپ نے فرمایا :کیا ہونا چاہئے ؟ میں نے عرض کیا :میں نہیں جانتا ۔آپ نے فرمایا :لیکن میں تم کو باخبر کرونگا انشاء اللہ،آگاہ ہو جاؤجوکچھ خداوند عالم نے تم کو حکم دیا ہے اگر تم اس کی اطاعت کروگے اور اس کے بعد اس سے دعا کروگے تو وہ تمہاری دعا متجاب کرے گا لیکن اگر تم اس کے حکم کی مخالفت کروگے اور اس کی معصیت (نافرمانی)کروگے تو وہ تمہارا کوئی جواب نہیں دے گا ۔لیکن رہی تمہاری یہ بات کہ تم انفاق کرتے ہو اور اس کا کوئی نتیجہ تمہارے سامنے نہیں آتا توآگاہ ہو جاؤ کہ اگر تم نے مال اس کے حلال طریقہ سے کسب کیا پھر اس کو اسی کے حق میں خرچ کردیا ہے تو کسی بندے نے کوئی درہم خرچ نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ نے اس کو اس کا بدلہ عطا کیا اگر تم اس کو دعا کے ذریعہ پکاروگے تو وہ تمہاری دعا ضرور متجاب کریگا اگر چہ تم نے گناہ ہی کیوں نہ کیا ہو ۔میں نے عرض کیا :جہت دعا سے کیا مراد ہے ؟آپ نے فرمایا :جب تم نے فریضہ اداکیا تو تم نے اللہ کی تمجید وتعریف وتعظیم کی اور جتنی تم میں قدرت تھی تم نے

[1] سورۂ مومن آیت۶۰۔
[2] سورۂ سبأ آیت۳۹۔

اس کی مدح کی اور جتنا ممکن ہو نبی پر زیادہ صلوات بھیجتے رہو،ان کی تبلیغ رسالت کی گواہی دو ،اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبتوں اور ملنے والی نعمتوں کی بنا پرنبی پر درود بھیجو ،اپنے پاس اس کی نعمتوں کا تذکرہ کیا ،اور جتنا تم سے ہو سکا تم نے اس پر اللہ کی حمد وثنا کی اور اس کا شکر ادا کیا ،پھر ایک ایک کر کے اپنے تمام گنا ہوں کا اعترف واقرار کیا ، یا ان میں سے جو گناہ تمہارے یا د آگئے اس کا اقرار کیا ،اور جو مخفی رہ گئے ان کا مجمل طور پر اقرار کیا پس تم نے تمام گناہوں کی اللہ سے توبہ کی اور یہ نیت کی کہ اسکے بعد پھر گناہ نہیں کرونگا ،اور میں اللہ سے ندامت ،صدق نیت اور خوف ورجاء سے استغفار کرتا ہوں ،اور اس طرح کہو: (اللّھمّ انّي اعتدرالیک مِن ذنوبي واستغفرکَ واتوب الیک فاعني علیٰ طاعتک ووفقنی لمااوجبت عليَّ من کلّ مایُرضیک،فاني لم أرأحداًبلغ شیئاًمِن طاعتک الابنعمتک علیہ قبل طاعتک،فانعم عليّ بنعمۃ انال بھا رضوانک والجنّۃ[1]) ''پروردگا ر میں اپنے گناہوں کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں، تجھ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں ،اپنی طاعت پر میری مدد کر ،جن چیزوں سے تو راضی ہوتا ہے اور وہ تونے مجھ پر واجب کی ہیں مجھے ان کے ادا کرنے کی توفیق عطا کر ،میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس کے اطاعت کرنے سے پہلے تیری نعمتیں اس کو عطا ہو گئیں پس مجھ پر وہ نعمتیں نازل کر جن کے ذریعہ میں تیری رضا اور جنت تک پہنچ جاؤں ،،اس کے بعد سوال کرو ہم امید کرتے ہیں تم نا مراد نہیں رہو گے انشاء اللہ ۔

آداب دعا کے سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے:(احفظ آداب الدعاء،وانظرمَن تدعو،وکیف تدعو،ولماذا تدعو،وحقق عظمۃاللہ وکبریاۂ،وعاین فی قلبک علمہ بمافي ضمیرکَ واطّلاعہ علیٰ سرّکَ،ومایکن فیہ من الحق والباطل،واعرف طرق نجاتک وھلاکک کی لاتدعواللہ بشيء فیہ ھلاکک وأنت تظن فیہ نجاتک)قال اللہ عزوجل:(وَیدُعُ الاِنْسان بالشَّرِّدُعَاءَ ہُ بالخَیْرِ وکَانَ الاِنْسَان عَجُولًا[2]) وتفکّرماذاتسأل،ولماذاتسأل۔والدعاء استجابۃالکل منک للحق،وتذویب المھجۃفي مشاھدۃالربّ،وترکَ الاختیارجمیعاً،وتسلیم الأمورکلھاظاھراًوباطناًالی اللہ۔ فان لم تأت بشروط الدعاء فلاتنتظرالاجابۃ،فانّہ یعلم السرّ

---

[1] بحار الانوار جلد۹۳صفحہ۳۱۹،فلاح السائل صفحہ ۳۸۔۳۹،عدۃ الداعی صفحہ ۱۶۔

[2] سورۂ اسراء آیت۱۱۔

وأخفی[1] فلعلک تدعوبشيء قد علم من سرّک خلاف ذلک) آداب دعا کی حفاظت کرو ،یہ دیکھو کہ کس سے مانگ رہے ہو ،کس طرح مانگ رہے ہو اور کیوں مانگ رہے ہو ، خداوند عالم کی عظمت و بزرگی پر نظر رکھوجو کچھ تمہارے دلوں میں علم ہے اور جن رازوں سے تم واقف ہوا سکے ذریعہ اپنے دل کا معائنہ کرو اور یہ دیکھوکہ کس میں ہلاکت ہے اور کس میں نجات ہے تاکہ ہلاکت کا مطالبہ نہ کر بیٹھو ، اپنی نجات اور ہلاکت کے راستوں کو پہچانو کہ کہیں تم ایسی دعا نہ کر بیٹھو جس میں تمہاری ہلاکت ہورہی ہو اور تم اس سے اپنی نجات کا گمان کر رہے ہو ۔

اورخداوند عالم فرماتا ہے: (وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَہُ بِالْخَیْرِ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُولاً[2]) ''اور انسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے کہ انسان بہت جلد باز واقع ہوا ہے'' جو کچھ مانگ رہے ہو اس کے متعلق اور کیوں مانگ رہے ہو اس کے سلسلہ میں فکر کرو ۔دعا یعنی تمہارا حق کو مکمل طور پر قبول کرنا، تمہارا اپنے پروردگار کے دیدار میں اپنے کوپگھلا دینا اپنے تمام اختیارات خداوند عالم کے حوالے کردینا اور اپنے تمام ظاہری اور باطنی امور اسی کے حوالے کردینا ۔اگر تم دعا کو اس کی تمام شرطوں کے ساتھ انجام نہیں دوگے تو اس کے مستجاب ہونے کا بھی انتظار نہ کرنا بیشک خداوند عالم تمام رازوں اور پوشیدہ چیزوں سے آگاہ ہے ،شاید تم ایسی چیز کے بارے میں دعا کر بیٹھو جسکو وہ تمہاری بھلائی کے خلاف جانتا ہو'' یہ روایت دعا کے مستجاب ہو نے اور دعا کے آداب کی شرطوں کی طرف اشارہ کرتی ہے ہم اس فصل میں سب سے پہلے دعا کے مستجاب ہونے کی شرطوں کو بیان کریں گے اس کے بعد اگر شروط و آداب کی تقسیم میں بعض مشکلات سامنے نہ آئیں تو آداب دعا کے متعلق بحث کریں گے ۔

ہم اس فصل میں سب سے پہلے دعا قبول ہونے کی شرطوں کے سلسلہ میں بحث کرنا چاہتے ہیں پھر آداب دعا کے سلسلہ میں گفتگو کریں گے اگرچہ شرطوں کوآداب دعا سے جدا کرنا ہمارے لئے مشکل ہے لہٰذا ہم نے شرائط و آداب کو ایک ساتھ بیان کرنا بہتر سمجھا ہے ۔ ہم ذیل میں سرسری طور پر شریعت اسلامیہ کی روشنی میں دعا کے آداب اور اس کی شرطوں کو بیان کر رہے ہیں ۔

---

[1] بحار الا نوا ر جلد :۹۰صفحہ ۳۲۲ ۔
[2] سورۂ اسراء آیت۱۱۔

۱۔اللہ کی معرفت:دعا مستجاب ہونے کی شرطوں میں سے سب سے اہم شرط اللہ کی معرفت ہےاور اس کی مطلق قدرت و سلطنت پر ایمان رکھنا کہ اس کا بندہ جو کچھ اس سے چاہتا ہے وہ ضرور حاصل ہو گا ۔در منثور میں معا ذ بن جبل نے رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے: (لوعرفتم اللہ حق معرفتہ،لزالت لدعائکم الجبال[1]) ''اگر تم اللہ کی معرفت اس کے حق کے ساتھ حاصل کرو تو تمہاری دعائیں پہاڑوں کو بھی ان کی جگہ سے ہٹادیں گی'' تفسیر عیاشی میں خداوند عالم کے اس فرمان: (فلیستجیبوالی ولیؤمنوا بي[2]) ''لہٰذا مجھ سے طلب قبولیت کریں اور مجھ ہی پر اعتماد رکھیں'' کے متعلق امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا :(یعلمون انی اقدران اعطیھم مایسألونی[3]) ''وہ (بندے)جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ مجھ سے سوال کریں گے میں ان کووہ عطا کر دونگا'' طبرسیؒ نے مجمع البیان میں مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ :(ولیومنوابی[4]) ''اور مجھ ہی پر اعتماد رکھیں'' یعنی یہ بات بالکل متحقق ہے کہ جو کچھ وہ سوال کریں گے میں وہ ان کو عطا کرنے پر قادر ہوں:(لَعَلَّھُمْ یُرْشِدُوْن[5]) ''شاید اس طرح راہ راست پر آجائیں'' امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:(اَمَّن یُجِیْبُ الْمُضطَرَّاِذَادَعَاہُ[6]) ''بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے'' فسُئل مالناندعو،ولایستجاب لنا؟فقال لأنّکم تدعون مالاتعرفون و تسألون مالا تفھمون[7]آپ سے سوال کیا گیا :ہم دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا مستجاب نہیں ہوتی،آپ نے فرمایا : تم ان چیزوں کی دعا کرتے ہو جن کی تمھیں معرفت نہیں ہےاور وہ سوالات کرتے ہو جن کو تمسجھتے نہیں ہو ۔اس حدیث میں دعا مستجاب ہونے کے باب میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ سائل کواپنے سوال اور جس سے سوال کر رہا ہے ان سے باخبر ہونا چاہئے ۔امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے :جس نے مجھ سے سوال کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ نفع و نقصان میری طرف سے ہے تومیں اس کی دعا قبول کرونگا امام علی بن الحسین

---

[1] المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۳۔
[2] سورۂ بقرہ آیت۱۸۶۔
[3] المیزان جلد ۲صفحہ ۴۳ ۔
[4] سورۂ بقرہ آیت۱۸۶۔
[5] سورۂ بقرہ آیت۱۸۶ ۔
[6] سورۂ نمل آیت ۶۲۔
[7] الصافی صفحہ ۵۷ (طبع حجریہ ۔ایران)سورۂ بقرہ آیت نمبر ۸۶ کی تفسیر میں ہے۔

زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں آیا ہے: (تمدحت بالغناء عن خلقک وانت اهل الغنیٰ عنهم،و نسبتهم الی الفقروهم اهل الفقرالیک،فمن حاول سد خلته من عندک،ورام صرف الفقرعن نفسه بک،فقد طلب حاجته فی مظانها واتٰی طلبته من وجهها[1]) "تو نے اپنی تعریف یہ کی ہے کہ تو مخلوقات سے بے نیاز ہے اور اس بے نیازی کا اہل ہے اور تو نے مخلوقات کو فقر کی طرف نسبت دی ہے کہ وہ واقعا تیرے محتاج ہیں لہذا جو شخص بھی اپنی حاجت کو تیری بارگاہ سے پورا کرانا چاہتا ہے اور اپنے نفس سے فقر کو تیرے ذریعہ دور کرنا چاہتا ہے اُس نے حاجت کو اس کی منزل سے طلب کیا ہے اور مقصد تک صحیح رخ سے آیا ہے

"حضرت امیرالمومنین علیہ السلام مناجات میں ارشاد فرماتے ہیں: (سبحان الذی یتوکّل کلّ مؤمن علیه ویضطر کلّ جاحد الیه،ولایستغنی احدٌ الابفضل مالدیه[2]) "پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس پر ہر مومن توکل کرتا ہے اور جس کے سامنے ہر انکار کرنے والا اپنے کو مضطر محسوس کرتا ہے اور کوئی بھی اس کے فضل کے بغیر بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے " حضرت امام زین العابدین علیہ السلام صحیفہ کاملہ سجادیہ کی دعا نمبر۷میں فرماتے ہیں: (اَصْبَحْنَا فِیْ قَبْضَتِکَ یَحْوِیْنَا مُلْکُکَ وَسُلْطَانُکَ وَتَضُمُّنَا مَشِیَّتُکَ وَنَتَصَرَّفُ عَنْ اَمْرِکَ وَنَتَقَلَّبُ فِیْ تَدْبِیْرِکَ لَیْسَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِاِلَّامَا قَضَیْتَ وَمِنَ الْخَیْرِاِلَّامَا اَعْطَیْتَ) "اور ہم بھی تیرے ہی قبضہ میں ہیں تیرا اقتدار تیری ساری سلطنت ہمارے سارے وجود پر حاوی ہے اور تیری مشیت ہمیں اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے ۔

ہم تیرے ہی حکم سے تصرف کرتے ہیں اور تیری ہی تدبیر سے کروٹیں بدلتے ہیں ہمارا حصہ معاملات میں اتنا ہی ہے جس کا تو نے فیصلہ کر دیا ہے اور خیر بھی وہی ہے جو تو نے عطا کر دیا ہے" اور صحیفۂ علویہ میں ہے: "مَن ذا الذی یضارک ویغالبک أو یمتنع منک أو ینجو من قدرکَ" "کون تم کو نقصان پہنچاتا ہے اور کون تمہارا مقابلہ کرتا ہے یا وہ تم سے اجتناب کرتا ہے یا تیری قدر و قضا سے فرار کرتا ہے" یہ معرفت ہی تو ہے کہ دعا کرنے والایہ جانتا ہے کہ اللہ اس سے قریب ہے اور ہر شئے اس سے بہت قریب ہے ،وہ اس (بندے) کے نفس میں ہونے والے وسواس سے بھی باخبر ہے وہ اس کے نفس سے اس کی شہ رگ حیات سے بھی زیادہ

[1] صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا : ۱۳ ۔
[2] بلد امین صفحہ ۹۶ ۔

قریب ہے وہ اس کے اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہے خدا وند عالم کا ارشاد ہے : (وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ[1]) ''اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں'' (وَنَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ[2]) ''اور ہم تو اس کی شہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں'' (اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہِ[3]) ''بیشک خدا انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے'' حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعا میں ارشاد فرماتے ہیں: (اتقرب الیک بسعة رحمتک التي وسعت کلّ شیء وقد تریٰ یارب مکاني و تطلع علیٰ ضمیري وتعلم سري ولایخفیٰ علیک امري وانت اقرب اليّ من حبل الورید[4]) ''میں تیری اس وسیع رحمت سے قریب ہونا چاہتا ہوں جو ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے،تو میرے مکان سے بخوبی آگاہ ہے ،میرے ضمیر سے باخبر ہے، میرے رازوں کو جانتا ہے، میرا کوئی امر تجھ سے پوشیدہ نہیں اور تو میری شہ رگ حیات سے زیادہ مجھ سے قریب ہے''

جمعہ کے دن کی دعا میں آپ ارشاد فرماتے ہیں: (لاالہ الااللہ المجیب لمن ناداہ بأخفض صوتہ،السمیع لمن ناجاہ لأغمض سرّہ،الرؤوف بمن رجاہ لتفریج ھمّہ القریب ممّن دعاہ لتنفیس کربہ وغمّہ[5]) ''کوئی خدا نہیں ہے سوائے اللہ کے جو اپنے بندے کی ہلکی سی آواز کا بھی جواب دیتا ہے وہ اس کی آواز کو بھی سنتا ہے جو اس کو اپنے راز کو پوشیدہ رکھ کر اسے پکارتا ہے اس شخص پر مہربان ہے جو اپنی مشکل دور کرنے میں خداوند عالم سے لو لگاتا ہے اس شخص سے قریب ہے جو اپنے غم کے دور ہونے کے سلسلہ میں اس سے دعا کرتا ہے'' امام علیہ السلام ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں: (سبق في العلوّفلاشي ءأعلامنہ،وقرب فی الدنوفلا شئ اقرب منہ،فلا استعلاؤہ باعدہ عن شي ءمن خلقہ ولاقربہ ساواھم فی المکان بہ[6]) ''وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔
[2] سورۂ ق آیت ۱۶۔
[3] سورۂ انفال آیت ۲۴۔
[4] البلد الامین صفحہ ۹۶۔
[5] البلد الامین صفحہ ۹۳۔
[6] نہج البلا غہ خطبہ ۴۹

سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب نہیں ہے اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کردیا ہے اور نہ اس کے قرب نے اُسے دوسروں کی سطح پر لاکر اُن کے برابر کردیا ہے''

۲۔اللہ سے حسن ظن: اللہ سے حسن ظن رکھنا اللہ کی معرفت کے پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہے،اللہ اپنے بندوں کو اتنا ہی عطا کرتا ہے جتنا وہ اللہ سے حسن ظن رکھتے ہیں اور اس کی رحمت اور کرم کی وسعت کا یقین رکھتے ہیں ۔حدیث قدسی میں آیا ہے :(انا عند ظن عبدي بي،فلايظن بِيَ الا خيراً[1]) ''میں اپنے سلسلہ میں اپنے بندے کے ظن و گمان کے مطابق اس کی حاجت پوری کرتا ہوں اس سے قریب ہوں لہٰذا وہ میرے بارے میں خیر کے علاوہ کوئی ظن و گمان نہ رکھے '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے: (ادعوااللہ وانتم موقنون بالاجابة) ''اللہ سے دعا مستجاب ہونے کے یقین کے ساتھ دعا کرو'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب موسیٰؑ کو وحی کی: (مادعوتني ورجوتني فاني سامع لک[2]) ''اے موسیٰ جو کچھ مجھ سے دعا کرتے ہو اور مجھ سے امید رکھتے ہو میں اس کو تمہاری خاطر سنتا ہوں''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (اذا دعوت فأقبل بقلبک وظن حاجتک بالباب[3]) ''جب دعا کرو تو اپنے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو اور اپنی حاجت کو قبولیت کے دروازے پر سمجھو'' اور یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے: (فاذا دعوت فاقبل بقلبک ثم استیقن الاجابة[4]) ''جب دعا کرو تو اپنے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو اور اجابت کا یقین رکھو'' اس کے بالمقابل اللہ کی رحمت اور دعا کے مستجاب ہونے سے مایوس ہو جانا ہے یہ اللہ کی رحمت سے دور ہو جانے کاایک سبب ہے کبھی کبھی انسان اللہ سے دعا کرتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا مستجاب کرنے میں تاخیر کرتا ہے اور اس وقت تک تاخیر کرتا ہے جب تک وہ اس کی مصلحت کے مطابق نہ ہو جائے لیکن انسان اس کی معرفت نہیں رکھتا اور اللہ اس کو جانتا ہے لہٰذا انسان اللہ سے

---

[1] المیزان جلد ۲صفحہ ۳۷ ۔
[2] وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۵،،حدیث ۸۷۰۳ ۔
[3] اصول کا فی صفحہ ۵۱۹ ،اور وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۵حدیث ۔۸۷۰۰
[4] اصول کا فی باب الا قبال علی الد عا ۔

سوء ظن کر بیٹھتا ہے اور اللہ کی رحمت سے نا امید ہو جاتا ہے یہی نا امید ی اللہ کی رحمت میں مانع ہو تی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے'': لایزال العبد بخیر و رجاء ورحمۃ من اللہ عزّوجلّ،مالم یستعجل، فیقنط،ویترک الدعاء،وقیل لہ:کیف یستعجل ؟قال:یقول:قد دعوت منذ کذا وکذا ومااریٰ الاجابۃ''[1]''انسان اس وقت تک نیکی کی امید اور رحمت الٰہی میں رہتا ہے جب تک وہ جلدی بازی نہ کرے اوربندہ جلدبازی کرنے کے نتیجہ میں مایوس ہو جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑدیتا ہے ۔امامؑ سے سوال کیا گیا بندہ کی جلد بازی کرنے کا کیا مطلب ہے ؟فرمایا وہ کہتا ہے :میں یہ دعا مانگ رہا ہوں لیکن قبول نہیں ہو رہی ہے''احمد بن محمد بن ابی نصر سے مروی ہے کہ میں نے ابو الحسنؑ کی خدمت اقدس میں عرض کیا'' :جُعلت فداک إني قد سألت اللہ الحاجۃ منذ کذا وکذا سنۃ،وقد دخل قلبي من ابطاءھا شأ،فقال:یاأحمد،ایاک والشیطان ان یکون لہ علیک سبیل حتّیٰ یقنطک۔اخبرني عنک لوأنّي قلت لک قولاکنت تثق بہ مني۔فقلت لہ :جعلت فداک،اذالم اثق بقولک فبمن أثق،وانت حجۃ اللہ علیٰ خلقہ؟قال فکن باللہ اوثق،فإنک علیٰ موعد من اللہ عزّوجلّ۔أَلیس اللہ یقول(وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ[2]) وقال:(لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ[3]) وقال:(وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَۃً مِنْہُ وَفَضْلاً[4]) فکن باللہ أوثق منک بغیرہ ولاتجعلوا فی انفسکم الاخیرأفانہ لغفور لکم''[5]''میری جان آپ پر فدا ہو میں پروردگار سے ایک سال تک اپنی فلاں فلاں حاجتیں مانگتا رہا اب میرے دل میں ان کے قبول نہ ہونے کے سلسلہ میں خدشہ آگیا ہے :آپ نے فرمایا :اے احمد شیطان سے بچو!اس لئے کہ وہ تمہیں مایوسی کے راستہ پر لگادے گا ،مجھے ثبوت دو کہ اگر میں تمہیں کچھ بتاؤں تو تم اس پر اعتماد کروگے :میں نے عرض کیا :میری جان آپ پر فدا ہو اگر میں آپ کے فرمان پر اعتماد نہیں کرونگا تو پھر کس کے فرمان پر اعتماد پر کرونگا اور آپ تو مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں ؟آپ نے فرمایا :اللہ پر سب سے زیادہ اعتماد رکھو چونکہ خداوند عالم نے تم سے وعدہ کیا ہے ''کیا پروردگار عالم نے نہیں فرمایا : (وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ

[1] اصول کا فی صفحہ ۵۲۷)اور وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۷ حدیث ۸۷۱۱ ۔
[2] سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔
[3] سورۂ زمر آیت۵۳۔
[4] سورۂ بقرہ آیت ۲۶۸۔
[5] قرب الا سنا د صفحہ ۱۷۱۔

اِذَادَعَانِ) ''اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں جب بھی پکارتا ہے '' اور یہ فرمان :(لَاتَقْنَطُوْامِن رَّحْمَۃِ اللّٰہِ) ''رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا '' اور یہ فرمان :(وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَۃً مِنْہُ وَفَضْلًا) ''اور خدا مغفرت اور فضل و احسان کا وعدہ کرتا ہے'' لہٰذا تم سب سے زیادہ اللہ پر اعتماد کرو اور اپنے نفس میں خیر کے علاوہ اور کچھ نہ قرار دو بیشک اللہ تمہارے لئے غفور ہے ۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :(ان العبد اذا عجل فقام لحاجتہ (یعني انصرف عن الدعاء ولم یطل في الدعاء،والوقوف بین یدي اللّٰہ طالباً للحاجۃ)یقول اللّٰہ عزّوجلّ:أمایعلم عبدیأنّي أنااللّٰہ الّذي اقضي الحوائج [1]) ''بندہ جب جلد بازی کرتا ہے تو وہ اپنی حاجت کیلئے قیام (یعنی دعا کرنے سے منصرف ہو جاتا ہے زیادہ دیر تک دعا نہیں مانگتا اور اللہ کی بارگاہ میں حاجت روائی کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے) کر لیتا ہے ۔ پروردگار فرماتا ہے :کیا میرا بندہ نہیں جانتا بیشک میں خدا ہوں جو حاجتوں کو پورا کرنے والا ہوں ؟

''ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا : (کان بین قول اللّٰہ عزّوجلّ :(قَدْاُجِیبَتْ دَعْوَتُکُمَا [2]) خداوند عالم کے قول :(قَدْاُجِیبَتْ دَعْوَتُکُمَا) اور فرعون کی تنبیہ کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے[3]''اسحاق بن عمار سے مروی ہے: (قلت لابي عبداللّٰہ علیہ السلام:یستجاب للرجل الدعاء ثم یؤخّر ؟قال:نعم،عشرین سنۃ[4]) '' میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا :میری جان آپ پر فدا ہوکیا بندے کی دعا مستجاب ہونے میں تاخیر ہو سکتی ہے ؟آپ نے فرمایا :ہاں بیس سال تاخیر ہو سکتی ہے''

۳ ۔ اللہ کی بارگاہ میں اضطرار دعا میں انسان کیلئے اللہ کی پناہ مانگنا ضروری ہے چونکہ مضطر خداوند عالم کے علاوہ کسی کو اس لائق نہیں پاتا جس سے امید لگائے اور اپنی حاجتوں کیلئے اس پر بھروسہ رکھے ۔جب انسان اللہ اور اللہ کے علاوہ اس کے بندوں میں سے

---

[1] وسائل اشیعہ صفحہ ۱۱۰۶،حدیث ۸۷۰۹۔
[2] سورۂ یونس آیت ۸۸۔
[3] اصول کافی جلد۲صفحہ ۵۶۲ ۔
[4] اصول کافی جلد۲صفحہ ۵۶۲۔

کسی سے اپنی امید لگائے رہتا ہے تو اس کو خدا وند عالم سے جس طرح لو لگا نی چاہئے تھی اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا اور اپنے نفس میں اللہ سے مضطر ہونے کی حالت نہیں پیدا کی حالانکہ دعا کے مستجاب ہونے کی بنیادی شرط وہی ہے ۔ حضرت امیر المو منین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ کو وصیت کرتے وقت فر مایا: (وبالإخلاص یکون الخلاص فاذااشتدالفزع فالی اللہ المفزع[1]) ''انسان اخلاص کے ذریعہ ہی چھٹکارا حاصل کرتا ہے جب زیادہ شدت و اضطراب و گھبراہٹ ہوگی تو انسان اللہ سے خوف کھائے گا'' مجبوری کی حالت میں انسان کی تمام امیدیں ہر ایک سے منقطع ہو جاتی ہیں اور صرف اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے اور خدا کے علاوہ وہ کسی اور سے امید نہیں رکھتا روایت کی گئی ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی: (ادعني دعاء الحزین الغریق لیس لہ مغیث،یا عیسیٰ!سلني ولا تسأل غیري،فیحسن منک الدعاء،ومنيّ الاجابة[2]) ''اے عیسیٰ جس کا کوئی فریاد رس نہ ہو اس کی طرح گڑگڑاکر محزون ور نجیدہ ہو کر مجھ سے دعا مانگو،میرے علاوہ کسی اور سے دعا نہ مانگو جومجھ سے اچھی دعا مانگے گا تو میں ضرور مستجاب کرونگا''امیر المو منین حضرت علی علیہ السلام اللہ سے مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (الٰھي لیس تشبہ مسألتي مسألة السائلین لاَن السائل اذا مُنع امتنع عن السؤال،وأنا لاغناء بي عمّا سألتک علیٰ کل حال،الٰھي ارضَ عني،فان لم ترضِ فاعف عني،فقد یعفوالسید عن عبدہ وھوعنہ غیر راضٍ الٰھي کیف أدعوک وأنا أنا ؟وکیف أیأس منک وأنت أنت[3]؟) ''پروردگار میرا مسئلہ سائلوں کے سوالوں جیسا کب ہو سکتا ہے چونکہ سائل کو جب منع کر دیا جاتا ہے تو وہ سوال کرنے سے رک جاتا ہے اور میں تجھ سے بے نیاز نہیں ہوں مجھے تو ہر حال میں تجھ سے سوال کرنا ہی ہے ،خدایا مجھ سے راضی ہو جا ،اگر تو مجھ سے راضی نہیں ہوتا تو مجھ کو معاف فرما دے،کیونکہ آقا اپنے غلام کو راضی نہ ہونے کی صورت میں بھی معاف کر دیتا ہے پروردگار میں تجھ سے کیسے دعا کروں حالانکہ میں میں ہوں ؟اور تجھ سے کیسے مایوس ہوں حالانکہ تو تو ہے ؟''اسی کو حالت اضطرار کہا جاتا ہے جس میں بندہ اللہ کے علاوہ کسی اور کوپناہ گاہ نہیں سمجھتا اور اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے ۔

---

[1] وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۱حدیث ۸۷۶۴۔
[2] وسائل اشیعہ جلد ۴ :صفحہ نمبر ۱۱۷۴حدیث ۸۹۵۸ ۔
[3] البلد الامین صفحہ ۳۱۶۔

جیسا کہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حالت اضطرار اللہ کی یاد میں غرق ہو جانا ہے جب بندہ اس بات سے با خبر ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی بار گاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے پر مضطر ہے اور اللہ کے علاوہ اس کا کوئی اور نہیں ہے جس کی بارگاہ میں وہ اپنی حاجت پیش کر سکے تو وہ اسی کی یاد میں غرق ہو جاتا ہے اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے لو نہیں لگا تا وہ اللہ کی ہی یاد میں منہمک رہتا ہے اور اس کے علاوہ کسی کی یاد میں منہمک نہیں ہوتا ہے ۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعا میں فرماتے ہیں: (وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یَدْعُوْکَ مُخْلِصاً فِیْ الرَّخَاءِ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّیْنَ لَکَ [1]) ''مجھے ان لوگوں میں قرار دے جو سکون کے لمحات میں اس خلوص سے دعا کرتے ہیں جس طرح پریشانی کے اوقات میں مضطر لوگ دعا کرتے ہیں'' ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں: (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَخْلَصْتُ بِانْقِطَاعِیْ اِلَیْکَ وَاَقْبَلْتُ بِکُلِّیْ عَلَیْکَ وَصَرَفْتُ وَجْھِیْ عَمَّنْ یَحْتَاجُ اِلیٰ رِفْدِکَ وَقَلَبْتُ مَسْأَلَتِیْ عَمَّنْ لَمْ یَسْتَغْنِ عَنْ فَضْلِکَ وَرَأَیْتُ اَنَّ طَلَبَ الْمُحْتَاجِ اِلیٰ الْمُحْتَاجِ سَفَہٌ مِنْ رَأْیِہِ وَضَلَّۃٌ مِنْ عَقْلِہِ [2]) ''خدایا میں مکمل اخلاص کے ساتھ تیری طرف آرہا ہوں اور پورے وجود کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوں میں نے اپنا رخ ان تمام لوگوں سے موڑلیا ہے جو خود ہی تیری عطا کے محتاج ہیں اور اپنے سوال کو ان کی طرف سے ہٹا لیا ہے جو خود بھی تیرے فضل و کرم سے بے نیاز نہیں ہیں اور میں نے یہ اندازہ کرلیا ہے کہ محتاج کا محتاج سے مانگنا فکر کی نا دانی اور عقل کی گمراہی ہے''

ان باتوں پر زور دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان وہ مادی وسائل واسباب جن کو اللہ نے لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کا وسیلہ قرادیا ہے ان کا سہارا نہ لے جبکہ اللہ نے ان کا سہارا لینے کا حکم دیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان اسباب کو اپنی مشیت وارادہ میں دائمی قراردیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (واذا أراد احدکم ان لایسأل ربہ شیئاً الاّ اعطاہ فلییأس من الناس کلھم، ولایکون لہ رجاء الاّ عند اللہ عزّوجلّ،فاذا علم اللہ ذٰلک من قلبہ لم یسألہ شیئاً الاّ اعطاہ [3]) ''جب تم میں سے کوئی ایک یہ ارادہ کرے کہ ان کا پروردگار ان کو عطا کرنے کے علاوہ ان سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا ہے اور وہ اللہ

[1] صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا ۲۲۔
[2] صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا ۲۸۔
[3] تفسیر صافی :۵۸،طبع الحجریۃ ۔ایران ،اصول کافی :۳۸۲،وسائل الشیعہ جلد ۴ ،۱۱۷۴،حدیث ۸۹۵۶۔

کے علاوہ کسی اور سے کوئی امید و آرزو نہیں رکھتا ہے ،جب پروردگار عالم اس کے دل کی اس حالت سے آگاہ ہو جاتا ہے تو وہ (خدا)اس (بندہ)کو عطا کرنے کے علاوہ کوئی سوال نہیں کرتا ہے ''

۴۔انھیں راستوں سے جانا جو خدا نے بتائے ہیں اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے وقت فروتنی کرنا اور یہ فروتنی اُن ہی طریقوں سے کی جائے جن کا اللہ نے حکم دیا ہے ۔روایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے چالیس رات اللہ کی عبادت کی اور پھر اللہ سے دعا کی اور وہ مستجاب نہ ہو سکی تو اس نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے گلہ شکوہ کیا ۔حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے خداوند عالم سے اس کے متعلق سوال کیا تو پروردگار عالم نے فرمایا '' :یا عیسیٰ !انّہ دعاني،وفي قلبہ شک منک [1]'''' اے عیسیٰ اس نے مجھ سے دعا کی لیکن اس کے دل میں تمہارے متعلق شک تھا ''

۵۔خداوند عالم کی طرف پوری قلبی توجہ :دعا قبول ہونے کی سب سے اہم شرط یہی ہے بیشک دعا کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اپنے دل کو خدا کے سامنے جھکا دے اگر انسان کا دل اللہ کے علاوہ دنیا کے مشاغل میں سے کسی ایک کی طرف لگا ہوا ہو تو انسان دعا کی حقیقت کو محقق نہیں کرسکتا ہے ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :(ان اللّٰہ عزوجلّ لایقبل دعاءً بظھر قلب ساہٍ [2]) ''بیشک خداوند عالم بھلا دینے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا ''آپ کا ہی فرمان ہے: (فاذادعوت أقبل بقلبک ثم استیقن الاجابۃ [3]) ''جب تم دعا کرو تو پہلے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو پھر اس کے مستجاب ہونے کا یقین کرو'' اور یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ (امیر المومنین علیہ السلام)نے فرمایا : (لایقبل اللّٰہ عزّوجلّ دعاءَ قلب لاہٍ [4]) ''خدا لھو ولعب میں مشغول دل کی دعا قبول نہیں کرتا ہے'' حدیث

---

[1] کلمۃ اللہ حدیث۳۷۱ ۔
[2] اصول کافی باب الاقبال علی الدعاء۔
[3] اصول کافی باب الاقبال علی الدعاء حدیث ۱۔
[4] اصول کافی باب الاقبال علی الد عا ح۲۔

قدسی میں آیا ہے: (یاموسیٰ ادعني بالقلب النقي واللسان الصادق[1]) ''اے موسیٰ مجھ سے پاک وصاف دل اور سچی زبان سے دعا کرو'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے وصیت میں فرمایا: (لایقبل اللہ دُعاء قلب ساہٍ[2]) ''اللہ سہو کرنے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا'' سلیمان بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے: (ان اللہ عزوجلّ لایستجیب دعاء بظہر قلب ساہ فاذا دعوت أقبل بقلبک ثم استیقن الاجابۃ[3]) ''خداوند عالم ظاہری طور پر فراموش کار قلب کی دعا قبول نہیں کرتا، پہلے دعا کو اپنے دل کے سامنے پیش کرو پھر اس کے قبول ہونے کا یقین کرو''

اور یہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: (ان اللہ عزّوجلّ لایستجیب دعاء بظہر قلب قاس[4]) ''بیشک خداوند عالم قسی القلب کی دعا قبول نہیں کرتا'' دعا میں اللہ کے سامنے اپنے دل کا جھکانا ضروری ہے اور اپنے کو اللہ کے حضور میں پیش کرنا ہے لہوولعب، سہو اور قساوت یہ تینوں چیزیں انسان کو اللہ کے سامنے دل جھکانے سے روک دیتی ہیں ہم ماثورہ دعاؤں میں پڑھتے ہیں کہ دعا کرنے والا خدا کے سامنے دعا کی حالت میں آئے اور ایسا نہ ہو کہ اس کے دل اور زبان الگ الگ چیزوں میں مشغول ہوں وہ زبان سے تو دعا کر رہا ہو لیکن اس آدمی کا دل دنیاوی کاموں میں مشغول ہو۔عارف فقیہ شیخ جوادملکی تبریزی اپنی کتاب (المراقبات)میں تحریر کرتے ہیں :جان لو جب تک تمہاری روح اور تمہارا دل صفات دعا سے متصف نہ ہو اس وقت تک تمہاری دعا قبول نہیں ہو سکتی اور صفات دعا سے متصف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دعا تمہارے راز،روح اور دل سے جاری ہو،مثال کے طور پر جب تم یہ کہو ''ارجوک لکل خیر''میں تجھ سے ہر خیر و اچھائی کی امید رکھتا ہوں۔تو تم کو اپنے باطن،روح اور دل سے اللہ سے امید کرنا چاہئے اور ان میں سے ہر ایک کے کچھ آثار ہوتے ہیں اور ان آثار کا تمہارے اعمال سے اظہار ہونا چاہئے تو جس کے باطن اور حقیقت میں آرزو محقق ہو جائے تو گویا وہ مجسم آرزو ہو جائے گا اور یہ جس کی روح میں ہو تو گویا اس کی زندگی آرزو کے ذریعہ ہوگی،جو

---

[1] بحارلانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۴ ۔
[2] من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۲ صفحہ۳۳۹۔
[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ ,۱۱۰۵،حدیث ۸۷۰۵۔
[4] وسائل الشیعہ جلد ۴ ,۱۱۰۶،حدیث ۸۷۰۷۔

اپنے قلب کے ذریعہ آرزو مند ہو گا تو قصد و اختیار سے صادر ہونے والے اس کے اعمال آرزو کے ہمراہ ہوں گے لہذا اس بات سے ڈرو کہ تمہارے معاملات میں کچھ آرزو نہ پائی جائے اس کو اپنے اعمال میں آزماؤ ۔یہ دیکھو کہ کیا تم کو اپنی حرکات میں آرزو کا اثر یعنی طلب نظر آرہا ہے یا نہیں ؟کیا تم نے معصوم علیہ السلام کا قول نہیں سنا : ''مَن رَجَاشَیْئاً طَلَبَہُ '' ''جو شخص کسی چیز کی آرزو رکھتا ہے اس کو طلب کرتا ہے ''اور یہ حقیقت بھی ہے کیونکہ تم دنیوی امور میں آرزو مند اہل دنیا کے حالات میں اس مطلب کو دیکھو گے کہ جب وہ کسی شخص یا شئے سے کسی خیر کی امید کرتے ہیں تو وہ اپنی امید کی مقدار بھر اس شخص سے اس کو طلب کرتے ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ تاجر اپنی تجارت سے جدا نہیں ہوتا ،ہنر مند اپنے ہنر سے چپکا رہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تجارت اور پیشہ میں بھلائی کی امید کرتے ہیں اسی طرح ہر جماعت اپنی مراد کو اس چیز میں تلاش کرتی ہے جس میں ان کو امید ہوتی ہے اور جب تک ان کو مل نہیں جاتا جدا نہیں ہوتے ،مگر جنت اور آخرت کا امید وار اور فضل و کرامت الٰہی کا امید وار ۔

صفات کے یہ آثار ایسے نہیں ہیں جن کا خدا وند عالم نے حکم لگایا ہواور آپ روش الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے لیکن گڑ بڑی دعوے کی حقیقت سے مشتبہ ہونے میں پیش آتی ہے ورنہ جب ذرّہ برابر امید نظر آتی ہے تو اس کے پاس اتنی ہی طلب ہوتی ہے اور اسی طرح الیٰ آخر اس مطلب کو اخذ کرلیجئے ۔آرزو ہی کی طرح تسبیح ، تہلیل، تحمید ،تضرع ،استکانت ،خوف ،استغفار اور توبہ جیسے مطالب دعا میں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی کچھ حقیقتیں اور دعوے ہیں چنانچہ حقیقت کا اثر تخلف پذیر نہیں ہوتا ہے ۔

٦۔دل پر خضوع اور رقت طاری کرنا :جب انسان اپنی دعا مستجاب کرانے کا ارادہ کرے تو اس کیلئے قلب پر رقت طاری کرنا ضروری ہے اور انسان اپنے دل پر رقت طاری کرنے کی کوشش کرے اس لئے کہ جب دل پر رقت طاری ہو جاتی ہے تو وہ صاف وشفاف ہو جاتاہے، اللہ اور اس بندے کے درمیان سے مانع ہونے والی چیزیں ہٹ جاتی ہیں اور بندہ اللہ سے قریب ہو جاتاہے ۔دعا اور سوال کرنے کے طریقوں میں دل پر رقت طاری ہونا مؤثر ہے اور روایات میں دعا کرتے وقت اپنے کو اسکی بارگاہ میں ذلیل وخوار کرکے پیش کرنا وارد ہوا ہے ۔احمد بن فہد حلی نے کتاب (عدۃالداعی)میں نقل کیا ہے: (اَن رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا ابتہل ودعاکان کما یستطعم المسکین[1]) ''جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریہ وزاری فرماتے تھے تو آپ کی وہی حالت ہوتی تھی جو مسکین کی کھانا طلب کرتے وقت ہوتی ہے'' روایت کی گئی ہے کہ جب اللہ نے جناب موسیٰ علیہ السلام پروحی نازل فرمائی: (ألق کفیک ذُلاًبین یديّ کفعل العبیدالمتصرخ الی سیدہ،فاذا فعلت ذالک رحمت،وأنااکرم الأکرمین القادرین[2]) ''میرے سامنے تم اُس ذلیل وخوار غلام کی طرح آؤ جو اپنے آقا کے سامنے بالکل ذلیل وخوار ہوتا ہے اس لئے کہ جب وہ غلام ایسا کرتا ہے تو آقا اس پر رحم کرتا ہے اور میں سب سے زیادہ اکرام کرنے اور قدرت رکھنے والا ہوں'' محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس فرمان: (فَمَا اسْتَکَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ[3]) ''پس وہ اپنی سرکشی پر اڑے رہیں گے اور گمراہ ہی ہوتے جائیں گے''کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: (سألت اباجعفرعلیہ السلام عن قول اللہ عزّوجلّ: (فَمَا اسْتَکَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ)فقال علیہ السلام:الاستکانۃ هي الخضوع،والتضرع،هورفع الیدین والتضرع بهما[4]) ''استکانت سے مراد خضوع اور تضرع سے مراد دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑانا''

دعا میں اس طرح کے طریقوں کا مقصد لوگوں کیلئے واضح نہیں ہے،شک کرنے والے لوگ، لوگوں کو دعا کے طریقوں میں شک کر نے والا بنا دیتے ہیں ۔ہم دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کیوں دعا کریں ؟ کیا اللہ آسمان کی طرف ہے جو ہم آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کریں؟ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے ان کیلئے یہ بیان فرمادیا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے لیکن دعا کے اس طریقہ کو ہم نے اللہ کے سامنے خضوع وخشوع کرنے سے اخذ کیا ہے اور یہ علامت ونشانی دل پر رقت طاری ہونے اور سختی کو دور کرنے اور اللہ کے سامنے خضوع وخشوع پیش آنے میں مؤثر ہے ۔طبرسی نے کتاب احتجاج میں ابا قرہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا : (ما بالکم اذا دعوتم رفعتم ایدیکم الیٰ السماء؟قال ابوالحسن علیہ السلام:إن اللہ استعبد خلقہ بضروب من العبادۃ

---

[1] عدة الداعی صفحہ ۱۳۹ ،والجالس للمفید صفحہ ۲۲۔
[2] عد ۃالد اعی صفحہ ۱۳۹ ۔
[3] سورہ مومنون آیت ۷۶۔
[4] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۸ ۔

واستعبد خلقه عند الدعاء والطلب والتضرع ببسط الايدي ورفعها الیٰ السماء لحال الاستکانة،علامة العبودیةوالتذلل له[1]) ''کیا وجہ ہے کہ آپ دعا کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں ؟ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا :خداوند عالم نے بندوں کو عبادت کے کئی طریقہ بتلائے ہیں اور اس نے اپنی مخلوق کو دعا ،تضرع اور طلب کرتے وقت ہاتھوں کوآسمان کی طرف بلند کرکے خشوع کی حالت کی تعلیم دی ہے اور یہ خدا کی عبودیت اور خشوع وخضوع کی علامت ہے'' رقت طاری ہونے کے اوقات میں رحمت نازل ہوتی ہے ۔انسان اللہ سے دعا کرتے وقت اس وقت کو غنیمت شمار کرے اس لئے کہ ان اوقات میں خداوند عالم کی بے حساب رحمت نازل ہوتی ہے ،نہ یہ کہ خدا کی رحمت نازل ہونے کا کوئی وقت محدود اور مخصوص ہے ،بلکہ اللہ کی رحمت کے استقبال کرنے کا وقت محدود اور اس کی خاص حالت ہے اور وہ حالت رقت کا طاری ہونا ہے جب انسان کے دل پر رقت طاری ہوتی ہے تو اس کیلئے رحمت کا استقبال کرنا ممکن ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے مروی ہے: (اغتنموا الدعاء عند الرقة فإنّها رحمة[2]) '' رقت طاری ہونے کے وقت کو اپنے لئے غنیمت سمجھو اس لئے کہ یہ رحمت ہے'' ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا : (اذا رقّ احدکم فلیدع ،فإن القلب لایرق حتیٰ یخلص[3]) ''جب تم میں سے کسی ایک پر رقت طاری ہو جائے تو اسے دعا کرنا چاہئے اس لئے کہ جب تک دل میں اخلاص نہ ہو اس وقت تک اس پر رقت طاری نہیں ہو سکتی '' امام جعفر صادق علیہ السلام فر ماتے ہیں: (اذا اقشعر جلدک ودمعت عیناک ،فدونک دونک فقد قصد قصدک[4]) ''جب تمہاری جلد کے رونگٹے کھڑے ہو جا ئیں اور تمہاری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جا ئیں تو اس حالت کو ضرور غنیمت سمجھو کیونکہ تمہاری یاد کی برآوری نزدیک ہو چکی ہے'' حدیث بہت دقیق ہے ،بیشک دعا مستجاب ہونے کیلئے دعا کرنے والے کی حالت کا براہ راست رابطہ ہے ،جب دل پر رقت طاری ہو جاتی ہے

[1] اصول کافی صفحہ ٥٢٢ ۔ وسائل اشیعہ جلد ۴: ١١٠١حدیث ٨٦٨٧ ۔
[2] بحار الانوا ر جلد ٩٣ صفحہ ٣١٣ ۔
[3] وسائل اشیعہ جلد ۴ :١١٢٠۔حدیث صفحہ ٨٧٦١، اصول کافی جلد٢صفحہ ٥٢١ ۔
[4] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ١١۴١،حدیث،٨٧٦٣۔

اور اس میں خشوع آجاتا ہے تودعا کرنے والا دعا کے مستجاب ہونے کے بہت قریب ہو جاتا ہے اس کے بر خلاف جب دعا کرنے والا قسی القلب ہو جاتا ہے تو اس کی دعا مستجاب ہونے سے بہت دور ہو جاتی ہے ۔اسلامی نصوص میں وارد ہوا ہے کہ نفس کے انکسار اور دل پر رقت طاری ہونے کے وقت سے استفادہ کرنا چاہئے اس لئے کہ انسان اس دنیا کے مصائب کو اللہ سے دعا اور سوال کر کے آسان کر لیتا ہے ۔یہی اوقات انسان کو اللہ کی بارگاہ میں جھکنے اور اس کی رحمت کا استقبال کرنے کیلئے زیادہ آمادہ کرتے ہیں،اس کا راز یہ ہے کہ انسان خود پر طاری ہونے والی رقت کے بغیر خدا کے سامنے جھکنے اور رحمت کا استقبال کرنے کیلئے ممکن نہیں ہوتا ہے،جوانسان اللہ کی بارگاہ میں جھکنااور دعا کرنا چاہتا ہے اس کیلئے دعا میں رقت کا طاری کرنا ضروری ہے ۔

اسحاق بن عمارسےمروی ہے :میں نے امام جعفرصادق علیہالسلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: (ادعوافاشتھی البکاء،ولا یجیئني،وربّماذکرت بعض مَن مات مِن أھلي فأرق وابکي،فھل یجوزذالک؟فقال:نعم،فتذکّرفاذا رقفت فابک،وادع ربک تبارک وتعالیٰ[1]) ''میں دعا کرتا ہوں اور رونا چاہتا ہوں لیکن مجھے رونا نہیں آتا لیکن جب اپنے مرنے والے رشتہ داروں کو یاد کرتا ہوں تو گریہ کرنے لگتا ہوں کیا یہ جائز ہے امام علیہ السلام نے فرمایا :ہاں تم ان کو یاد کرو اور جب رقت پیدا ہو جائے تو گریہ کرو اور خداوند عالم سے دعا کرو'' سعد بن یسارسے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: (إنّي اتباکي في الدعاء،ولیس لي بکاء۔قال:نعم[2]) ''میں دعا کرتے وقت دوسروں کو رُلا دیتا ہوں لیکن خود نہیں روتا ۔توآپ نے فرمایا :ہاںیعنی بہت اچھی بات ہے'' ابو حمزہ سے مروی ہے کہ امام جعفرصادق علیہ السلام نے ابو بصیر سے فرمایا :(إن خفت امراً یکون أوحاجۃ تریدھا،فأبدأباللہ فمجّدہ،واثن علیہ کما ھواھلہ،وصلّ علیٰ النبيّ وسل حاجتک،وتباک إنّابي کان یقول:إن اقرب مایکون العبد من الرب عزّوجلّ وھوساجد باکٍ[3])''اگر تم پر کوئی امر (بات) مخفی ہو یا تمہاری کوئی حاجت ہو اور تم حاجت روائی چاہتے ہو تو تم اس کی ابتداء اللہ کی تمجید سے کرو ،خدا کی ایسی حمد وثنا کرو جس کا وہ اہل ہے،نبی پر صلوات بھیجو اور حاجت پیش کرو اور گریہ وزاری کرو

[1] اصول کافی جلد۲ صفحہ۵۲۳،وسائل الشیعہ جلد ۴ صفح۱ ۱۱۲۲حدیث ۸۷۶۷۔
[2] وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۲حدیث۱ ۸۷۶۔اصول کا فی جلد۲ صفحہ ۵۲۳ ۔
[3] اصول کافی جلد۲ صفحہ ۵۲۴ ،و سائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۲۲،حدیث ۸۷۷۰۔

بیشک میرے والد بزرگوار فرمایا کرتے تھے :بیشک پروردگار عالم کے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہے جو گریہ وزاری کی حالت میں سجدہ ریز ہو '' حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سجدوں میں یہ ذکر فرماتے تھے: سجدوجهي الذليل لوجهک العزيز،سجدوجهي البالي لوجهک الدائم الباقي،سجدوجهي الفقير لوجهک الغنيسجدوجهي وسمعي وبصري ولحمي ودمي وجلدي وعظمي وماقلت الارض منّي للّٰدرب العالمين [1]) ''میں اپنے حقیر چہرہ کے ذریعہ تیری مقتدر ذات کے سامنے سجدہ ریز ہوا میں نے اپنے بوسیدہ چہرہ کے ذریعہ تیری بے نیاز ذات کے سامنے سجدہ کیا میں نے اپنے چہرے ،کان ،آنکھ ،گوشت ،خون ،کھال ،ہڈی اور ان چیزوں کے ذریعہ تمام جہان کے پالنے والے خدا کے سامنے سجدہ کیا جن کا بار زمین پر ہے''

۷۔ مشکلات اور راحت و آرام میں ہمیشہ دعا کرنا :اسلامی روایات میں ہمیشہ آسانی کے وقت دعا کرنے کو پریشانی کے وقت دعا کرنے پر مقدم رکھنے پر زور دیا گیا ہے ۔حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے: (تعرّف الی اللہ في الرخاء یعرفک في الشدۃ [2]) ''تم آسانی کے وقت اللہ کو پہچانو (اللہ کا تعارف کراؤ)وہ تمہارا سختی کے وقت خیال رکھے گا (یعنی تمہاری مشکل آسان کردیگا''(حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (مَن تقدم في الدعاء استجیب لہ اذا نزل البلاء،وقیل:صوت معروف،ولم یحجب عن السماء،ومن لم یتقدم فی الدعاء لم یستجیب لہ اذا نزل البلاء،وقالت الملائکۃ :ذاالصوت لانعرفہ [3]) ''جس شخص پر مصیبتیں پڑرہی ہوں اور پھر بھی دعا کو مقدم رکھے یعنی دعا کرتا رہے تو اسکی دعا مستجاب ہوتی ہے ،اور کہا گیا ہے کہ اسکی ایک مشخص ومعین آواز ہوتی ہے جس میں آسمان بھی مانع نہیں ہوتے ہیں اور جو آسانی کے وقت دعا مقدم نہیں کرتا تو بلائیں نازل ہوتے وقت اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اور ملائکہ کہتے ہیں :ہم اس آواز سے آشنا نہیں ہیں'' حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے :(إن الدعاء في الرخاء یستخرج الحوائج في البلاء [4]) ''آسانی کے وقت دعا کرنا مصیبتوں میں حاجتوں کو روا کرتا ہے'' امام جعفر صادق

---

[1] البلد الا مین صفحہ ۳۳۱۔
[2] وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۰۹۷ حدیث ۸۶۷۲ ۔
[3] وسائل اشیعہ جلد۴، ۱۰۹۶ ،حدیث ۸۶۶۴ ۔
[4] وسائل الشیعہ جلد ۴ :۱۰۹۶ ،حدیث ۸۶۶۵۔

علیہ السلام کا ہی فرمان ہے: (مَن سرّہ ان یُستجاب لہ فی الشدۃ فلیکثر الدعاء فی الرخاء[1]) ''اگر کوئی سختیوں میں اپنی دعا قبول کرانا چاہتا ہے تو اس کو آسانی کے اوقات میں بہت زیادہ دعائیں کرنا چاہئے''اور آپ ہی کا فرمان ہے: (کان جدي يقول:تقدموا في الدعاء،فإن العبد اذا کان دعاء فنزل بہ البلاء فدعا،قیل:صوت معروف۔واذالم یکن دعاءیقول:فنزل بہ البلاء،قیل:أین کنت قبل الیوم ؟[2]) ''میرے جد فرمایا کرتے تھے:دعا میں پیش قدمی کرو بیشک جب بندہ بہت زیادہ دعا کرتا ہے اور اس پر مصیبتیں ٹوٹ پڑتی ہیں تو بھی دعا کرتا ہے،تو اس کو ندا دی جاتی ہے یہ جانی پہچانی آواز ہے اور جب وہ زیادہ دعا نہیں کرتا اور اس پر بلائیں نازل ہونے لگیں تو اس سے کہا جاتا ہے:اس سے پہلے تم کہاں تھے؟''یہ روایات بہت ہی دقیق و لطیف معنی کی طرف اشارہ کرتی ہیں بیشک دعا کا مطلب اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں جھکا دینا دعا کا پُر معنی اور دعا کو مستجاب ہونے کے نزدیک کرتا ہے اور جتنا زیادہ انسان اللہ کی بارگاہ میں جھکتا ہے اتنا ہی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

جب انسان مکمل طور سے خدا کی بارگاہ میں خلوص دل سے اپنے کو جھکا دے اور بالکل خدا ہی سے لو لگائے تو اس وقت دعا اور دعا مستجاب ہونے کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں رہتی اور جتنا خدا کی بارگاہ میں جھکے گا اتنا ہی اس کی دعا مستجاب ہوگی،خدا کی بارگاہ میں جھکنا اور اس کے سامنے خشوع وخضوع سے پیش آنا انسان کو زیادہ دعا کرنے کیلئے آمادہ کرتا ہے۔انسان کی زندگی کا کوئی بھی عمل ہو اس کی شان یہی ہونی چاہئے اور انسان جتنی زیادہ دعا کرے گا اتنا ہی اس کا دل اللہ کی بارگاہ میں جھکے گا اور اس کا دل اللہ کی اطاعت کرنے کیلئے آمادہ ہوگا۔

پس جب انسان پر مصیبت پڑے گی اور اس کا دل مصیبت نازل ہوتے وقت اللہ کا مطیع ہوگا اور فوری طور پر خدا کی طرف متوجہ ہوگا تو اسکی دعا استجابت کے قریب ہوگی اور اس دن اسکی دعا اور استجابت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔فضل بن عباس سے مروی ہے: (قال لي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:احفظ اللہ یحفظک۔ احفظ اللہ تجدہ امامک۔تعرّف الی اللہ في الرخاء یعرفک في

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴۔۱۰۹۶،حدیث ۸۶۶۰۔
[2] وسائل الشیعہ جلد ۴۔۱۰۹۶،حدیث ۸۶۶۷۔

الشدة[1]) ''مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا،اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا ،اللہ کو یاد کرو تو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے تم آسانیوں میں خدا کا تعارف کراؤ وہ تمہارا سختیوں میں تعارف کرائیگا'' حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے مروی ہے: (لم أرَ مثل التقدم في الدعاء،فان العبد لیس تحضره الاجابة في کلّ ساعة[2]) ''دعا کو مقدم کرنے سے زیادہ میں کسی چیز کو نہیں سمجھتا اس لئے کہ بندہ کی دعا ہر وقت قبول نہیں ہوتی ہے'' جناب ابوذرؓ سے مروی ہے: (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :یاأباذر تعرّف الیٰ اللہ فی الرخاء یعرفک في الشدة،فإذاسألت فاسأل اللہ،واذا استعنت فاستعن باللہ[3]) '' رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا :اے ابوذر تم آسانیوں میں اللہ کی معرفت حاصل کرو تو وہ تمہارا سختیوں میں تعارف کرائیگا اور جب تمہیں کوئی سوال درپیش ہو تو اللہ سے سوال کرو اور جب کسی مدد کی ضرورت پڑے تو اللہ سے مدد مانگو'' حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے مروی ہے:(ینبغي للمؤمن أن یکون دعاؤہ في الرخاء نحواًمن دعاۂ في الشدة، لیس اذا اعطی فتر،فلا تملّ الدعاء فإنّہ من اللہ عزّوجل بمکان[4]) ''مومن کو سختی اور آسانی دونوں میں ایک ہی طریقہ سے دعا کرنا چاہئے ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ نعمت ملنے کی صورت میں دعا میں سستی پیدا ہو جائے لہٰذا دعا کرنے سے مت تھکو کیونکہ دعا کا خداوند عالم کے نزدیک درجہ ہے''

۸۔ عہد خدا کو وفا کرے :تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (إان اللہ تعالیٰ یقول:اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[5] وإان ندعوہ فلایستجاب لنا فقال:(لأنکم لاتوفون بعہد اللہ وإان اللہ یقول:)أَوفوا بعہدی أُوفِ بعہدکم[6]) واللہ لووفیتم للہ لوفیٰ لکم[7]) آپ سے سوال کیا گیا کہ خداوند عالم فرماتا ہے :(اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ) ''تم مجھ سے دعا کرو میں پوری کرونگا'' ہم دعا کرتے ہیں

---

[1] من لایحضر ہ الفقیہ جلد ۲۔صفحہ ۳۵۸۔
[2] ارشاد مفیدصفحہ ۲۷۷۔
[3] وسائل اشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۰۹۸ ،عدۃ الداعی لابن فہد حلی صفحہ ۱۲۷۔
[4] وسائل اشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۱۱۱حدیث ۸۷۲۹۔
[5] سورۂ مومن آیت ۶۰۔
[6] سورۂ بقرہ آیت ۴۰۔
[7] تفسیر الصافی :ص۵۷(ط حجریۃ)تفسیر آیت ۱۸۶ از سورۂ بقرہ۔

لیکن قبول نہیں ہوتی ہے ۔آپ نے فرمایا :تم اللہ کے عہد کو پورا نہیں کرتے ہو اور اللہ فرماتا ہے: (اَوْفُوابِعَھدِیْ اُوف بِعَھدِکُمْ) ''تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کرونگا''

۹۔ دعا اور عمل کا ساتھ: دعا قبول ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ دعا عمل سے متصل ہونی چاہئے،بغیر عمل کے دعا کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتی ہے اور عمل دعا سے بے نیاز نہیں کر سکتا ہے ۔اس میں دو باتیں ہیں :پہلی بات یہ ہے کہ:دعا عمل کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے ۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوذرؓ سے فرمایا: (یاأبا ذر مثل الذي یدعوبغیر عمل کمثل الذي یرمي بغیر وتر[1]) ''اے ابوذر عمل کے بغیر دعا کرنے والا اس تیر چلانے والے شخص کے مانند ہے جو بغیر کمان کے تیر پھنک رہا ہو

''عمر بن یزید سے مروی ہے :میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ایک شخص کہتا ہے :(لأقعدن في بیتي،ولأصلین ولأصومن،ولأعبدن ربّي،فأمّا رزقي فسیأتیني،فقال:ھذااحد الثلاثۃالذین لایستجاب لھم[2]) ''میں اپنے گھر میں بیٹھوں گا ،نماز پڑھونگا ،روزے رکھوں گا اور اپنے پروردگار کی عبادت کرونگا اور مجھے بغیر کام کئے رزق بھی ملے گا''آپ نے فرمایا :یہ ان تین افراد میں سے ہے جن کی دعا قبول نہیں ہوتی'' امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (الداعي بلاعمل کالرامي بلا وتر[3]) ''بغیر عمل دعا کرنے والا اس تیر چلانے والے کے مثل ہے جو بغیر کمان کے تیر چلا رہاہے''

آپ ہی کا فرمان ہے: (ثلاثۃترد علیھم دعوتھم: رجل جلس فی بیتہ وقال:یارب ارزقني،فیقال لہ :الم اجعل لک سبیلاً الیٰ طلب الرزق[4]) ''تین طرح کے لوگوں کی دعا رد کردی جاتی ہے: ایک وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں بیٹھ کر کہے :اے پروردگار مجھے رزق عطا کر تو اس کو جواب دیا جاتا ہے :کیا میں نے تمہارے رزق طلب کرنے کیلئے کوئی راستہ معین نہیں کیا ہے ۔''اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کی اصلاح اور ہدایت کیلئے خدا سے دعا کرے لیکن وہ اس کی تربیت کا کوئی اہتمام نہ کرے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوگی،اور یہ دعا ان

---

[1] وسا ئل الشیعہ کتاب الصلا ۃ،ابواب دعا باب ۳۲ح۳۔
[2] وسائل الشیعہ جلد ۴:۶۰ ۱۱۔حدیث ۸۹۱۳۔
[3] وسائل الشیعہ جلد ۴:۷۵ ۱۱۔حدیث ۸۹۶۵۔
[4] وسائل الشیعہ جلد ۴ ،۱۱۷۵،حدیث ۔۸۹۶۵۔

چیزوں میں سے ہے جو اس کے مستجاب ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہے اسی طرح اگر کوئی مریض ڈاکٹر سے مراجعہ کئے بغیر اپنے مرض سے چھٹکارے کی خاطر خدا سے دعا کرتا ہے اور دوا نہیں کھاتا ہے اور شفاء کیلئے دوسری لازمی چیزوں کو بروئے کار نہیں لاتا ہے تو یہ دعا کے مستجاب ہونے میں مانع ہے ۔دوسری بات یہ ہے کہ عمل دعا سے بے نیاز نہیں ہے عمل کے بغیر دعا نہیں ہو سکتی ۔حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: (یدخل الجنۃ رجلان کانا یعملان عملاً واحداً،فیریٰ احدھما صاحبہ فوقہ فیقول:یارب بم اعطیتہ وکان عملنا واحداً ؟فیقول اللہ تعالیٰ:سألني ولم تسألني۔ثم قال:اسألوا اللہ من فضلہ،واجزلوا فانہ لایتعاظمہ شيء[1]) ''جنت میں ایسے دو مرد داخل ہوں گے جن کا عمل ایک ہی ہو گا لیکن ان میں ایک اپنے کو دوسرے سے برتر دیکھے گا تو ایک کہے گا:پروردگار اس کو مجھ سے زیادہ کیوں عطا کیا جبکہ ہم دونوں نے ایک ہی عمل انجام دیا تھا ۔

پروردگار عالم جواب دیگا :اُس نے مجھ سے سوال کیا ،لیکن تم نے سوال نہیں کیا ۔پھر فرمایا :اللہ کے فضل سے سوال کرو اور اسکے علاوہ کوئی اور چیز اسکے نزدیک بڑی نہیں ہے'' یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی فرمان ہے: (إن للّٰہ تعالیٰ عباداً یعملون فیعطیھم،وآخرین یسألون صادقین فیعطیھم ثم یجمعھم في الجنۃ،فیقول الذین عملوا:ربنا عملنا فأعطیتنا،فبما اعطیت ھٰؤلاء؟ فیقول:ھٰؤلاء عبادي ۔اعطیتکم اجورکم ولم أَلتکم من اعمالکم شیئاً،و ألني ھٰؤلاء فأعطیتھم واغنیتھم،وھو فضلي اوتیہ مَن اشاء[2]) ''بیشک جن بندوں نے اس کی عبادت عمل کے ساتھ کی خداوند عالم نے ان کو عطا کیا ،اور دوسروں نے صدق دل سے سوال کیا تو ان کو بھی عطا کیا پھر ان سب کو اس نے جنت میں داخل کر دیا تو عمل کرنے والے کہیں گے :پروردگار ہم نے عمل کیا تو تو نے ہم کو عطا کیا لیکن تو نے ان کو کیوں عطا کیا،جبکہ انھوں نے عمل نہیں کیا ؟پروردگار کہے گا :اے میرے بندو!میں نے تم کو تمہارے عمل کی اجرت عطا کی،لیکن رہا تمہارا یہ سوال کہ ان کو کیوں عطا کیا ان کو غنی کیوں کیا ؟وہ تو میرا فضل ہے جس پر ہو جائے''

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۰۸۴ ،حدیث ۸۶۰۸ ۔
[2] وسائل الشیعہ ۴:۱۰۸۴ ،حدیث ۸۶۰۹ ۔

۱۰۔ سنت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی: دعا کا مطلب فطرت ،کائنات ،معاشرہ اور تاریخ میں شگاف ڈالنا نہیں ہے اور اللہ کی سنتوں میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہو سکتا ۔دعا کرنے والے کو دعا میں ان چیزوں کا سوال نہیں کرنا چاہیے جو معاشرے ،تاریخ اور یا عالم فطرت وکائنات یا شریعت الٰہیہ کے خلاف ہوں ۔حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا: (ایدعوۃ اضلّ ؟ قال:الداعي بالایکون[1]) ''کون سی دعا سب سے زیادہ گمراہ کرنے والی ہے ؟آپ نے فرمایا: نہ ہونے والی چیز کے بارے میں سوال کرنا'' حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے: (ویاصاحب الدعا لاتسأل مالایکون ومالا یحل) ''اے دعا کرنے والے جو چیز نہ ہونے والی ہو اور جو چیز محال ہو اس کے بارے میں سوال نہ کر۔اور (مالایکون)جو چیز نہ ہونے والی ہو یعنی معاشرے،تاریخ یا فطرت ،کائنات میں سنت الٰہی میں تغیر وتبدل کی دعا کرنا ۔اور (مالا یحل)حلال نہ ہوں یعنی انسانی حیات میں اللہ کے نظام شریعت کی مخالفت کرنا ۔اس سلسلہ میں خدا وند عالم فرماتا ہے: (اِن تَستَغفِر لَهُم سَبعِینَ مَرَّۃً فَلَن یَغفِرَاللهُ لَهُم[2]) ''اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو خدا انھیں بخشنے والا نہیں ہے''

۱۱۔ گنا ہوں سے اجتناب: دعا متجاب ہونے کی ایک شرط گنا ہوں سے اجتناب اور ان کی طرف توجہ کرنا ہے بیشک دعا کا جوہر اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے، کیسے انسان اللہ کی معصیت کرنے کی تمرین کرتا ہے اس کے امر اور حکم سے روگردانی کرتا ہے،اللہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتا اور اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں کیسے پیش کرے ؟محمد بن مسلم امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: (ان العبد یسأل اللّٰہ تعالیٰ الحاجۃ ،فیکون من شأنہ قضاؤھاالیٰ اجلِ قریبٍأوالیٰ وقت بطي ءٍ،فیذنب العبد ذنباً،فیقول اللّٰہ تعالیٰ للملک :لاتقض حاجتہ،واحرمہ ایاھا،فانہ تعرّض لسخطي واستوجب الحرمان منّي[3]) ''جب بندہ اللہ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے تو پروردگار عالم کی شان یہ ہے کہ اس کی حاجت کو کچھ مدت کے بعد پورا کرے یا کچھ تاخیر سے پورا کرے تو بندہ گناہ کرنے لگتا ہے پروردگار عالم فرشتہ سے کہتا ہے :اس کی حاجت پوری نہ کرنا،اس کو محروم اور دور رکھنا وہ مجھ سے سختی کے ساتھ پیش آیا لہٰذا وہ مجھ

---

[1] بحار انوار جلد ۹۳ ۔صفحہ ۳۲۴۔
[2] سورۂ توبہ آیت۸۰۔
[3] اصول کا فی جلد۲صفحہ ۴۴۰۔

سے محروم ہونے کا سبب بنا ''حضرت رسول خدا ﷺ سے مروی ہے: (مرّ موسیٰ برجل وھوساجد،فانصرف من حاجتہ وھوساجد،فقال علیہ السلام :لوکانت حاجتک بیدي لقضیتھا لک،فأوحیٰ اللہ الیہ،یاموسیٰ لوسجد حتی ینقطع عنقہ ماقبلتہ (مااستجبت لہ)حتیٰ یتحوّل عمّا أکرہ الیٰ ماأحبّ[1]) ''ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام ایک سجدہ کرنے والے کے پاس سے گزرے ،وہ جب سجدہ میں اپنی حاجت طلب کرکے اٹھا تو جناب موسیٰ نے فرمایا :تم اپنی حاجت مجھ سے بیان کرو میں پورا کرونگا ،اللہ نے وحی نازل کی اے موسیٰ یہ بندہ اگر اتنے سجدے کرے کہ اسکی گردن بھی سجدہ کی حالت میں کٹ جائے تو بھی اس کی دعا مستجاب نہیں ہوگی جب تک وہ اس ناپسند گناہ کو ترک نہ کرے''

۱۲۔ اجتماعی طور پر دعا کرنا اور مومنین کا آمین کہنا : اسلامی روایات میں مومنین کے ایک ساتھ جمع ہوکر دعا کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے: مومنین کے اللہ کی بارگاہ میں ایک ساتھ جمع ہونے پر اللہ نے ہمیشہ ان پر رحمت نازل کی ہے۔ مومنین نے اجتماع نہیں کیا اور اللہ ان کے اس اجتماع سے راضی نہیں ہوا مگر یہ کہ ان کا اجتماع اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ قریب ہے اور ان پر اللہ کی رحمت اور فضل کی منازل میں سے ہے ۔

ابن خالد سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : (مامن رھط اربعین رجلاً اجتمعوا ودعوااللہ عزّوجلّ فی امرالاّ استجاب لھم،فان لم یکونوااربعین فأربعة یدعون اللہ عزّوجلّ عشر مرّات الاّاستجاب اللہ لھم فان لم یکونوااربعة فواحد یدعوااللہ اربعین مرّة،فیستجیب اللہ العزیزالجبّار لھم[2]) ''کوئی ایسا گروہ نہیں ہے کہ اگر چالیس آدمی جمع ہوکر اللہ سے دعا کریں تو خدا ان کی دعا قبول کرے گا اگر چالیس آدمی جمع نہ ہوسکیں تو چار آدمی جمع ہوکر دس مرتبہ دعا کریں تو خدا ان کی دعا مستجاب کرے گا ،اور اگر چار آدمی جمع نہ ہوسکیں توایک آدمی چالیس مرتبہ دعا کرے تو خداوند عزیز و جبار اس کی دعا قبول کرے گا'' حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی

---

[1] عدۃالداعی صفحہ ۱۲۵۔
[2] اصول کافی جلد۲صفحہ ۵۲۵۔

ہے: (کان أبي اذا حزنہ أمر دعا النساء والصبیان ثمّ دعا وأمّنوا [1]) ''میرے پدر بزرگوار جب محزون ہوتے تو مجھے اور عورتوں کو جمع کرتے پھر دعا کرتے اور ان سے آمین کہلواتے''

۱۳۔آزادانہ طورپر ،کسی تکلف کے بغیر دعا: انسان کیلئے خداوند عالم سے آزادانہ اور کسی تکلف کے بغیر دعا کرنا سب سے بہترین چیز ہے بیشک دعا کی حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ اللہ سے سوال کرتے وقت گریہ و زاری کرے گڑگڑاکر دعا مانگے کسی طرح کا کوئی تکلف نہ کرے روایات میں وارد ہونے والی دعائیں پڑھے اور دعا کرنے والا کسی طرح بھی دعا کرتے وقت اس حالت کو نہ چھوڑے اس لئے کہ انسان اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرتے وقت اپنے نفس میں اس چیز کا احساس کرتا ہے جس کا وہ روایات میں وارد ہونے والی دعاؤں کو پڑھتے وقت احساس نہیں کرتے ہیں۔اس لئے دعا کرتے وقت انسان کو اپنے نفس میں اس حالت کا خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ سے گڑگڑا کر اور گریہ وزاری کر کے دعا مانگنے میں کسی تکلف سے کام نہ لے ۔

کبھی کبھی ائمہ معصومینؑ دعا کرنے والے کو بے تکلف ہو کر دعا کرنے کی تلقین فرماتے تھے روایات میں وارد ہونے والی دعاؤں کے ذریعہ نہیں، اسلئے کہ کہیں ماثورہ دعاؤں کے ذریعہ دل کی یہ بے تکلفی ختم نہ ہو جائے ۔زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: (علّمنی دعاء ۔فقال :ان أفضل الدعاء ما جریٰ علیٰ لسانک [2]) ''مجھ کو دعا کی تعلیم دیجئے۔آپ نے فرمایا :سب سے افضل وہ دعا ہے جو تمہاری زبان پرجاری ہوتی ہے''

۱۴۔نفس کو دعا، حمد وثنائے الٰہی،استغفار اور صلوات پڑھنے کیلئے آمادہ کرنا: دعا یعنی خودکو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور خود کو اس کی بارگاہ میں پیش کرنے کیلئے حضور نفس کا ہونا ضروری ہے ۔حضور نفس کی ابتداء حمد وثنائے الٰہی سے کرے ،اس کی نعمتوں اور فضل وکرم کا شکرادا کرے ،اللہ کے حضور میں اپنے گناہوں سے استغفار کرے ،رسول اور اہل بیت رسول پر صلوات بھیجے دعا کیلئے حضور

---

[1] اصول کافی جلد۲صفحہ ۵۳۵،وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۴۴حدیث ۸۸۶۳۔
[2] الامان من الاخطار لابن طاؤس صفحہ ۳۔

نفس کے یہی طریقے ہیں اور انسان اپنے خدا کی بارگاہ میں حاضر کرنے اور اس سے سوال کرنے کیلئے اپنے نفس کو آمادہ کرے ،اکثر دعاؤں کے مقدمہ میں حمد وثنائے الٰہی ،شکر، استغفار اور محمد وآل محمد پر صلوات بھیجنا وارد ہوا ہے ۔ عیص بن قاسم سے مروی ہے کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا : جب بھی تم میں سے کوئی ایک خدا سے حاجت طلب کرنا چاہے تو اس کو سب سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد وثنا کرنا چاہئے جب تم اپنی حاجتیں خدا سے طلب کرو تو اللہ کی تعریف و تمجید کرو،اور اس کی حمد وثنا کرتے ہوئے اس طرح کہو : یاأجود مَن اعطیٰ،ویاخیرمن سُئل ویاأرحم مَن استُرحم،یااحد، یاصمد،یامن لم یلدولم یولد،ولم یکن لہ کفوااحد،یامن لم یتخذ صاحبۃولاولداً یامن یفعل مایشاء،ویحکم مایریدُویقضي مااُحب،یامن یحول بین المرء وقلبہ،یامن ھوبالمنظرالاعلیٰ،یامن لیس کمثلہ شيءیاسمیع یابصیر ''اور اللہ عزوجل کے اسماء کی زیادہ تکرار کرو چونکہ خدا کے اسماء بہت ہیں اور محمد آل محمد پر صلوات بھیجو اور کہو(اللّھم اوسع عليّ من رزقک الحلال ما اکفّ بہ وجھي،واودي بہ عني(عن)اماني،واصل بہ رحمي،ویکون عونا لي في الحج والعمرۃ)

اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ '' : ان رجلاً دخل المسجد فصلّی رکعتین ثم سأل اللہ عزّوجلّ وصلّی علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فقال رسول اللہ عجّل العبد ربہ ،وجاء آخر فصلیٰ رکعتین،ثم اثنیٰ علی اللہ عزّوجل،وصلّیٰ علیٰ النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم،فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سل تعط[1]) ''ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے دورکعت نماز پڑھنے کے بعد خدا سے اپنی حاجت طلب کی،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا :اس نے اپنے رب کی عبادت کرنے میں جلدی کی ہے :اور دوسرا شخص مسجد میں آیا اس نے دورکعت نماز پڑھنے کے بعد خدا کی حمد وثنا کی ،نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر صلوات بھیجی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا :سوال کروتا کہ تم کو عطا کیا جائے ''ابو کہمس نے حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: (دخل رجل المسجد فابتدأ قبل الثناء علی اللہ والصّلاۃ علی النبيؑ،فقال النبيعجّل العبد ربّہ ثمّ دخل آخر فصلّیٰ،واثنیٰ علی اللہ عزّوجل، فصلّیٰ علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم،فقال رسول اللہ سل تعطہ[2]) ''ایک شخص مسجد میں داخل ہوا تو اس نے اللہ کی حمد وثنا اور نبی پر صلوات بھیجنے سے پہلے نماز پڑھنا شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا : اس بندے نے اپنے رب کی عبادت کرنے میں جلد بازی سے

[1] اصول کا فی جلد۲صفحہ۵۲۴۔وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ۱۱۲۶حدیث،۸۷۸۶۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ۱۱۲۷حدیث ،۸۷۸۸۔اصول کافی جلد۲صفحہ۵۲۵۔

کام لیا ہے ،پھر دوسرا شخص مسجد میں داخل ہوا اس نے نماز پڑھی اور خدا کی حمد وثنا کی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :سوال کرتا کہ تجھکو عطا کیا جائے‘‘ صفوان جمال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا :(کلّ دعاءیدعیٰ اللہ عزّوجلّ بہ محجوب عن السماء حتّی یصلیٰ علی محمد وآل محمد[1]) ''اللہ سے کی جانے والی دعا اس وقت تک آسمان کے پردوں سے اوپر نہیں جاتی جب تک محمد وآل محمد پر صلوات نہ بھیجی جائے‘ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (لایزال الدعاء محجوباًعن السماء حتی یصلیٰ علی محمد وآل محمد[2]) '' جب تک محمد وآل محمد پر صلوات نہ بھیجی جائے دعاآسمان کے پردوں سے اوپر نہیں جاسکتی ہے‘‘

۱۵۔خدا سے اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنا: بیشک اللہ تبارک و تعالی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے اس کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ پکاریں:(قُلِ ادْعُوْااللّٰہَ اَوِادْعُوْاالرَّحْمٰنَ اَیًامَا تَدْعُوْا فَلَہُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنیٰ[3]) ''آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو جس طرح بھی پکاروگے اس کے تمام نام بہترین ہیں‘‘ اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہر ایک اسم اسکی رحمت اور فضل کے ابواب میں سے ایک باب کی کنجی ہے ۔شریعت اسلامیہ کی متعدد روایات میں پروردگار عالم کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنے پر بہت زیادہ زوردیا گیا ہے ،اور متعدد روایات میں وارد ہوا ہے جب مومن اللہ کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دس مرتبہ پکارتا ہے تو اللہ اس کی آواز پر لبیک کہتا ہے ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (من قال یااللہ عشر مرّات قیل لہ:لبیک ماحاجتک[4]) ''جس نے دس مرتبہ یا اللہ کہا تو اس کو ندا دی جاتی ہے بولو تمہاری کیا حاجت ہے ؟‘‘ابو بصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: (من قال یااللہ عشر مرّات قیل لہ:لبیک ماحاجتک[5]؟) '' جب بندہ سجدے کی حالت میں دس مرتبہ یااللہ ،یاربّاہُ،یاسیداہُ ،کہتا ہے تو پروردگار اس

---

[1] اصول کافی جلد۲صفحہ۵۲۸،وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ۱۱۳۵حدیث ۸۸۲۶۔
[2] مجالس مفیدصفحہ ۶۰، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۳۷حدیث۳۷ ۸۸۔
[3] سورۂ اسرا ء آیت۱۱۰۔
[4] اصول کافی جلد۲صفحہ۵۴۱۔وسائل الشیعہ جلد ۴ ،۱۱۳۰،حدیث۸۷۹۸۔
[5] وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ۱۱۳۱۔حدیث۸۸۰۲۔

کی دعا کو قبول کرتے ہوئے کہتا ہے : لبیک اے میرے بندے بتا تیری کیا حاجت ہے ؟''عبد اللہ بن جعفر نے قرب الاسناد میں معدہ بن صدقہ سے نقل کیا ہے: (قل عشر مرّات یااللہ یااللہ فانہ لم یقلہ احدٌ من المؤمنین قط الّاقال لہ الرب تبارک وتعالیٰ:لبیک یاعبدي سل حاجتک[1]) ''دس مرتبہ یااللہ یا اللہ کہو ،جب بھی کوئی مومن اللہ کو دس مرتبہ پکارتا ہے تو خداوند عالم اس سے کہتا ہے :لبیک میرے بندے بتا تیری کیا حاجت ہے ؟''حضرت علیؑ بن الحسین علیہ السلام سے مروی ہے : رسول خدا ﷺ نے ایک شخص کو یاارحم الراحمین کہتے سنا توآپ نے اس شخص کا شانہ پکڑکر فرمایا :ھٰذا ارحم الراحمین قد استقبلک بوجھہ سل حاجتک ''یہ ارحم الراحمین ہے جس نے مکمل طور پر تمہاری طرف توجہ کی ہے[2]''

۱۶۔اپنی حاجتیں اللہ کے سامنے پیش کرو :پروردگار عالم جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں اور ہمارا کیا ارادہ ہے، وہ ہمارے سوال سے بے نیاز ہے لیکن خداوند عالم اپنی بارگاہ میں ہماری حاجتیں پیش کرنے کوپسند کرتا ہے۔ کبھی کبھی کوئی بندہ ایسا ہوتا ہے جو اپنے کو خدا سے بے نیاز سمجھتا ہے یہاں تک کہ نہ اس سے سوال کرتا ہے اور نہ ہی اس کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کرتا ہے۔بیشک جب انسان خدا کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتا ہے تو وہ بندہ اس سے قریب ہوتا ہے، اس سے لو لگاتا ہے،اس سے مانوس ہوتا ہے،وہ اپنے کو خدا کا محتاج ہونے کا احساس کرتا ہے اور خداوند عالم ان تمام چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔جب ہم اپنے تمام امور میں اللہ سے دعا کر تے ہیں تو خداوند عالم کو یہ اچھا لگتا ہے کہ ہم اس سے تفصیل کے ساتھ دعا کریں اختصار کے ساتھ دعا نہ کریں ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ االسلام سے مروی ہے:(ان اللہ تعالیٰ یعلم مایرید العبد اذا دعاہ،ولکن یُحب ان یبث الیہ الحوائج،فاذادعوت فسمّ حاجاتک[3]) ''بیشک جب بندہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہے تو خدا جانتا ہے کہ بندہ کیا چاہتا ہے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اس کے سامنے نام بنام اپنی حاجتیں بیان کرے پس جب تم اس سے دعا کرو تو نام بنام اپنی حاجتیں بیان کرو''

[1] قرب الا سناد جلد۲،وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۳۲،حدیث،۸۸۰۹۔
[2] محا سبۃ النفس :۱۴۸،وسا ئل الشیعہ جلد ۴ ،۱۱۳۲،حدیث ،۸۸۱۵۔
[3] اصول کافی جلد۲صفحہ۵۲۰،وسائل الشیعہ جلد۴،ص۱۰۹۱حدیث ۸۶۴۲۔

۱۷۔دعامیں اصرار: دعا میں بہت زیادہ اصرار کرنے سے بندے کے خدا پر گہرے اعتماد اور خدا سے اپنی امیدیں رکھنے اور گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے، انسان کا جتنازیادہ اللہ پر اعتماد ہوگا اتنا ہی وہ دعا میں اصرار کرے گا،اسکے برعکس جب انسان کا اللہ پر کم اعتماد ہوتا ہے تو جب اسکی دعا قبول نہیں ہوتی تو وہ دعا کرنا چھوڑدیتا ہے اور مایوس ہوجاتا ہے۔جس طرح دعا میں اصرار کرنے سے اللہ پر اعتماد اور اس سے گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے اسی طرح دعا میں اصرار کرنے سے اللہ پر زیادہ اعتماد اور اس سے گہرا لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے۔جتنا انسان کا اللہ پر اعتماد اور اس سے لگاؤ ہوگا اتنا ہی وہ اللہ سے قریب ہوگا۔اسلامی روایات میں متعدد مرتبہ دعا میں اصرار کرنے اور کسی بھی حال میں دعا کے مستجاب نہ ہونے سے مایوس نہ ہونے پر زور دیا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے: (ان اللہ یُحب الملحّین في الدعاء [1]) ''خداوندعالم دعامیں بہت زیادہ اصرار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے'' یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ:(ان اللہ یُحب السائل اللحوح [2]) ''خداوندعالم زیادہ اصرارکرنے والے سائل کودوست رکھتاہے'' امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:(الدعاء ترس المؤمن ومتیٰ تکثر قرع الباب یُفتح لک [3]) ''دعا مومن کی سپر ہے اور جب بھی وہ بہت زیادہ دروازہ کھٹکھٹائے گا تو وہ کھل جائیگا''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:(الدعاء یردّ القضاء بعد ما اُبرم ابراماً فاکثر من الدعاء فانّہ مفتاح کلّ رحمۃ ونجاح کلّ حاجۃ ولاینال ما عند اللہ عزّوجلّ الّابالدعاء وانّہ لیس باب یکثر قرعہ الا اوشک ان یفتح لصاحبہ [4]) ''محکم و مضبوط دعا سے قضا ٹل جا تی ہے، دعائیں بہت زیادہ کرو یہ ہر رحمت کی کنجی ہے۔ہر حاجت و ضرورت کی کامیابی کا سرچشمہ ہیں اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ دعا کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے،اور جب بھی کسی دروازے کو زیادہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو وہ کھٹکھٹانے والے کیلئے کھل جاتا ہے''

---

[1] بحار الانوارجلد۹۳صفحہ۳۰۰۔
[2] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۷۴۔
[3] وسائل الشیعہ جلد۴،۱۰۸۵حدیث۸۶۱۲۔
[4] وسائل الشیعہ جلد۴،۱۰۸۶حدیث۸۶۱۶۔

حضرت امام محمد باقرعلیہ السلام سے مروی ہے:(ان اللہ کرہ الحاح الناس بعضھم علیٰ بعض فی المسألة وأحبَّ ذلک لنفسہ[1]) ''خداوند عالم بعض بندوں کوبعض دوسرے بندوں کے سامنے گڑگڑانے اور خوشامد کرنے کو ناپسند کرتا ہے اور اپنی بارگاہ میں اصرار کرنے کو دوست رکھتا ہے''حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:(فالح علیہ في المسألة یفتح لک ابواب الرحمة[2])''تم کسی مسئلہ میں اس(اللہ)سے اصرار کرو تو وہ تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دیگا''ولید بن عقبہ ہجری سے مروی ہے میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:(واللہ لایلحّ عبد مؤمن علیٰ اللہ فی حاجتہ الاّقضاھا لہ[3])''خدا کی قسم کوئی بندہ اپنی دعا میں خدا سے خوشامد نہیں کرتا مگر یہ کہ خدا اسکی دعا مستجاب کرتا ہے''حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت امام رضا علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں:(رحم اللہ عبداً طلب من اللہ عزّوجلّ حاجة فألحّ في الدعاء استجیب لہ أو لم یستجب ثم تلا ھذہ الآیة(وَادْعُوا رَبِّیْ عَسیٰ اَن لَّاَاکُوْن بِدُعَاءِ رَبِّیْ شَقِیّاً) ''خداوند عالم رحم کرے اس بندے پر جو اپنی دعا میں اصرار اور خوشامد کرتا ہے،اسکی دعا مستجاب کرے یا مستجاب نہ کرے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی: (وَادْعُوارَبِّیْ عَسیٰ اَن لَّاَاکُوْن بِدُعَاءِ رَبِّیْ شَقِیّاً[4]) ۔ ''اور اپنے رب کوآواز دو نگا کہ اس طرح میں اپنے پرور دگار کی عبادت سے محروم نہیں رہونگا'' حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے:(سل حاجتک والح في الطلب فان اللہ یحب إلحاح الملحّین من عبادہ المؤمنین[5]) حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ: (سل حاجتک وألحّ فی الطلب فإن اللہ یُحب إلحاح الملحّین من عبادہ المؤمنین[6])''خدا کی قسم کسی بندے نے اللہ سے دعا کرنے میں خوشامد نہیں کی مگر یہ کہ خدا نے اسکی دعا مستجاب فرمائی''

۱۸۔ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا: اس سلسلہ میں عنقریب اس کتاب کی آئندہ آنے والی بحث'' دعا کے سلسلہ میں کونسی چیزیں سزا وار ہیں اور کونسی چیزیں سزا وار نہیں ہیں''بیان کریں گے،اب ہم یہاں پر صرف اتنی ہی بحث کریں گے جو دعا کے

---

[1] بحارالانوارجلد۹۴ص۳۷۴۔
[2] بحار الانوارجلد۷۷صفحہ۲۰۵۔
[3] اصول کافی صفحہ۵۲۰۔
[4] سورۂ مریم آیت۴۸۔
[5] اصول کافی جلد۲ص۵۲۰۔
[6] قرب الاسنادص۵۲۰۔

آداب اور اس کی شرطوں سے متعلق ہے ۔پس جب انسان اللہ سے دو سروں کیلئے دعا مانگتا ہے اور اپنے اور اس دوست کے درمیان سے کینہ و نفرت دور کر دیتا ہے تو خدا وند عالم اس کیلئے دروازہ کھول دیتا ہے ۔بیشک مو منین کا ایک دو سرے سے محبت،عطوفت اور مہربانی کرنا دعا کرنے والے اور جس کیلئے دعا کی جا رہی ہے اس کیلئے اللہ کی رحمت کی کنجیوں میں سے ہے ۔دعا کرنے والے کے سلسلہ میں معاویہ بن عمار نے اامام جعفرصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: (الدعاء لاخیک بظھرالغیب یسوق الی الداعي الرزق ویصرف عنہ البلاء ویقول الملک ولک مثل ذلک [1]) ''تمہاری نظروں سے پوشیدہ بھائی کیلئے تمہارے دعا کرنے سے تمہارے رزق میں برکت ہوتی ہے،دعا کرنے والے سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور فرشتہ کہتا ہے: تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے جو تم نے دو سروں کیلئے دعا کی ہے (یعنی خدا وند عالم تمہارے رزق میں بھی برکت کر دے گا'' رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے: (مَن دعا لمؤمن بظھرالغیب قال الملک فلک مثل ذلک [2]) ''جو نظروں سے پوشیدہ مومن کیلئے دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے :تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے اس لئے کہ تم نے دو سرے کیلئے دعا کی ہے''

امام جعفرصادق علیہ السلام سے مروی ہے: (دعاء المرء لأخیہ بظھرالغیب یدرّ الرزق ویدفع المکروہ [3]) ''انسان کا اپنے غائب مومن بھائی کیلئے دعا کرنے سے اس کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور اس سے بلائیں دور ہوتی ہیں'' ابن خالد قاط سے مروی ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے (اسرع الدعاء نجحاً للإجابۃ دعاء الاخ لاخیہ بظھرالغیب یبدأ بالدعاءلأخیہ فیقول لہ ملک موکّل بہ آمین ولک مثلاہ [4]) ''سب سے جلدی وہ دعا متجاب ہوتی ہے جو کسی بھائی کیلئے اس کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہے دعا کی ابتدا میں پہلے دو سرے کیلئے دعا کرنا شروع کرو تو اس کا موکل فرشتہ آمین کہتا ہے اور تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے''

---

[1] امالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۲۹۰ ،بحا ر الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷۔
[2] امالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۲۹۰ ،بحا ر الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۴۔
[3] اصول کا فی جلد۲صفحہ ۴۳۵ ،وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۴۵،حدیث ۸۸۶۷۔
[4] اصول کا فی صفحہ ۴۳۵ ،وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۴۵،حدیث ۸۸۶۷۔

اور جس کیلئے دعا کی جا رہی ہے اس کے سلسلہ میں روایت نقل کی گئی ہے کہ:(ادعني علیٰ لسان لم تعصني بہ ۔قال:یارب،انّیٰ لی بذلک ؟قال:اُدعني علیٰ لسان غیرک[1]) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران سے کہا :مجھے اس زبان سے پکار وجس زبان سے تم نے گناہ نہ کئے ہوں ۔موسیٰ بن عمران نے عرض کیا : پالنے والے کیا میں ایسا کرسکتا ہوں؟ پروردگار نے فرمایا :مجھ سے کسی دوسرے کیلئے دعا کرو ''

۱۹۔رحمت الٰہی نازل ہوتے وقت دعا: انسان پردعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے: دعا کے سب سے بہترین اوقات وہ اوقات ہیں جن میں رحمت نازل ہوتی ہے ،انسان اللہ کی رحمت سے قریب ہو جاتا ہے ۔رحمت نازل ہونے کے بہت زیادہ اوقات ہیں: قرآن کی تلاوت کرتے وقت ، اذان کے وقت ،بارش کے وقت ، جنگ کے دوران شہید ہوتے وقت ۔یہ آخری وقت سب سے افضل وقت ہے چونکہ اس میں زمین والوں کیلئے اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں ۔سکونی نے امام جعفرصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:(اغتنمواالدعاء عند اربع :عند قراء ۃ القرآن،وعندالأذان،وعند نزول الغیث،وعند التقاء الصفین للشھادۃ[2]) ''چار موقعوں پر دعا کر نا غنیمت شمار کرو :قرآن کی تلاوت کرتے وقت ،اذان کے وقت بارش ہوتے وقت اور جنگ کے دوران شہید ہوتے وقت'' حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے: (اغتنموا الدعاء عند خمسۃ مواطن:عند قراءۃ القرآن،وعند الأذان، وعند نزول الغیث،وعند التقاء الصفین للشھادۃ ،وعند دعوۃ المظلوم ،فإنّھالیس لھاحجاب دون العرش[3]) ''پانچ مقامات پر دعا کرنا غنیمت سمجھو : تلاوت قرآن کے وقت ،بارش ہوتے وقت ، جنگ میں شہادت کیلئے لڑتے وقت اور مظلوم کیلئے دعا کرتے وقت ان پانچوں وقتوں میں دعا کرنے میں عرش الٰہی کے علاوہ کوئی حجاب نہیں ہے''

[1] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۴۲،عدۃالداعی صفحہ ۱۲۸۔
[2] صول کافی جلد۲صفحہ۵۲۱،وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ۱۱۱۴،حدیث ۸۷۳۹۔
[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ :۱۱۱۵،حدیث ۸۷۴۲ ۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ہی فرمان ہے: (مَن قرأ ماءة آیة من القرآن،من ایّ القرآن شاء ثم قال:یااللہ سبع مرات فلودعا علی الصخرة لقلعهاإن شاء اللہ[1]) ''اگر کوئی شخص کسی جگہ سے بھی قرآن کی سو آیات کی تلاوت کرنے کے بعد سو مرتبہ یا اللہ کہے اور وہ پہاڑکیلئے دعا کرے تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے انشاء اللہ'' امام جعفرصادق علیہ السلام سے مروی ہے: (کان أبی اذاطلب الحاجۃ طلبهاعند زوال الشمس،فاذا اراد ذلک قدم شیئاًفصدق بہ وشم شیئاًمن طیب،وراح الی المسجدودعا في حاجتہ بما شاء اللہ[2]) ''میرے والد بزرگوار زوال کے وقت اپنی حاجت طلب کرتے تھے،جب آپ حاجت طلب کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے صدقہ دیتے خوشبو لگاتے مسجد جاتے اور اللہ سے اپنی حاجتیں طلب فرماتے''

۲۰۔آدھی رات کے وقت دعا: رات میں تنہائی میں اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے کا عظیم اثر ہے،اللہ کی رحمت انسان کی طرف متوجہ ہوتی ہے،انسان رات کے آخری حصہ میں اپنے نفس کو خدا کی طرف متوجہ ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں پاتا،رات کے آخری حصہ میں انسان خدا کی رحمت کا استقبال کرنے کیلئے آمادہ ہوجاتا ہے اور خدا وند عالم نے رات کے آخری حصہ میں وہ رحمتیں اور برکتیں قرار دی ہیں جو دن اور رات کے دوسرے حصوں میں نہیں قرار دی ہیں۔ اور اسلامی روایات میں غور و فکر کرنے والے کیلئے اس میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ تمام وقت برابر نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ بھی بہت زیادہ اوقات ہیں جن میں انسان پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں،بہت سے اوقات ہیں جن میں انسان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے البتہ یہ اوقات بہت ہی افضل ہیں اور رات کے آخری حصہ میں اللہ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے۔خدا وند عالم کا ارشاد ہے: (یَاَایُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّاقَلِیْلًا نِصْفَهُ اَوِانْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا اَوْزِدْعَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلًااِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًاثَقِیْلًا اِنَّ نَاشِءَةَ اللَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاًوَّاَقْوَمُ قِیْلًا[3]) ''اے میرے چادر لپیٹنے والے رات کو اٹھو مگر ذرا کم آدھی رات یا اس سے

[1] ثواب الاعمال الصدوق صفحہ ۵۸۔
[2] اصول کافی جلد۲صفحہ ۵۲۱۔
[3] سورۂ مزمل آیت ۱۔۶۔

بھی کچھ کم کردو یا کچھ زیادہ کرو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر با قاعدہ پڑھو ہم عنقریب تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا نفس کی پامالی کیلئے بہترین ذریعہ اور ذکر کا بہترین وقت ہے'' مفضل بن عمرو نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے'': کان فیما ناجیٰ اللہ بہ موسیٰ بن عمران أن قال لہ:یابن عمران،کذب مَن زعم أنّہ یحبّني،فاذا جنّۃ اللیل نام عنّي،الیس کل محب یحب خلو تحبیبہ ؟ھاانا یابن عمران مطّلع علیٰ احباءي،اذا جنّھم اللیل حوّلت ابصارھم فی قلوبھم و مثلت عقوبتي بین أعینھم ،یخاطبوني عن المشاھدۃ،ویکلموني عن الحضور۔یابن عمران،ھب لي من قلبک الخشوع،ومن بدنک الخضوع،ومن عینیک الدموع،وادعني فی الظلمات فانک تجدني قریباً مجیباً[1]''جب موسیٰ بن عمران نے اللہ سے مناجات کی تو اللہ نے فرمایا :اے موسیٰ جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ مجھ مجھ سے محبت کرتا ہے تو تم اس کی تکذیب کرو ،جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو وہ سو جاتا ہے کیا ہر محبوب اپنے حبیب سے تنہائی میں ملنا نہیں چاہتا ؟آگاہ ہو جاؤ اے ابن عمران میں اپنے دوستوں کو بخوبی جانتا ہوں جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو میں ان کی آنکھوں کوان کے دلوں کی طرف پھیر دیتا ہوں اپنی عقوبت کو ان کی نظروں میں مجسم کر دیتا ہوں وہ دیکھنے کے بجائے مجھ سے خطاب کرتے ہیں اور حاضر ہونے کے بجائے مجھ سے ڈرتے ہیں۔

اے ابن عمران تم اپنے دل سے خشوع ،اپنے بدن سے خضوع اور اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کو میرے لئے ہبہ کردو اور تاریکیوں میں مجھے پکارو پس تم مجھے اپنے سے قریب اور دعا قبول کرنے والا پاؤگے'' اس روایت میں کئی باتیں غور طلب ہیں لیکن ہم بحث کے طولانی ہو جانے کی وجہ سے ان سے قطع نظر کرتے ہیں ۔شب اولیائے الٰہی کیلئے آتی ہے اور ان کو زندگانی اور اس کی مصروفیات سے روک دیتی ہے گویا شب انسان کو ان مصروفیات دنیا کے درمیان سے جدا کر دیتی ہے جو اس کو خداوند عالم کی طرف متوجہ ہونے سے روک دیتے ہیں اور یہ رات کی تنہائی کی فرصت ہوتی ہے جس میں انسان کے سامنے ذات الٰہی کسی رکاوٹ کے بغیر سامنے ہوتی ہے اور وہ اس خلوت میں خداوند عالم سے لو لگاتا ہے ۔

[1] مجالس المفید صفحہ ۲۱۴ ، وسائل الشیعہ جلد ۴ :۱۱۴۲۵حدیث ۸۷۸۱ ۔

جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے لیکن جب رات چھا جاتی ہو تو انسان جس کو دوست رکھتا ہے اس کے حضور میں مناجات اور تضرع کرنے کے بجائے سو جائے تو وہ شخص جھوٹا ہے کیا ہر حبیب اپنے محبوب کی خلوت کو پسند نہیں کرتا ؟ جب تاریکیٔ شب چھا جاتی ہے اور ہم زندگی کے مشکلات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ہماری دن میں پراکندہ ہو جانے والی قوت بصارت اور سماعت یکجا ہو جاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے دل میں زندگی کی زحمت سے اس دل کے اندر چلی جاتی ہے جو انسانی زندگی میں بصیرت و نور کا سرچشمہ ہے اس وقت ہماری بکھری ہوئی بصیرت اکٹھی ہو جاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے اور خداوند عالم اس وقت قلب انسانی کیلئے بصیرت و نور کے دروازے کھول دیتا ہے اس جملہ ''اذا جنّھم اللیل حوّلت ابصارھم فی قلوبھم ''کا یہی مطلب ہے اس وقت انسان خود کو خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے اور غضب و رحمت الٰہی کو اپنے سامنے مجسم دیکھتا ہے تو جب وہ خداوند عالم سے مخاطب ہوتا ہے تو مشاہدہ اور حاضری کی بنا پر مخاطب ہوتا ہے دوری اور غیر حاضری کی بنا پر نہیں اور اس فقرہ ''یخاطبوني عن المشاہدۃ ''کا یہی مطلب ہے اور جب وہ خداوند عالم سے بات کرتا ہے تو خداوند عالم کو حاضر سمجھ کر بات کرتا ہے غائب سمجھ کر بات نہیں کرتا ہے اور اس فقرہ ''ویکلمونی عن الحضور ''کا یہی مطلب ہے ۔

اس کی نظروں میں عقوبت اور عذاب الٰہی مجسم ہو جاتا ہے اور اس فقرہ ''مثّلت عقوبتي بین اعینھم ''کا یہی مطلب ہے حبیب کی موجودگی کی انسیت نیز ان کی نظروں میں مجسم عقوبت کا خوف نیند کا سکون چھین لیتا ہے اور بھلا وہ کیسے سو سکتا ہے جو خود کو رات کی خلوت میں اپنے حبیب کے سامنے پائے ؟!اور اس کو کیسے اونگھ آسکتی ہے جبکہ وہ اپنی نظروں میں عذاب الٰہی کو مجسم دیکھ رہا ہو؟یہ حالت یعنی قوت بصارت کے خارج سے اندر کی جانب چلے جانا اور دن میں پراگندہ ہونے کے بعد رات میں اکٹھا ہو جانے کا فطری نتیجہ ہے ۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اپنے معروف خطبہ متقین میں فرماتے ہیں: (اَمَّا اللَّیْلُ فَصَافُّوْنَ اَقْدَامَھُمْ تَالِیْنَ لِاَجْزَاءِ الْقُرْآنِ یُرَتِّلُوْنَھَا تَرْتِیْلاً، یُحَزِّنُوْنَ بِہِ اَنْفُسَھُمْ وَیَسْتَثِیْرُوْنَ بِہِ دَوَاءَ دَاءِھِمْ ۔فَاِذَا مَرُّوْابِآیَۃٍ فِیْھَا تَشْوِیْقٌ رَکَنُوْا اِلَیْھَا طَمَعاً وَتَطَلَّعَتْ نُفُوْسُھُمْ اِلَیْھَا

شَوْقاً،وظَنُّوا اَنَّھا نُصبَ اَعْیُنِھِمْ ۔وَاِذَا مَرُّوا بِآیَۃٍ فِیْھَا تَخْوِیْفٌ اَصْغَوْا اِلَیْھَا مَسَامِعَ قُلُوْبِھِمْ وَظَنُّوا اَنَّ زَفِیْرَ جَھَنَّمَ وَ شَھِیْقَھَا فِیْ اُصُوْلِ اٰذَانِھِمْ، فَھُمْ حَانُوْنَ عَلٰی اَوْسَاطِھِمْ مُفْتَرِشُوْنَ لِجِبَاھِھِمْ وَاَکُفِّھِمْ وَرُکَبِھِمْ وَاَطْرَافِ اَقْدَامِھِمْ یَطْلُبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْ فَکَاکِ رِقَابِھِمْ وَاَمَّا النَّھَارُ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ اَبْرَارٌ اَتْقِیَاءُ[1]) ''رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈ ھتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو،تو اس کی طمع میں اس طرف جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پر کیف)منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس میں (جہنم)سے ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ وپکار ان کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے ،وہ (رکوع) میں اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ سے گلوئے خلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں ۔

دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم ،نیکوکار اور پرہیز کار نظر آتے ہیں'' نہج البلاغہ میں ہی حضرت امیر المومنین علیہ السلام نوف بکالی سے رات کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں :یَانُوْفُ اِنَّ دَاؤُدَ (ع)قَامَ فِیْ مِثْلِ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ مِنَ اللَّیْلِ،فَقَالَ:اِنَّھَا سَاعَۃٌ لَایَدْعُوْ فِیْھَا عَبْدٌ اِلَّا اُسْتُجِیْبَ لَہُ[2]) ''اے نوف بیشک داود علیہ السلام رات کے اس حصہ میں عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تھے ،پھر فرمایا :یہ وہ وقت ہے کہ جس میں دعا کرنے والے کی دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے'' حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے ؟(اذا کان آخرالليل يقول الله عزّوجلّ: هل من داع فأُجيبه ؟وهل من سائل فأُعطيه سؤله ؟وهل من مستغفر فاغفرله ؟ هل من تائب فاتوب عليه) ''جب رات کا آخری حصہ آتا ہے تو اللہ عزوجل کہتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا قبول کی جائے ؟ہے کوئی سوال

[1] نہج البلاغہ خطبہ ١٩٣۔
[2] نہج البلاغہ دو سری قسم صفحہ ١٦٥۔

کرنے والا جس کو اس کے سوال کا جواب دیا جائے ؟ ہے کوئی استغفار کرنے والا کہ اس کی بخشش کروں ؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کروں ؟ ۔

۲۱۔ دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے اور سر پر پھیرنا: امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (ماابرزعبد یده الی اللہ العزیزالجبار الااستحیا اللہ عزّوجلّ ان یردّھا صفراً،حتیٰ یجعل فیھامن فضل رحمتہ مایشاء،فاذا دعا احدکم فلایردّ یدہ حتیٰ یمسح علیٰ وجھہ ورأسہ[1])

''کوئی بندہ اپنے ہاتھ خدائے عزیز و جبار کے سامنے نہیں پھیلاتا مگر یہ کہ خداوند عالم اس کو خالی ہاتھ واپس کرنے پر حیا محسوس کرتا ہے اور اپنے فضل و رحمت سے جو کچھ چاہتا ہے اس کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی دعا کرے اور اپنے ہاتھ ہٹائے تو وہ اپنے ہاتھوں کو چہرے پر مل لے''

موانع اور رکاوٹیں

کونسی چیزیں دعا کے اللہ تک پہنچنے میں مانع ہوتی ہیں ؟اس بحث میں ہم اس سوال کا جواب پیش کریں گے انشاء اللہ ۔بیشک دعا کے بارے میں جیسا کہ کہا گیاہے کہ دعا وہ قرآن صاعد ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے بالمقابل ہے ۔نازل ہونے والے قرآن میں عبودیت ،بندہ کو صرف خود کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے اور صرف اسی سے لولگانے کی دعوت دی گئی ہے اور قرآن صاعد میں اس دعوت پر لبیک کہی گئی ہے ۔لیکن یہاں پر کچھ ایسے موانع ہیں جو دعاؤں کو اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے سے روک دیتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں ان دعاؤں کے پہنچنے سے روکنے والے اہم موانع گناہ اور معصیتیں ہیں دعاء کمیل میں وارد ہوا ہے :(اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَحْبِسُ الدُّعَاءَ)''خدایا میرے ان تمام گناہوں کو بخش دے جو دعاؤں کو قبول ہونے سے روک دیتے ہیں''

اور اسی دعاء کمیل میں آیاہے :(فَأَسْأَلُکَ بِعِزَّتِکَ اَنْ لَایَحْجُبَ عَنْکَ دُعَاءِیْ سُوْءُ عَمَلِیْ)''میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری عزت کے واسطے سے کہ میری بد عملی میری دعا کو پہنچنے سے نہ روکے''

[1] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۲؛من لا یحضر ہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۷؛بحارالانوار جلد ۹۳صفحہ ۳۰۷۔

ہم عنقریب ان موانع (رکاوٹوں) کی تحلیل کریں گے انشاء اللہ: گناہ بارگاہ خدا کی راہ میں ایک رکاوٹ حیات انسان میں گناہوں کے دواثر ہوتے ہیں: ا۔گناہ انسان اور خداوند عالم کے درمیان حائل ہوجاتے ہیں،انسان خدا سے منقطع ہوجاتا ہے اس کیلئے اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے اور اس سے لولگا نے کا امکان ہی نہیں رہتا ،اور نہ ہی اس کیلئے دعا کرنا ممکن ہوتا ہے بیشک دعا کا مطلب اپنے کو خدا وند عالم کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے ۔جب گناہ ،گناہ کرنے والے کو خدا تک پہنچا نے میں مانع ہوجاتے ہیں تو اس کی دعا میں بھی مانع ہوجاتے ہیں ۔

٢۔گناہ دعا کو اللہ تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں ،چونکہ جب دعا اللہ تک پہنچتی ہے تو خدا اس کو مستجاب کرتا ہے ،یہ خدا کے شایان شان نہیں کہ جب کسی بندے کی دعا اس تک پہنچے تو وہ عاجز ہو جائے یا بخل سے کام لے بیشک دعا کی عاجزی یہ ہے کہ وہ خدا تک نہیں پہنچتی ہے : کبھی کبھی گنا ہ انسان کو دعا کرنے سے مقید کردیتے ہیں اور کبھی کبھی دعا کو اللہ تک پہنچنے میں مقید کردیتے ہیں ۔ہم ذیل میں اس مطلب کی وضاحت کررہے ہیں: اخذ اور عطا میں دل کا دوہرا کردار بیشک قلب ایک طرف تو خدا وند عالم سے رابطہ کیلئے ضروری چیزیں اخذ کرتا ہے اور اس سے ملاقات کرتا ہے ،اور دوسری طرف ان چیزوں کو عطا کرتا ہے جیسے حملہ آور قلب جو خون کو پھینکنے واپس لانے اور لوگوں کے درمیان سے اکٹھا کرنے کا کام دیتا ہے ۔

جب دل میں انسان کو ملانے اور خدا وند عالم سے مربوط کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے تو گویا اس نے اپنی ساری اہمیت کھو دی اور اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوا جیسے وہ دل جو پوری طرح حملہ آور ہے ۔دل اس لینے دینے میں ایک طرف توخداوند عالم کی جانب سے ہدایت ،نورانیت اور آگاہی حاصل کرتاہے اور دوسری طرف انسان کو اس کی حرکات و گفتار اور موقف عمل میں یہ ہدایت اور نورانیت عطا کرتے ہیں پہلی شق (اللہ سے ملاقات اور اخذ کرنا)کے سلسلہ میں خداوندعالم فرماتاہے: (وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا لَوْلَانُزِّلَ عَلَیْہِ الْقُرْآنُ جُمْلَۃً وَاحِدَۃً کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِہِ فُؤَادَکَ وَرَتَّلْنَاہُ تَرْتِیْلاً [1]) ''اور کافر یہ بھی کہتے ہیں کہ آخر ان پر یہ قرآن ایک دفعہ کل

[1] سورۂ فرقان آیت ٣٢۔

کا کل کیوں نہیں نازل ہوگیا ۔ ہم اسی طرح تدریجا نازل کرتے ہیں تاکہ تمہارے دل کو مطمئن کر سکیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر نازل کیا ہے'' تو قرآن رسول کے قلب مبارک پرایک دم اور آہستہ آہستہ نازل ہوتا تھا اور دلوں کو تقویت بخشتا تھا نیز یہ دل اس سے نورانیت اور ہدایت حاصل کرتے تھے ۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے: (اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحسَنَ الحَدِیثِ کِتاباً مُتَشَابِھاً مَثَانِیَ تَقشَعِرُّ مِنہُ جُلُودُ الَّذِینَ یَخشَونَ رَبَّھُم ثُمَّ تَلِینُ جُلُودُھُم وَقُلُوبُھُم اِلٰی ذِکرِاللّٰہِ[1]) ''اللہ نے بہترین کلام اس کتاب کی شکل میں نازل کیا ہے جس کی آیتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں اور بار بار دُہرائی گئی ہیں کہ ان سے خوف خدا رکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس کے بعد ان کے جسم اور دل یاد خدا کیلئے نرم ہو جاتے ہیں'' قلوب قرآن سے خشوع وخضوع اخذ کرتے ہیں ،نرم ہو جاتے ہیں خدا کی ہدایت اور اس نور کے ساتھ رابطہ پیدا کرتے ہیں جس کو خداوند عالم نے بندوں کی طرف بھیجا ہے کیونکہ قرآن خداوند عالم کی طرف سے ہدایت اور ایسا نور ہے جس کو خداوند عالم نے بندوں کی جانب بھیجا ہے نیز یہ قرآن خداوند عالم کا برہان اور مخلوق پر حجت ہے ۔

خدا وند عالم کا ارشاد ہے: (یَاأَیُّھَاالنَّاسُ قَدْجَآءَکُم بُرھَانٌ مِن رَبِّکُمْ وَاَنْزَلنَااِلَیکُم نُوراً مُبِیناً[2]) ''اے انسانو!تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے برہان آچکا ہے اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور بھی نازل کردیا ہے'' یہ نور اور ہدایت مومنین اور متقین لوگوں کے دلو ں سے مخصوص ہے وہ اس نور کو اخذ کرتے ہیں اور اس سے متأثر ہوتے ہیں: (ھٰذَابَیَانٌ لِلنَّاسِ وَھُدیً وَمُوعِظَۃٌلِلْمُتَّقِینَ[3]) ''یہ عام انسانوں کیلئے ایک بیان حقائق ہے اور صاحبان تقویٰ کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے '(ھٰذَابَصَائِرُمِن رَبِّکُمْ وَھُدیً وَرَحْمَۃٌلِقَومٍ یُؤْمِنُونَ[4]) '' یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے دلائل ہدایت اور صاحبان ایمان کیلئے رحمت کی حیثیت رکھتاہے'' دل کیلئے یہ پہلا دور ہے جو اللہ سے ہدایت ،نور ،بصیرت اور برہان حاصل کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے بندوں کیلئے نور اور ہدایت نازل کیا ہے ان سے مخصوص ہوتا ہے ۔

---

[1] سورۂ زمر آیت ۲۳۔
[2] نساء آیت۱۷۴)
[3] سورۂ آل عمران آیت ۱۳۸۔
[4] سورۂ اعراف آیت ۲۰۳۔

دلوں کیلئے دوسرا مرحلہ توسعہ اور عطا اس مرحلہ میں قلوب ایسے نور اور ہدایت کو پھیلاتے ہیں جو ان کو خداوند عالم کی جانب سے ملا ہوتا ہے اور یہ قلوب انسان کی حرکت ،گفتار ،موقف ،روابط اور اقدامات کو نور عطا کرتے ہیں اس وقت انسان نور الٰہی اور ہدایت الٰہی کے ذریعہ آگے بڑھتا ہے نور خدا اور ہدایت خدا سے تکلم کرتا ہے نور خدا اور ہدایت کے ذریعہ اپنا موقف معین کرکے لوگوں کے درمیان چلتا ہے ۔(اَوَمَن کَانَ مَیْتاً فَاَحْیَیْنَاہُ وَجَعَلْنَا لَہُ نُوراً یَمْشِیْ بِہِ فِیْ النَّاسِ[1]) ''کیا جو شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کیلئے ایک نور قرار دیا جس کے سہارے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے'' (یَاأَیُّہَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَآمِنُوا بِرَسُولِہِ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِن رَحْمَتِہِ وَیَجْعَل لَکُمْ نُوراً تَمْشُونَ بِہِ وَیَغْفِرْ لَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُورٌ رَّحِیمٌ[2]) ''ایمان والو اللہ سے ڈرو اور رسول پر واقعی ایمان لے آؤ تا کہ خدا تمھیں اپنی رحمت کے دہرے حصے عطا کردے اور تمہارے لئے ایسا نور قرار دیدے جس کی روشنی میں چل سکو اور تمھیں بخش دے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے'' یہ نور جس کے ذریعہ مومنین کا ایک دوسرے سے رابطہ برقرار رہتا ہے ،اس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کی صفوں میں گھوما کرتے ہیں ،ان کی سیاست ،یا تجارت یا حیات انسانی کے دوسرے تمام کاموں میں لگے رہتے ہیں یہ خداوند عالم کا وہ نور ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کیلئے بھیجا ہے: (وَمَن لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہُ نُوراً فَمَا لَہُ مِن نُّورٍ[3]) ''اور جس کیلئے خدا نور قرار نہ دے اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے'' یہ وہ نور ہے جو اللہ کی طرف سے قلب میں ودیعت کیا جاتا ہے پھر اس کے ذریعہ دل،انسان کی بینائی ،سماعت اور اس کے اعضا و جوارح کی طرف متوجہ ہوتا ہے ۔

اس اخذ اور عطا میں دل کا کردار درمیانی ہوتاہے نور اللہ کی طرف سے آتا ہے اور اس کے ذریعہ انسان اپنا راستہ ،اپنی تحریک ،کلام اور موقف اختیار کرتا ہے ۔یہ دل کے صحیح و سالم ہونے کی علامت ہے اور وہ قرآن کو صحیح طریقہ سے اخذ کرتا ہے ،اور اسکو عطا کرتا ہے جس طرح سرسبز زمین نور ،ہوا اور پانی کو اخذ کرتی ہے اور طیب و طاہر پھل دیتی ہے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام قرآن کی صفت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: (کتاب اللّٰہ تبصرون بہ وتنطقون بہ وتسمعون بہ) ''یہ اللہ کی کتاب ہے جس کے ذریعہ تمھیں

---

[1] سورۂ انعام آیت ۱۲۲۔
[2] سورۂ حدیدآیت ۲۸۔
[3] سورۂ نورآیت ۴۰ ۔

سجھائی دیتا ہے اور تمہاری زبان میں گویائی آتی ہے اور (حق کی آواز) سنتے ہو'' جب دل صحیح وسالم نہ ہو تو اس میں اللہ سے لولگانے کی خاصیت مفقود ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرنے پر ممکن نہیں ہوتا۔

جب دل میں اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرنے کی قدرت نہ ہوگی تو وہ نماز اور دعا کے ذریعہ قرآن صاعد کو اللہ تک پہنچانے پر قادر نہیں ہو سکے گا ۔اس حالت کو انغلاق قلب (دل کا بند ہوجانا) کہا جاتا ہے خداوند عالم فرماتا ہے: (صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَایَرْجِعُوْنَ[1]) ''یہ سب بہرے ،گونگے ،اور اندھے ہوگئے ہیں اور اب پلٹ کر آنے والے نہیں ہیں'' بہرااور اندھا نور کا استقبال کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے اسی طرح جو بولنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو فطری طور پر گونگا کہا جاتا ہے پروردگار عالم بنی اسرائیل سے فرماتا ہے: (ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَھِیَ کَالْحِجَارَۃِ اَوْاَشَدُّ قَسْوَۃً[2]) ''پھر تمہارے دل سخت ہوگئے جیسے پتھر یا اس سے بھی کچھ زیادہ سخت'' بیشک پتھر، نور ،ہوااور پانی کا استقبال کرنے پر ممکن نہیں ہوتا ہے اور نور ،ہوااور پانی میں سے جو کچھ بھی اس پر گرتا ہے اس کو واپس کردیتا ہے اور یہ فطری بات ہے کہ وہ ثمر دینے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے بلکہ ثمر تو وہ زمین دیتی ہے جس میں نور ،ہوا اور پانی جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اسی طرح جب دل صحیح وسالم نہیں ہوتا تو وہ نور کا استقبال نہیں کرتا اور نہ ہی نور سے استفادہ کرپاتا ہے اسی کو مکمل انغلاق کی حالت کہا جاتا ہے اور وہ حالت (دل کا مرجانا)جس میں دل ہر طرح کی حیاتی چیز سے بے بہرہ ہوجاتا ہے یعنی زندہ دل کی طرح اس میں کسی چیز کو لینے یادینے کی طاقت باقی نہیں رہ جاتی اور جس دل میں یہ خاصیت نہ پائی جاتی ہو وہ زندگی کا ہی خاتمہ کردیتا ہے۔

خداوندعالم دل کے مردہ ہو جانے کے متعلق فرماتا ہے: (اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاءُ وَمَااَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِیْ الْقُبُوْرِ[3]) ''اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بات سنا دیتا ہے اور آپ انھیں نہیں سنا سکتے جو قبروں کے اندر رہنے والے ہیں'' اور یہ فرمان خدا :(اِنَّکَ لَاتُسْمِعُ

---

[1] سورۂ بقرہ ۱۸۔
[2] سورۂ بقرہ ۷۴۔
[3] سورۂ فاطر آیت ۲۲۔

الْمُوْتٰی وَلَاتُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ[1]) ''آپ مُردوں کواور بہروں کو اپنی آواز نہیں سنا سکتے ہیں اگر وہ منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں '' خدا وند عالم یہ فرماتا ہے: (وَسَوَاءٌ عَلَیْھِمْ أَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَایُؤْمِنُوْنَ[2]) ''اور ان کیلئے سب برابر ہے آپ انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں ''

آوازاور انداز میں کوئی عجزو کمی نہیں ہے بلکہ یہ ہیت کی کمی اور عاجزی ہے کہ وہ کسی چیز کو سننے کی قابلیت نہیں رکھتی ہے ۔ دل کی اسی حالت کواس (دل) کا مرجانا ،بند ہو جانا اور اللہ سے منقطع ہو جا نا کہا جاتا ہے ۔اس قطع تعلق اوردل کے بند ہوجانے کی کیا وجہ ہے ؟دلوں کے منجمد ہونے کے اسباب اسلامی روایات میں دلوں کے منغلق ہونےاور ان کے اللہ سے منقطع ہو جانے کے دواہم اسباب پر زور دیا گیا ہے : ١۔اللہ کی آیات سے اعراض روگردانی اور ان کی تکذیب ۔

٢۔گناہوں اور معصیتوں کا ارتکاب۔خداوندعالم ارشاد فرماتا ہے: (وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْابِآیَاتِنَا صُمّ وَبُکْمٌ فِی الظُّلُمَاتِ[3]) ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی وہ بہرے گونگے تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں '' اس آیۂ کریمہ میں اللہ کی آیات کی تکذیب، لوگوں کی زندگی میں تاریکیوں کے بس جانے اور ان کے گونگے ہوجانے کا سبب ہے ۔

خدا وند عالم فرماتا ہے:(وَاِذَاتُتْلیٰ عَلَیْہِ آیَاتُنَا وَلّٰی مُسْتَکْبِراً کَأَن لَمْ یَسْمَعْھَا کَأَنَّ فِیْ أُذُنَیْہِ وَقْراً[4]) ''اور جب اس کے سامنے آیاتِ الٰہیہ کی تلاوت کی جاتی ہے تو اکڑکر منھ پھیر لیتا ہے جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں ہے اور جیسے اس کے کان میں بہرا پن ہے'' ہم اس آیۂ کریمہ میں اللہ کی آیات سے روگردانی ان سے استکبار کے درمیان ایک متبادل تعلق کامشاہدہ کرتے ہیں۔اسی پہلے سبب کو اعراض و روگردانی کہا جاتا ہے ۔اور دوسرے سبب(گناہ)کے سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے: (کَلَّابَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَاکَانُوْایَکْسِبُوْنَ

---

[1] سورۂ نمل آیت ۸۰ ۔
[2] سورۂ یس آیت۱۰۔
[3] سورۂ انعام آیت ۳۹۔
[4] سورۂ لقمان آیت ۷۔

[1]) ''نہیں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ لگ گیا ہے'' آیۂ کریمہ میں صاف طور پر یہ واضح کردیا گیا ہے کہ جن گناہوں کو انسان کسب کرتا ہے وہ دل کو زنگ آلود کردیتے ہیں جن کی وجہ سے دل پر پردہ پڑجاتا ہے اور وہ اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے۔

گناہوں سے دلوں کا اُلٹ جانا

انسان جب بار بار گناہ کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا دل خدا سے منقطع ہو جاتا ہے اور جب دل خدا سے منقطع ہو جاتا ہے تو وہ بر عکس (پلٹ جانا) ہوجاتا ہے گویا اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر ہوجاتا ہے اور اس کے تمام خصوصیات ختم ہو جاتے ہیں ۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (کان أبي یقول:مامن شأ افسد للقلب من خطیئتہ،ان القلب لیواقع الخطیءة،فلاتزال بہ حتیٰ تغلب علیہ،فیصیر اعلاہ اسفلہ [2]) ''میرے والد بزرگوار کا فرمایا کرتے تھے: انسان کی خطا و غلطی کے علاوہ کوئی چیز انسان کے دل کو خراب نہیں کرسکتی بیشک اگر دل خطا کر جائے تو وہ اس پر ہمیشہ کیلئے غالب آجاتی ہے یہاں تک کہ دل کا اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر آجاتا ہے'' اور یہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: (اذااذنب الرجل خرج في قلبہ نکتة سوداء،فان تاب انمحت،وان زاد زادت ،حتیٰ تغلب علیٰ قلبہ،فلایفلح بعدھاأبداً [3]) ''جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اگروہ توبہ کرلیتا ہے تو وہ مٹ جاتا ہے،اور اگر زیادہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بھی بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر غالب آجاتا ہے اور پھر کبھی وہ اس (دل) پر کامیابی نہیں پا سکتا ہے'' گناہوں کے ذریعہ انسان کے دل سے حلاوت ذکر کا خاتمہ اللہ کے ذکر کیلئے مومنوں کے دلوں میں حلاوت پائی جاتی ہے،اس حلاوت و شیرینی سے بلند تر کوئی حلاوت نہیں ہے، لیکن جب انسان خداوند عالم سے روگردانی کر لیتا ہے تو وہ حلاوت بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کا حلاوت ذکر کا ذائقہ چکھنے والوں میں شمار نہیں کیا جاتا ہے جیسے بیمار انسان جو اپنی تندرستی کھو بیٹھتا ہے تو اس کی قوت ذائقہ بھی مفقود ہوجاتی ہے نہ یہ کہ کھانے والی

[1] سورۂ مطففین آیت۱۴۔
[2] بحا ر الانوار جلد ۷۳ صفحہ ۴۱۲ ۔
[3] بحار الا نوارجلد ۷۳صفحہ ۳۲۷۔

چیزوں کا ذائقہ ختم ہوجاتا ہے،بلکہ مریض کی قوت ذائقہ مفقود ہو جاتی ہے اسی طرح جب دل خدا سے پھر جاتے ہیں تو ان سے اللہ کے ذکر کی حلاوت ختم ہو جاتی ہے اور ان کی نظر میں اللہ کے ذکر کی کوئی حلاوت وجاذبیت نہیں رہ جاتی ہے جیسے وہ بیمار جو اپنی سلامتی وصحت وتندرستی سے محروم ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ لذیذ چیزوں کی لذت کھو بیٹھتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لذیذ چیزوں میں لذت نہیں رہی ہے بلکہ انسان کو ان کی اشتہا و خواہش نہیں رہی ہے اسی طرح جب قلوب اپنا اعتدال کھو بیٹھتے ہیں تو ان کے درمیان سے خداوند عالم کی یاد کی شیرینی کا ذائقہ ختم ہو جاتا ہے اور خداوند عالم کی یاد اور تذکرہ کیلئے ان میں کوئی حلاوت وجذابیت باقی نہیں رہ جاتی ہے ۔ حدیث میں آیا ہے: (ان اللّٰہ اَوحیٰ اِلیٰ داود اَن اَدنیٰ ماأنا صانعٌ بعبدٍ غیرِ عاملٍ بعلمہِ من سبعینَ عقوبۃ باطنیۃٍ أن انزع من قلبہِ حلاوۃَ ذکری[1]) ''خداوند عالم نے جناب داؤد کو وحی کی کہ اپنے علم پر عمل نہ کرنے والے بندہ کو ستر باطنی سزاؤں میں سے سب سے کم سزا یہ دیتا ہوں کہ میں اس کے دل سے اپنے ذکر کی حلاوت ختم کردیتا ہوں''

ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: (یاامیرالمؤمنین إني قد حرمت الصلاۃ باللیل ۔فقال علیہ السلام :انت رجل قد قیدتک ذنوبک[2]) ''اے امیر المومنین ایسا لگتا ہے کہ جیسے نماز شب مجھ پر حرام ہوگئی ہے ''آپ نے فرمایا :تو ایسا شخص ہے کہ تیرے گناہوں نے تجھ کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے'' حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (ان الرجل یذنب الذنب فیحرم صلاۃ اللیل،وان العمل السیئ أسرع في صاحبہ من السکین في اللحم[3]) ''جب انسان گناہوں پر گناہ کئے چلاجاتا ہے تو اس پر نماز شب حرام ہوجاتی ہے اور برا عمل انسان کے اندر گوشت میں چھری سے کہیں زیادہ تیز اثر کرتا ہے''

[1] دار السلام مؤلف شیخ نوری جلد ۳ صفحہ ۲۰۰۔
[2] علل اشرائع جلد ۲ صفحہ ۵۱ ۔
[3] اصول کافی ۲صفحہ ۲۷۲۔

دعاؤں کو روک دینے والے گناہ

براہ راست گناہوں کے انجام دینے سے انسان کا دل اللہ سے منقطع ہوجاتاہے اور جب انسان کا دل اللہ سے منقطع ہو جاتاہے تو نہ اس میں کسی چیز کو اخذ کرنے کی صلاحیت باقی رہ جاتی ہے اور نہ ہی اس کو کوئی چیز عطا کی جاتی ہے ۔جب انسان اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرتاہے تو (دعا) انسان کو اللہ تک پہنچاتی ہے ،اور جب انسان اللہ کے نازل کئے جانے والے قرآن سے منقطع ہو جاتا ہے تو وہ ضروری طور پر قرآن صاعد سے بھی منقطع ہوجاتاہے ۔اس کی دعا محبوس (قید)ہوجاتی ہے اور وہ اس پر کامیاب نہیں ہوپاتایہاں تک کہ اگر وہ خدا کی بارگاہ میں بہت زیادہ گڑگڑائے یاپافشاری کرے ،اصرارکرے تب بھی خدا اس کی دعا کو اوپر پہنچنے سے روک دیتا ہے اور اس کی دعا مستجاب نہیں ہوتی ہے ۔ حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے: (المعصیة تمنع الاجابة) ''گناہ دعا کے مستجاب ہونے میں مانع ہوتے ہیں''ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے خداوندعالم کے اس قول (ادعونی استجب لکم)کے سلسلہ میں سوال کیا: (مالنا ندعو فلایُستجاب لنا؟قال:فأي دعاء یُستجاب لکم،وقد سددتم ابوابہ وطرقہ،فاتقوااللہ واصلحوااعمالکم،واخلصوا سرائرکم ،وأمروا بالمعروف،وانھواعن المنکر،فیستجیب اللہ معکم [1]) ''کیا وجہ ہے کہ ہم خداوندعالم سے دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا مستجاب نہیں ہوتی ہے ؟آپ نے فرمایا تمہاری دعا کیسے مستجاب ہو جب تم نے اس کے دروازوں اور راستوں کو بند کردیا ہے پس تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو ،نیک اعمال انجام دو ،اپنے اسرار کو پاکیزہ کرو ،امربا لمعروف کرو ،نہی عن المنکر انجام دو تو خدا تمہاری دعا قبول کرے گا'' حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے: (والذنوب التی تردّ الدعاء،وتُظلم الھواء عقوق الوالدین [2]) ''جوگناہ دعاؤں کو رد کر دیتے ہیں اور فضا کو تاریک کر دیتے ہیں ان سے مراد والدین سے سر کشی کرنا ہے'' دوسری روایت میں آیاہے: (والذنوب التی تردّالدعاء:سوء النیة وخبث السریرة،والنفاق، وترک التصدیق بالاجابة،وتاخیرالصلوات المفروضات حتیٰ تذھب اوقاتھا،وترک التقرب الیٰ اللہ عزّ وجلّ بالبرّ

---

[1] بحارالانور جلد ۹۳،صفحہ ۳۷۶۔
[2] معانی الاخبار صفحہ ۲۷۰۔

والصدقة،واستعمال البذاء والفحش في القول[1]) ''دعاؤں کو مستجاب ہونے سے روک دینے والے گناہ یہ ہیں :بُری نیت ،خُبث باطنی، نفاق واجب صدقہ نہ دینا،واجب نمازوں کے اداکرنے میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت ہی ختم ہوجائے، نیکی اور صدقہ دینے کے ذریعہ اللہ سے قربت حاصل کرنے کو چھوڑدینا اور گفتگومیں گالیاں دینا''

حضرت مام محمدباقر علیہ السلام سے مروی ہے: (ان العبد یسأل اللہ الحاجة،فیکون من شأنہ قضاؤھا الیٰ اجل قریب،في ذنب العبد ذنباً،فیقول اللہ تبارک وتعالیٰ للملک:لاتقض حاجتہ،واحرمہ ایاھا،فإنہ تعرض لسخطي واستوجب الحرمان مني[2]) ''جب بندہ خداوندعالم سے اپنی حاجت طلب کرتاہے تو خدا کی شان دعا کو پورا کر دینا ہے مگربندہ گناہ کرلیتا ہے جسکی وجہ سے دعاقبول نہیں ہوتی، خداوندعالم فرشتہ سے کہتا ہے :اس کی حاجت روانہ کرنا ،اس کو اس کی حاجت سے محروم رکھنا ،وہ مجھکو ناخشنود کرتا ہے جسکی وجہ سے وہ مجھ سے محروم ہوا ہے''

قبولیت اعمال کے موانع

اسلامی روایات میں (اعمال کے بلند ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والے موانع)اور (اللہ کی بارگاہ میں اعمال پہنچانے کے اسباب)کاتذکرہ موجود ہے: ان دونوں چیزوں کا انسان کے عمل سے براہ رست تعلق ہے مگر یہ کہ (موانع)اعمال کے اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں ،اور (اسباب)اعمال کو اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے میں مددگار ہوتے ہیں: ہم ذیل میں (موانع)کے متعلق اسلامی روایات میں وارد ہونے والے ایک نمونہ کا تذکرہ کریں گے اور اسباب کے سلسلہ میں بھی ایک ہی نمونہ کا تذکرہ کریں گے اور اس مسئلہ کی اسلامی ثقافت وتربیت میں زیادہ اہمیت ہونے کی غرض سے اسکی تفصیل وتشریح ایک مناسب موقع کیلئے چھوڑدیتے ہیں ۔صعود اعمال کے موانع (اسباب)شیخ ابو جعفر محمد بن احمد بن علی قمی ساکن ری نے اپنی کتاب ''المنبیٔ عن زھد النبی'' عبدالواحد سے اور انھوں نے معاذ بن جبل سے نقل کیا ہے :ان کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا : میرے لئے ایک ایسی حدیث بیان فرما

[1] معانی الاخبار صفحہ ٢٧١۔
[2] اصول کا فی جلد ٣صفحہ ٣٧٣۔

دیجئے جس کو آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو اور حفظ کیا ہو انھوں نے کہا ٹھیک ہے پھر معاذ نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا :میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تو اس وقت مجھ سے یہ حدیث نقل فرمائی جب میں ان کے پاس کھڑا ہوا تھا '': بینا نسیراذ رفع بصره الی السماء فقال: الحمد لله الذي يقضي في خلقه ما أحب، ثم قال: يا معاذ، قلت: لبيک يا رسول الله وسيد المؤمنين قال: يا معاذ، قلت، لبيک يا رسول الله امام الخير ونبي الرحمة فقال: احدثک شيئاً ما حدّث به نبي امته ان حفظته نفعک عيشک، وان سمعته ولم تحفظه انقطعت حجتک عند الله، ثم قال: ان الله خلق سبع أملاک قبل ان يخلق السماوات فجعل فی کل سماء ملکاً قد جللها بعظمته، وجعل علیٰ کل باب من ابواب السماوات ملکاً بواباً، فتکتب الحفظة عمل العبد من حين يصبح الیٰ حين يمسي، ثم ترتفع الحفظة بعمله وله نور کنور الشمس حتی اذا بلغ سماء الدنيا فتزکيه وتکثره فيقول الملک: قفوا واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه، انا ملک الغيبة، فمن اغتاب لا ادع عمله يجاوزني الیٰ غيري، امرني بذالک ربي۔ قال، : ثم تجئ الحفظة من الغد ومعهم عمل صالح، فتمر به فتزکيه وتکثره حتی تبلغ السماء الثانية، فيقول الملک الذي فيالسماء الثانية: قفوا واضربوا هذا العمل وجه صاحبه انما اراد بهذا عرض الدنيا، انا صاحب الدنيا، لا ادع عمله يتجاوزني الیٰ غيري۔ قال: ثم تصعد الحفظة بعمل العبد مبتهجا بصدقة وصلاة فتعجب به الحفظة، وتجاوز به الیٰ السماء الثالثة، فيقول الملک: قفوا واضربوا هذا العمل وجه صاحبه وظهره، أنا ملک صاحب الکبر، فيقول: انه عمل وتکبّر علی الناس في مجالسهم؛ امرني ربي أن لا أدع عمله يتجاوزني الیٰ غيري۔ قال: وتصعد الحفظة بعمل العبد يزهر کالکوکب الدري في السماء، له دوي بالتسبيح والصوم والحج، فتمر به الی السماء الرابعة فيقول له الملک: قفوا واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه وبطنه، انا ملک العُجب، انه کان يعجب بنفسه انه عمل وادخل نفسه العُجب، امرني ربّي ان لا ادع عمله يتجاوز ني الی غيري۔ قال وتصعد الحفظة بعمل العبد کالعروس المزفوفة الی اهلها، فتمرّ به الی ملک السماء الخامسة بالجهاد والصلاة (والصدقة) ما بين الصلاتين، ولذلک العمل رنين کرنين الابل وعليه ضوء کضوء الشمس، فيقول الملک: قفوا انا ملک الحسد، واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه، واحملوه علیٰ عاتقه، انه کان يحسد مَن يتعلم او يعمل لله بطاعته، واذا رایٰ لاحد فضلا في العمل والعبادة حسده ووقع فيه، فيحمله علیٰ عاتقه ويلعنه عمله ۔ قال: وتصعد الحفظة بعمل العبد من صلاة وزکاة وحج وعمرة، فيتجاوزون به الی السماء السادسة، فيقول الملک: قفوا انا صاحب الرحمة واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه، واطمسوا عينيه لان صاحبه لم

يرحم شيئاً اذا اصاب عبداً من عباد الله ذنب للاخرة اوضرّ في الدنيا شمت به،امرني به ربي ان لاادع عمله يجاوزني ۔قال وتصعد الحفظة بعمل العبد بفقه واجتهاد وورع وله صوت كالرعد، وضوء كضوء البرق،ومعه ثلاثة آلاف ملك،فتمرّبه الى ملك السماء السابعة،فيقول الملك:قفوا واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه انا ملك الحجاب احجب كل عمل ليس لله،انّه اراد رفعة عند القوّاد،وذكراً في المجالس وصيتاً في المدائن،امرني ربي ان لاادع عمله يتجاوزني الى غيري مالم يكن الله خالصاً ۔قال:وتصعد الحفظة بعمل العبد مبتهجاً به من صلاة وزكاة وصيام وحج وعُمرة وحسن الخلق وصمت وذكر كثير،تشيعه ملائكة السماوات والملائكة السبعة بجماعتهم،فيطئُون الحجب كلّها حتیٰ يقوموا بين يديه سبحانه،فيشهدوا له بعمل ودعاء فيقول:انتم حفظة عمل عبدي،وانا رقيب علیٰ مافي نفسه انه لم يردني بهذا العمل۔وعليه لعنتي فيقول الملائكة:عليه لعنتك ولعنتنا قال :ثم بکیٰ معاذقال:قلت:يارسول الله،ما اعمل واخلص فيه ؟قال:اقتد بنبيك يامعاذفي اليقين قال:قلت انت رسول الله وانا معاذ قال:وان كان فی عملک تقصير يامعاذ فاقطع لسانک عن اخوانک وعن حملة القرآن،ولکن ذنوبک عليک لا تحملها علیٰ اخوانک،ولاتزكِ نفسک بتذ ميم اخوانک،ولاترفع نفسک بوضع اخوانک،ولاترا‌ء بعملک،ولاتدخل من الدنيافي الآخرة،ولا تفحش في مجلسک لكي يحذروک لسوء خلقک ولاتناج مع رجل وانت مع آخر،ولا تعظم علی الناس فتنقطع عنک خيرات الدنيا،ولاتمزق الناس فتمزقک کلاب اهل النار،قال الله تعالیٰ:(وَالنّٰشِطٰاتِ نَشْطًا[1]) افتدری ماالناشطات ؟انها کلاب اهل النار تنشط اللحم والعظم قلت:ومن يطيق هذه الخصال ؟قال:يامعاذ،انه يسير علیٰ من يسّره الله تعالیٰ عليه قال:ومارايت معاذاً يكثر تلاوة القرآن كما يكثر تلاوة هذا الحديث[2]۔ ”انھوں نے فرمایا :ہم راستہ چلے جا رہے تھے تو انھوں نے اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے فرمایا :تمام تعریفیں اس خدائے وحدہ لا شریک کیلئے ہیں وہ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے۔پھر انھوں نے کہا :اے معاذ ۔میں نے کہا :لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے سردار ۔فرمایا

---

[1] سورۂ نازعات آیت۲۔

[2] ہم نے یہ طویل حدیث کتاب عدة الداعی کے صفحہ ۲۲۸۔ ۲۳۰ سے نقل کی ہے ،اور اس کتاب میں اس حدیث کے حاشیہ میں تحریر ہے کہ :سلیمان بن خالد سے مروی ہے کہ میں نے ابا عبد اللہ علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس قول : (وَقَدِمْنَااِلیٰ مَاعَمِلُوْامِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُوراً)سورۂ فرقا ن آیت ۲۳”پھر ہم انکے اعمال کی طرف توجہ کریں گے اور سب کو اڑتے ہوئے خاک کے ذروں کے مانند بنا دیں گے “کے سلسلہ میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا : خداکی قسم اگر انکے اعمال قباطی سے بھی زیادہ سفید(بہت زیادہ نورانی)رہے ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے کسی حرام چیز کو پیش کیا جاتاتھا تو اسکو ترک نہیں کرتے تھے “مرآة العقول میں آیا ہے :مذکورہ مطلب میں اس بات کی دلالت ہے کہ کھلم کھلا گناہ کر نے سے نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں اور احباط کا مطلب یہ ہے کہ اچھا ئیوں پر ثواب نہ ملنا اسکے بالمقابل تکفیر ہے یعنی کسی برائی پر عذاب نہ ملنا ۔

: اے معاذ میں نے عرض کیا :لبیک یا رسول اللہ خیر کے امام اور نبی رحمت ،انھوں نے کہا میں تم سے ایک حدیث نقل کر رہا ہوں جیسی کسی نبی نے اپنی امت سے نقل نے کی ہو اگر تم اس کو حفظ کروگے تو زندگی میں مستفید ہوگے اگر سن کر حفظ نہیں کروگے تو تم پر خداوند عالم کی حجت تمام ہو جائے گی ۔ پھر انھوں نے کہا کہ خداوند عالم نے آسمانوں کی خلقت سے پہلے سات فرشتے خلق کئے تو ہر اس آسمان میں ایک فرشتہ معین کیا جس کو اپنی عظمت کے ذریعہ مکرم فرمایا آسمانوں کے ہر دروازے پر ایک نگہبان فرشتہ معین فرمایا تووہ انسان کے اعمال نامہ میں اس بندہ کا صبح سے شام تک کا عمل لکھتے ہیں۔

پھر یہ لکھنے والے فرشتے اس کے اعمال نامہ کو لیکر اوپر جاتے ہیں اس کی روشنی دھوپ کے مانند ہوتی ہے یہاں تک کہ جب وہ آسمان دنیا پر پہنچتا ہے تو فرشتے اس کے عمل کو پاک و صاف و شفاف اور زیادہ کر دیتے ہیں تو فرشتہ کہتا ہے : ٹھہرو اور اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر ماردو میں غیبت کا فرشتہ ہوں جو غیبت کرتا ہے میں اس کے عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہیں پہنچنے دوں گا میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : اگلے دن یہ نامۂ اعمال، عمل صالح کے ساتھ تزکیہ اور زیادہ ہونے کی صورت میں دوسرے آسمان تک پہنچتا ہے ،تو دوسرے آسمان والا نگہبان فرشتہ کہتا ہے : ٹھہرو اور اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر ماردو چونکہ اس نے اس عمل کے ذریعہ اپنے کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور میں صاحب دنیا ہوں لہذا میں اس عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہیں جانے دونگا ۔ فرمایا :پھر وہ لکھنے والے اس نامۂ اعمال کو صدقہ اور نماز سے پُر،خوشی خوشی اوپر لیجاتے ہیں اور وہ تیسرے آسمان سے عبور کر جاتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے : ٹھہرو اور اس عمل کو صاحب عمل کے منھ اور پیٹھ پر ماردو میں صاحب کبر کا فرشتہ ہوں وہ کہے گا :اس نے اس عمل کے ذریعہ لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھ کر تکبر کیا میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہ پہنچنے دوں ۔ فرمایا :یہ نامۂ اعمال بندہ کے اس عمل کی وجہ سے جس میں تسبیح ،روزہ اور حج ہوگا ان کے ذریعہ آسمان میں کوکب دری کی طرح روشن ہو کر چوتھے آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ اس سے کہے گا : اس عمل کو صاحب عمل کے منھ اور پیٹ پر ماردو ،میں عُجب کا فرشتہ ہوں وہ اپنے نفس میں

اس عمل کے ذریعہ عجب کرتا تھا اور اس کے نفس میں عُجب داخل ہو گیا ہے ؛ میرے پرور دگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ یہ عمل میرے علاوہ کسی اور تک نہ پہنچنے پائے ۔ فرمایا :یہ نا مۂ اعمال بندہ کے عمل کے ذریعہ اپنے شوہر کے گھر کی طرف جانے والی دُلہن کے مانند جہاد ،نماز اوردونمازوں کے درمیان دئے جانے والے صدقہ سے پانچویں آسمان سے گذر جائیگا یہ اونٹ کی طرح آواز بلند کررہا ہوگا اور آفتاب کی طرح روشن ہوگا پس فرشتہ کہے گا : ٹھہرو میں حسد کا فرشتہ ہوں اور اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر مار دو اور اس کے کاندھوں پر رکھ دو ؛یہ طالب علم اور اللہ کی اطاعت کرنے والے سے حسد کرتا تھا اور جب بھی یہ عمل اور عبادت میں کسی اور کو اپنے سے برتر دیکھتا تھا تو اس سے حسد کرتا تھا لہٰذا اس عمل کو اسی کے کاندھوں پر رکھ دو اور اس کا عمل اس پر لعنت کریگا ۔ فرمایا :وہ نا مۂ اعمال نماز ،زکات ،حج اور عمرہ کے ذریعہ چھٹے آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ کہے گا : ٹھہرو میں صاحب رحمت ہوں اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر ماردو اور اس کی آنکھوں کو بے نور کردو چونکہ اس شخص نے ذرہ برابر رحم نہیں کیا جب اللہ کا کوئی بندہ اُخروی گناہ یا دنیوی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کی شماتت کی جاتی ہے ۔

فرمایا :یہ نا مۂ اعمال بندہ کے فقہ ،اجتہاد اور ورع و پرہیزگاری کے ذریعہ جو بجلی کی طرح کڑک رہا ہوگا ،برق کی طرح اس کی روشنی ہوگی اور اس کے تین ہزار فرشتے ہوں گے یہ ساتویں آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ کہے گا : ٹھہرو اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر ماردو میں حجاب کا فرشتہ ہوں اس نے جو عمل اللہ کیلئے نہیں تھا اس کو چھپایا ؛اس نے رہنماؤں کی نظر میں بلند مرتبہ ،نشستوں میں اپنے تذکرہ اور شہروں میں اپنی شہرت کی تمنّا کی تھی ،میرے پروردگار نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ جو عمل خالص اللہ کے لئے نہ ہو اس کو میں اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہ جانے دوں ۔ فرمایا :یہ نا مۂ اعمال بندہ کے عمل کے ذریعہ خوشی خوشی جس میں نماز ،زکات ،روزے ،حج ،عمرہ ،حُسن خلق ،صمت و وقاراور ذکر کثیر ہوگا آگے بڑھے گا جس کے ساتھ آسمان و زمین کے ملائکہ ہوں گے جوتمام پردوں کو روندھ دیتے ہیںیہاں تک کہ پروردگار عالم کے سامنے جا کھڑے ہوں گے اور وہ سب اس بندہ کے اس عمل اور دعا کی گواہی دیں گے پس پروردگار آواز دے گا :تم نے میرے بندہ کا یہ نا مۂ اعمال لکھا ہے اور میں بذات خود اس کا دیکھنے والا ہوں ۔اس عمل کو میرے

پاس نہ لاؤ اس پر میری لعنت ہے ۔ تو ملائکہ کہیں گے :اس پر تیری اور ہم سب کی لعنت ہے ۔ فرمایا :پھر معاذ گریہ کرنے لگے معاذ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا :میں کیسے خالص عمل انجام دوں ؟فرمایا : اے معاذ تم یقین میں اپنے نبی اکرم ﷺ کی اقتدا کرو ۔ معاذ نے عرض کیا :یا رسول اللہ ﷺ آپ رسول خدا ہیں اور میں معاذ ہوں ۔ فرمایا :اگر تمہارے عمل میں کوئی کوتا ہی ہے تو تم اپنے برادران کی غیبت کرنے سے پرہیز کرو قرآن کے حاملین کے سلسلہ میں اپنی زبان بند رکھو تمہارے گناہوں کا بوجھ تمہارے بھائیوں پر نہیں پڑنا چاہئے ،اپنے بھائیوں کی برائی کرکے خود کو بہتر مت سمجھو ،اپنے بھائیوں کی توہین کرکے خود کو بلند مرتبہ مت سمجھو، ریاکاری نہ کرو،دنیاکے ذریعہ آخرت میں داخل نہ ہواگر تم کسی سے سرگوشی کر رہے ہو تو دوسرے شخص کے ساتھ اسی حال میں سرگوشی مت کرو ،لوگوں پر بوجھ مت بنو کہ تم سے دنیا کی بھلائیاں روگردانی کر جائیں ،لوگوں میں تفرقہ نہ پیدا کرو ورنہ جہنم کے کتے تم کو پاش پاش کرڈالیں گے خداوند عالم کا فرمان ہے :(وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا) ''اور آسانی سے کھول دینے والے ہیں''،کیا تم جانتے ہو کہ ناشطات کیا ہے ؟یہ جہنم کے کتے ہیں جو گوشت اور ہڈیوں کو کھا جاتے ہیں ۔

معاذ نے عرض کیا :ان خصلتوں کی کس میں طاقت ہے ؟فرمایا :اے معاذ یہ اس شخص کیلئے بہت آسان ہیں جن کیلئے خداوند عالم ان کو آسان کردیاہے فرمایا :میں نے معاذ کو اتنی زیادہ قرآن کی تلاوت کرتے نہیں دیکھا جتنی وہ اس حدیث کی تلاوت کرتے تھے'' اعمال کو اللہ تک پہنچانے والے اسباب موانع کے بالمقابل کچھ ایسے اسباب ہیں کہ جب اعمال اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تووہ اسباب جو انسان کے اعمال کو اللہ کی بارگاہ تک پہنچاتے ہیں اور یہ اسباب ،موانع کے بالمقابل ہیں :ان اسباب کا روایت نبوی میں تذکرہ موجود ہے جن کو ہم علامہ مجلسی کی نقل روایت کے مطابق جس کو انھوں نے امالی شیخ صدوق سے بحارالانوار میں نقل کیا ہے بیان کرتے ہیں: شیخ صدوق نے ((امالی))میں سعید بن مسیب سے انھوں نے عبد الرحمن بن سمرہ سے نقل کیا ہے :(ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا : فقال:اني رایت البارحۃ عجائب ،قال:فقلنا :یارسول اللہ، وما رأیت ؟ حدّثنا بہ فداک انفسنا واھلونا واولادنا ؟فقال:رأیت رجلاً من أمتي وقد أتاہ ملک الموت لیقبض

روحہ،فجاء ه برّه بوالدیہ فمنعہ منہ ۔ورأیت رجلاًمن اُمتي قد بسط علیہ عذاب القبر،فجاء ه وضوؤه فمنعہ منہ ۔ورأیت رجلاًمن اُمتي قد احتوشتہ الشیاطین،فجاء ه ذکرُاللّٰہ عزّوجلّ فنجّاه من بینھم ۔ورأیت رجلاًمن اُمتي والنبیّون حلقاً کلما اتیٰ حلقۃ طردوه،فجاء ه اغتسالہ من الجنابۃ فاخذبیده فأجلسہ الی جنبھم ۔ورأیت رجلاً من اُمتي بین یدیہ ظلمۃ ومن خلفہ ظلمۃ وعن یمینہ ظلمۃ وعن شمالہ ظلمۃ ومن تحتہ ظلمۃ مستنقعاًفي الظلمۃ،فجاء ه حجہ وعمرتہ فأخرجاه من الظلمۃ وادخلاه النور ۔ورأیت رجلاً من اُمتي یکلّم المؤمنین فلایُکلمونہ،فجاء ه صلتہ للرحم فقال:یامعشرالمؤمنین،کلّموه فانّہ کان واصلاً لرحمہ،فکلمہ المؤمنون وصافحوه وکان معھم ۔ورأیت رجلاً من اُمتي تقي وجھہ النیران و شررھا بیده ووجھہ،فجاء تہ صدقتہ فکانت ظلاً علیٰ راسہ وستراً علیٰ وجھہ۔ورأیت رجلاً من اُمتي قد اخذ تہ الزبانیۃ من کل مکان فجاء ه امره بالمعروف ونھیہ عن المنکر فخلّصاه من بینھم وجعلاه مع ملائکۃالرحمۃ۔ورأیت رجلاً من اُمتي جاثیاًعلیٰ رکبتیہ بینہ و بین رحمۃاللّٰہ حجاب فجاء ه حسن خلقہ فأخذ بیده فأدخلہ فی رحمۃاللّٰہ ۔ ورأیت رجلاً من اُمتی قد ھوت صحیفتہ قبل شمالہ فجاء ه خوفہ من اللّٰہ عزّوجلّ فأخذ صحیفتہ فجعلھا فی یمینہ ۔ورأیت رجلاً من اُمتي قد خفّت موازینہ،فجاء ه افراطہ فثقّلوا موازینہ۔ورأیت رجلاً من اُمتي قائماً علیٰ شفیر جھنّم،فجاء ه رجاء ه فی اللّٰہ عزّوجلّ فاستنقذه بذالک۔ورأیت رجلاً من اُمتي قد ھویٰ في النارفجاء تہ دموعہ التي بکیٰ من خشیۃ اللّٰہ فاستخرجتہ من ذٰلک۔ورأیت رجلاً من اُمتي علیٰ الصراط یرتعدکما ترتعدالسعفۃ فی یوم ریح عاصف فجاء ه حسن ظنہ باللّٰہ فسکن رعدتہ ومضیٰ علی الصراط۔ورایت رجلاً من اُمتي علیٰ الصراط یزحف احیاناًویحبواحیاناًویتعلق احیاناًفجاء تہ صلاتہ علیہ فأقامتہ علیٰ قدمیہ ومضیٰ علیٰ الصراط۔ورأیت رجلاً من اُمتي انتھیٰ الیٰ ابواب الجنۃ کلما انتھیٰ الیٰ باب اُغلق دونہ،فجاء تہ شھادۃ ان لا الٰہ الاّ اللّٰہ صادقاًبھا،ففتحت لہ الابواب و دخل الجنۃ[1]'' میں نے متعدد عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ نے کن کن عجائبات کا مشاہدہ فرمایا؟ میری جان آپ پر فدا ہو ذراان عجائبات کی ہمارے اور ہماری اولاد کیلئے تفسیر تو فرما دیجیے؟آپ نے فرمایا :میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ ملک الموت اس کی روح قبض کرنے کیلئے آیا ہے تو وہ فرشتہ اس (شخص)کی اپنے والدین کے ساتھ نیکیوں کی وجہ سے اس کی روح قبض نہ کر سکا ۔

[1] بحار الا نوار جلد ۷ صفحہ ۲۹۰۔ ۲۹۱ ۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کو شیاطین نے ڈرا رکھا تھا تو اللہ عزوجل کے تذکرہ نے اس کو ان شیاطین سے نجات دلائی ۔ میں نے اپنی امت کے ایک ایسے پیاسے شخص کو دیکھا کہ جب بھی وہ پانی کے حوض پر پانی پینے کی غرض سے پہنچتا تھا تو اس کو پانی پینے نہیں دیا جاتا تھا تو ماہ رمضان کے روزوں نے آکر اس کو سیراب کیا گیا ۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ انبیاء علیھم السلام حلقہ ،حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں تو جب بھی یہ شخص حلقہ کے پاس پہنچتا تھا تو اس کو نزدیک آنے سے منع کر دیا جاتا تھا ،لیکن جب وہ غسل جنابت کر کے آیا تو انھوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بیٹھایا ۔ میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جسکے آگے پیچھے ،دائیں، بائیں اور اس کے نیچے کی طرف تاریکی ہی تاریکی تھی اور وہ اس تاریکی کے سبب جانکنی کے عالم میں تھا تو اس کے انجام دئے ہوئے حج وعمرہ نے آکر اس کی جان بچائی اور تاریکی سے نکال کر روشنی میں داخل کیا ۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ مومنین سے کلام کرتا ہے لیکن مومنین اس سے بات نہیں کرتے ہیں ۔تو اس شخص کے صلۂ رحم نے کہا اے مومنو اس سے کلام کرو کیونکہ اس نے صلۂ رحم انجام دیا ہے تو مومنوں نے اس سے کلام کیا ،مصافحہ کیا گو یا کہ وہ ان کے ساتھ تھا ۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ اور چہرہ آگ کی سوزش سے جل رہے تھے تو اس کے دئے ہوئے صدقہ نے اس کے سر پر آکر سایہ کیا اور اس کے چہرے کو چھپالیا ۔میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کی ہر جگہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے تو اس کے کئے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے اس کو ان شعلوں سے نجات دلائی اور اس کے لئے رحمت کے فرشتہ مقرر فرمائے ۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو گھٹنیوں کے بھل چل رہا تھا اور اس کے اور اللہ کی رحمت کے درمیان پردے حائل ہوگئے تھے تو اس کے حسن خلق نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کی رحمت میں داخل کیا ۔ میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں تھا تو اللہ کے خوف نے اس کا وہ نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ سے لیکر اس کے دائیں ہاتھ میں دیدیا ۔ میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کے اعمال کا پلڑا بہت ہلکا تھا تو اس کے دوسروں کو

سیراب کرنے نے اس کو وزنی بنایا ۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو جہنم کے پاس کھڑے دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے امید نے اس کو جہنم سے نجات دلائی ۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو جہنم کی آگ میں جلتے دیکھا تو اس کے وہ آنسو جو اللہ کے خوف کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے جاری ہوئے تھے انھوں نے اس کو جہنم کی آگ سے نکالا ۔ میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو صراط پر دیکھا جو سخت آندھیوں میں خرمہ کے درخت کی شاخ کی طرح ہل رہا تھا تو اس کے اللہ سے حسن ظن نے اس کو ملنے سے روکا اور وہ صراط سے گذر گیا ۔ میں نے اپنی امت میں سے پل صراط پر ایک ایسے شخص کو دیکھا جو آگے بڑھنے کیلئے اپنے چاروں ہاتھ پیر مار رہا تھا اور کبھی اپنے کو کھینچے جارہا تھا اور کبھی اس پر لٹک رہا تھا تو اس کی نماز نے آکر اس کے قدموں پر کھڑا کیا اور پل صراط سے گذارا ۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس پر جنت کے تمام دروازے بند ہو گئے تھے تو اس کی (اشھدا ن لا الٰہ الااللہ)کی گواہی نے اس کی تصدیق کی تو اس کیلئے جنت کے دروازے کھل گئے اور وہ جنت میں چلا گیا ۔جن چیزوں کواللہ سے دعا کرتے وقت انجام دینا چاہئےاب ہم ان (وسائل)اسباب کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہیں جن کو دعا کرتے وقت انجام دنیا چاہئے ۔پروردگار عالم کا فرمان ہے کہ ہم اس سے وسیلہ کے ذریعہ دعا کریں: ارشاد خدا وند عالم ہے: (اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ[1]) ''یہ جن کو خدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کے لئے وسیلہ تلاش کر رہے ہیں '' (یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ[2]) ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو'' خداوندعالم نے یہ وسائل ان بندوں کیلئے قرار دئے ہیں جن کے اعمال اور دعائیں اللہ کی رحمت تک پہنچنے سے عاجز ہیں اور وہ (خدا)ارحم الراحمین ہے ۔خداوندعالم فرماتا ہے: (اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهُ[3]) ''پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح انھیں بلند کرتا ہے'' بیشک انسانی حیات میں کلمۂ طیب اور عمل صالح ہے ۔ (کلم الطیّب) سے مراد انسان کا اللہ پر ایمان رکھنا ،اخلاص ،اُس

---

[1] سورۂ اسرا آیت ۵۷ ۔
[2] سورۂ مائدہ آیت۳۵۔
[3] سورۂ فاطر آیت ۱۰ ۔

(خدا) پر اعتماد رکھنا ،اس سے امید رکھنا ،اس سے دعا کرنا اور اس کی بارگاہ میں گڑگڑانا اور گریہ وزاری کرنا ہے ۔ عمل صالح سے مراد وہ عمل ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی انسانیت قائم ہوتی ہے اور وہ ایمان ،اخلاص ،اعتماد اور امید ہے ۔ اور (کلم الطیب) ''خوشگوار گفتگو ''قرآن کی تصریح کی رو سے خدا وند عالم کی جانب چلی جاتی ہے لیکن قرآن ہی کی صراحت کی بنا پر اس خوشگوار گفتگو کو خداوند عالم کی جانب نیک عمل ہی لے جاتا ہے ۔اگر عمل صالح نہ ہو تو (کلم الطیب) اللہ تک نہیں پہنچ سکتا ،کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ (عمل صالح) عاجز اور کمزور ہوتا ہے اور اس میں (کلم الطیب) کو اللہ تک پہنچانے کی طاقت و قدرت نہیں ہوتی لہٰذا ایسی صورت میں نہ تو انسان کی دعا اللہ تک پہنچتی ہے اور نہ ہی اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے ۔

اللہ نے انسان کی زندگی میں اس کے ہاتھوں میں کچھ ایسے وسائل دیدئے ہیں جن کے ذریعہ وہ خدا وند عالم تک پہنچ سکتا ہے اگر یہ وسائل واسباب نہ ہوں تو انسان کیلئے اس کی دعا اور فریاد کے اللہ تک پہنچنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے ۔یہی وہ وسائل واسباب ہیں جن کی طرف قرآن کریم نے بھی اشارہ فرمایا ہے ۔ان ہی وسائل میں سے رسول اللہ کا اپنی امت کے لئے دعا اور استغفار کرنا ہے ۔خداوندعالم کا ارشاد ہے: (وَلَوْاَنَّھُمْ اِذْظَلَمُوْااَنْفُسَھُمْ جَاءُ وْکَ فَاسْتَغْفَرُوْااللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَلَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْااللّٰہَ تَوَّاباً رَحِیْماً [1]) ''اور کاش جب ان لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا تو آپ کے پاس آتے اور خود بھی اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے حق میں استغفار کرتے تو خدا کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے'' قرآن کریم کی یہ آیت صاف طورپر یہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مومنین کے لئے استغفار کرنا ان وسائل میں سے ہے جن میں پروردگار عالم اپنے بندوں کو اس چیز کی رغبت دلاتا ہے جو دعا اور استغفار میں ان کیلئے وسیلہ قرار پائے ۔جو کچھ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ان کی حیات طیبہ میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مومنین کیلئے خدا سے استغفار کیاہے وہ وفات کے بعد استغفار نہیں کر سکتے نہیں ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں ۔

[1] سورۂ نساء آیت۶۴۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کرنا اسلامی روایات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کیلئے بہت زیادہ زور دیا گیا ہے ۔داؤ وبرقی سے مروی ہے : ''إنّي کنت اسمع اباعبد اللہ علیہ السلام اکثرمایلحّ في الدعاء علی اللہ بحقّ الخمسة یعني رسول اللہ،و امیرالمؤمنین، و فاطمة، والحسن، والحسین[1] '' میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام کو دعا میں اکثر پنجتن پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے دیکھا ہے یعنی رسول اللہ، امیر المومنین ، فاطمہ ،حسن اور حسین علیہم السلام '' سماعہ سے مروی ہے :مجھ سے ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا :اے سماعہ جب تمھیں خداوند عالم سے کوئی سوال درپیش ہو تو اس طرح کہو: (اللّھم انّي أسالک بحقّ محمد وعلی فان لھما عندک شأناًمن الشأن وقدراًمن القدر،وبحقّ ذلک القدران تُصلّيَ علیٰ محمد وآل محمد وان تفعل بي کذا وکذا [2]) ''پروردگارا میں تجھ کو محمد اور علی کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں جن کا تیرے نزدیک بلند و بالا مقام ہے اور اسی عظمت کے پیش نظر تو محمد وآل محمد پر درود بھیج اور میرے لئے ایسا ایسا انجام دے'' دعائے کُمیل کے ذریعہ اللہ تک رسائی کے وسائل ہم دعاء کمیل میں ان وسائل کا مشاہدہ کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے امیر المومنین ؑدعا میں خداوندعالم سے متوسل ہوئے ہیں ۔یہ وسائل دعا کے دوسرے حصہ میں بیان ہوئے ہیں جن کو امیر المومنین علیہ السلام نے خداوند عالم سے دعا اور حاجتوں کو پیش کرنے سے پہلے مد نظر رکھا ہے۔ اس دعائے شریف میں بیان فرمایا ہے ان کو بیان کرنے سے پہلے ہم اس دعاء کمیل کا مختصر سا خاکہ بیان کرتے ہیں ،اور جن بلند افکارپر یہ دعا مشتمل ہے ان کو بیان کریں گے نیز اس کی بھی وضاحت کریں گے کہ آپ نے اس دعا میں ان بلند افکار کے مابین کن طریقوں سے استفادہ فرمایا ہے ۔ کیونکہ ائمہ سے منقول مشہور ادعیہ کی ہر عبارت کے معین افکاراور منظم اسلوب نیز دعا کے آغاز اوراختتام کی مخصوص روش ہے ۔معروف ادعیہ میں سے ہر دعا کی ایک مخصوص شکل ہے ان کیفیات کے مطالعہ سے ہمیں یہ استفادہ ہوتا ہے کہ دعا کی روش نیز خداوند عالم سے مناجات کرنے کا طریقہ کیا ہے ۔

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴ ،۱۱۳۹،حدیث ۸۸۴۴۔

[2] عدۃالدا عی صفحہ ۳۸۔

ہر دعا کیلئے بلند وبا لا اور بنیادی فکر ہے،افکار کا مجموعہ اسی فکر سے پرورش پاتا ہے،یہ بنیادی مطلب ہےاور دو سرے مطالب کا مجموعہ اسی اساسی مطلب سے پرورش پاتا ہے،سوال کرنے کا طریقہ اور سوال کرنے اور ختم کرنے کے اسلوب و طریقوں کو بتا تا ہے ۔اگر علما نے اس مسئلہ کو بطور کافی و وافی بیان کیا ہوتا تو اس سے مفید نتائج کا اخراج کرتے ۔اب ہم دعائے کمیل کے سلسلہ میں اس کے بنیادی افکار اور کیفیت کے متعلق بیان کرتے ہیں:دعا کمیل کی عام تقسیم دعاء کمیل مومنین کے درمیان بڑی مشہور ومعروف ہے جس کو مومنین ہر شب جمعہ کو پڑھا کرتے ہیں،اور اس کو کبھی تنہااور کبھی ایک ساتھ مل کر بھی پڑھا کرتے ہیں ۔یہ دعا حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منسوب ہے جو آپ نے کمیل بن زیاد نخعی کو تعلیم فرمائی تھی اسی طرح یہ دعا ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں مومنین تک پہنچتی رہی ہے ۔

یہ دعا عبودیت، فروتنی و انکساری کے مفاہیم کے لحاظ سے بیش بہا خزانہ نیز زندہ اشکال میں تضرع،فریاد خواہی نیز توبہ اورانابہ کا مو جیں مارتا سمندر ہے ۔ہم اس دعاء میں بیان شدہ تمام مطالب ومفاہیم کی تشریح کرنا نہیں چاہتے چونکہ یہ طولانی بحثیں ہیں انشاء اللہ اگر موقع ملا،قسمت نے ساتھ دیا اور اسباب بھی پیدا ہوگئے تو ضرور ان مطالب کی تشریح کریں گے۔لیکن اب ہم صرف اس دعا کی کیفیت کی وضاحت کرتے ہیں یہ دعا تین مخصوص مرحلوں پر مشتمل ہےاور ہر مرحلہ آنے والے مرحلہ میں شمار ہوتا ہے ان تمام باتوں کی اساس وبنیاد دعا کی کیفیت سے درک ہوتی ہے یہ ہمارے دعا پڑھنے،اس میں بیان ہونے والے مفاہیم و افکار کے سلسلہ میں غور و فکر کرنے اور ان سے متاثر ہونے میں ہماری بہت زیادہ مدد کرتے ہیں۔ شاید پروردگار عالم اس جہدو کوشش کو ان مومنین کیلئے نفع بخش اور مفید قراردے جنھوں نے اس دعا کو پڑھنے کی اپنی عادت بنا لی ہے ۔

تصمیم دعا کی فکر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ دعا تین مرحلوں پر مشتمل ہے:پہلا مرحلہ :جو دعا کے شروع کرنے کے حکم میں ہے جس میں دعا کرنے والا اللہ کی بارگاہ میں کھڑاہوکر دعا کرتا ہے ۔گڑ گڑا تا ہے اور خدا سے مانگتا ہے،چونکہ گناہ انسان اور اللہ کے درمیان حائل ہوکر دعا کو مقید کر دیتے ہیں اور اگر بندہ خدا کے سامنے کھڑے ہوکر دعا کرنے کا موقف اپنا تا ہے تو اس کیلئے اس پہلے

مرحلہ کی رعایت کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔اس مرحلہ (ابتدائے دعا) میں اللہ سے مانگنے، طلب کرنے کے طریقہ کی ابتداء بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک اللہ سے مغفرت طلب کرنا ہے: (اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِيْ تَھْتِکُ الْعِصَمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِيْ تُنْزِلُ النِّقَمَ) ''خدایا میرے گناہوں کو بخش دے جو ناموس کو بٹہ لگادیتے ہیں۔ان گناہوں کو بخش دے جو نزول عذاب کا باعث ہوتے ہیں''

یہ جملے مغفرت سے متعلق ہیں ۔اوردوسرے مرحلہ میں خدا کی یاد ،شکر اور اسکا تقرب طلب کیا گیا ہے: (وَاَسْأَلُکَ بِجُوْدِکَ اَنْ تُدْنِیَنِيْ مِنْ قُرْبِکَ وَاَنْ تُوْزِعَنِيْ شُکْرَکَ وَاَنْ تُلْھِمَنِيْ ذِکْرَکَ) ''تیرے کرم کے سہارے میرا سوال ہے کہ مجھے اپنے سے قریب بنالے اور اپنے شکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر کا الہام کرامت فرما'' پہلے تو انسان کے لئے خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرنے کیلئے کھڑاہونا ضروری ہے۔جس کے نتیجہ میں خداوند عالم اسکے گناہوں کو معاف کریگا،اسکے دل سے پردے ہٹا دیگا۔دوسرے خداوند عالم کا بندے کو اپنے سے قریب ہونے اسکا شکر کرنے اوراس کے دل میں تذکرہ کرنے کی اجازت دینا ضروری ہے۔

یہ دعا میں وارد ہونے کے ابتدائی فقرے ہیں۔اسکا دوسرا فقرہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کو پیش کرنا اوراسکی طرف راغب ہوناہے: (اَللّٰھُمَّ وَاَسْأَلُکَ سُؤَالَ مَنِ اشْتَدَّتْ فَاقَتُہُ وَاَنْزَلَ بِکَ عِنْدَ الشَّدَائِدِ حَاجَتَہُ وَعَظُمَ فِیْمَا عِنْدَکَ رَغْبَتُہُ) ''مجھے ہر حال میں تواضع اور فروتنی کی توفیق عطا فرماخدایا میرا سوال اس بے نوا جیسا ہے جس کے فاقے شدید ہوں اور جس نے اپنی حاجتیں تیرے سامنے رکھ دی ہوں اور جس کی رغبت تیری بارگاہ میں عظیم ہو'' اللہ سے کوئی فرار نہیں کرسکتا اور نہ ہی خدا کے علاوہ بندے کی کوئی اور پناہگاہ ہے۔یہ دو حقیقتیں ہیں:الف۔اللہ سے کوئی مفر نہیں ہے(اَللّٰھُمَّ عَظُمَ سُلْطَانُکَ وَعَلَا مَکَانُکَ وَخَفِيَ مَکْرُکَ وَظَھَرَ اَمْرُکَ وَغَلَبَ قَھْرُکَ وَجَرَتْ قُدْرَتُکَ وَلَا یُمْکِنُ الْفِرَارُ مِنْ حُکُوْمَتِکَ'' (خدایا تیری سلطنت عظیم ،تیری منزلت بلند،تیری تدبیر مخفی ،تیرا امر ظاہر،تیرا قہر غالب اور تیری قدرت نافذ ہے اور تیری حکومت سے فرار ناممکن ہے'' ب:اللہ کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہے (اَللّٰھُمَّ لَا اَجِدُ لِذُنُوْبِيْ غَافِراً وَلَا لِقَبَائِحِيْ سَاتِراً وَلَا لِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِيَ الْقَبِیْحِ بِالْحَسَنِ مُبَدِّلاً غَیْرَکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ) ''خدایا میرے گناہوں کے

بخشنے والے، میرے عیوب کی پردہ پوشی کرنے والے ، میرے قبیح اعمال کو نیکیوں میں تبدیل کرنے والے تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے ‘‘ یہ اس ابتدائی مرحلہ کا دوسرا فقرہ ہے اور اس مرحلہ کے تیسرے فقرے میں حضرت علیؑ انسان کی مایوسی اور اس کی ویل شقاوت کے بارے میں فرماتے ہیں: (اَللّٰھُمَّ عَظُمَ بلاءِيْ وَ اَفْرَطَ بِيْ سُوءِ حَالِيْ،وَقَصُرَتْ بِيْ اَعْمَالِيْ،وَقَعَدَتْ بِي اَغْلَالِيْ،وَ حَبَسَنِيْ عَنْ نَفْعِيْ بُعْدُ اَمَلِيْ وَخَدَعَتْنِي الدُّنْيَا بِغُرُوْرِهَا،وَنَفْسِي بِجِنَايَتِهَا وَمِطَالِي يَاسَيِّدِيْ) ’’خدایا میری مصیبت عظیم ہے، میری بدحالی حد سے آگے بڑھی ہوئی ہے، میرے اعمال میں کوتاہی ہے، مجھے کمزوریوں کی زنجیروں نے جکڑ کر بٹھا دیا ہے ۔

اور مجھے دور دراز کی امیدوں نے فوائد سے روک دیا ہے، دنیا نے دھوکہ میں مبتلا رکھا ہے اور نفس نے خیانت اور ٹال مٹول میں مبتلا رکھا ہے اے میرے سردار ‘‘ اس بے بسی، رنج وغم اور شقاوت کے اسباب انسان کا عمل اور اس کی کوششیں ہیں لہٰذا وہ خداوند عالم سے دعا کرے کہ اس کے گناہوں کو معاف کردے اور ان گناہوں کو اپنے اور دعا کے درمیان حائل نہ ہونے دے ۔ (فَأَسْءلُکَ بِعِزَّتِکَ اَنْ لَایَحْجُبَ عَنْکَ دُعَاءِيْ سُوْءِ عَمَلِيْ وَفِعَالِيْ وَلَا تَفْضَحْنِيْ بِخَفِي مَا اطَّلَعْتَ عَلَيْهِ مِنْ سِرِّيْ وَلَاتُعَاجِلْنِيْ بِالْعُقُوْبَةِ عَلٰى مَا عَمِلْتُهُ فِيْ خَلَوَاتِيْ مِنْ سُوْءِ فِعْلِيْ وَ اِسَاءَتِيْ وَدَوَامِ تَفْرِيْطِيْ وَجَهَالَتِيْ وَكَثْرَةِ شَهَوَاتِيْ وَ غَفْلَتِيْ) ’’ تجھے تیری عزت کا واسطہ ۔ میری دعاؤں کو میری بد اعمالیاں روکنے نہ پائیں اور میں اپنے مخفی عیوب کی بنا پر بر سر عام رسوانہ ہونے پاؤں۔ میں نے تنہائیوں میں جو غلطیاں کی ہیں ان کی سزا فی الفور نہ ملنے پائے، چاہے وہ غلطیاں بد عملی کی شکل میں ہوں یا بے ادبی کی شکل میں۔ مسلسل کوتاہی ہو یا جہالت یا کثرت خواہشات و غفلت ‘‘ اس مرحلہ کے چوتھے فقرے میں ایک بہت بڑے مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بندہ کا اپنے نقصان اور مایوسی کے وقت خدا کے علاوہ اس کا کوئی ملجاو ماْویٰ نہیں ہے : (اِلٰهِيْ مَنْ لِيْ غَيْرُكَ اَسْأَلُهُ كَشْفَ ضُرِّيْ وَالنَّظَرَ فِيْ اَمْرِيْ) ’’خدایا ۔پروردگار۔ میرے پاس تیرے علاوہ کون ہے جو میرے نقصانات کو دور کر سکے اور میرے معاملات پر توجہ فرما سکے ‘‘ اس مرحلہ کے پانچویں فقرے میں دوباتوں کا اعتراف کیا گیا ہے: ا۔گناہوں کا اعتراف ۔

٢۔اس چیز کا اعتراف کہ بندہ جب اللہ کے حدود و احکام کی مخالفت کرتاہے اور اپنی خواہشات نفسانی میں غرق ہوجاتا ہے تو وہ خدا کے سامنے کوئی حجت پیش نہیں کر سکتا ہے۔اس مرحلہ کے آخری اور چھٹے حصہ میں بندہ کا اپنے گناہوں ، معصیت ،نا امیدی شقاوت کا اعتراف کرناہے اوریہ اعلان کہ خدا سے کوئی فرار اختیار نہیں کر سکتا اور اسکے علاوہ بندہ کی کوئی پناہگاہ نہیں ہے،اور اللہ سے یہ درخواست کرناکہ وہ بندے سے اس کے برے افعال ،جرم وجرائم کا مواخذہ نہ کرے،اللہ کے سامنے گریہ و زاری اور اپنے مسکین ہونے کا اعتراف کرنے کے بعد بندہ یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ اپنے مولا کی بارگاہ میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے،اس سے نادم ہے ،انکساری کرتا ہے چونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف فرار نہیں کیا جاسکتا ہے اور وہ اپنے نقصان اور رنج و غم کے وقت اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے گڑگڑا نہیں سکتا ہے: (وَقَدْ اَتَیْتُکَ یَااِلٰهي بَعْدَ تَقْصِیْرِيْ وَاِسْرَافِي عَلٰی نَفْسِيْ مُعْتَذِرًانَادِمًا مُنْکَسِرًا مُسْتَقِیْلًا مُنِیْبًا مُقِرًّا مُذْعِنًا مُعْتَرِفًا لَا أَجِدُ مَفَرًّا مِمَّاکَانَ مِنِّيْ وَلَامَفْزَعًااَتَوَجَّهُ اِلَیْهِ فِيْ اَمْرِيْ غَیْرَ قَبُوْلِکَ عُذْرِيْ وَاِدْخَالِکَ اِیَّايَ فِيْ سَعَةِ رَحْمَتِکَ) ''اب میں ان تمام کوتاہیوں اور اپنے نفس پر تمام زیادتیوں کے بعد تیری بارگاہ میں ندامت انکساری، استغفار، انابت، اقرار، اذعان، اعتراف کے ساتھ حاضر ہو رہاہوں کہ میرے پاس ان گناہوں سے بھاگنے کے لئے کوئی جائے فرار نہیں ہے اور تیری قبولیت معذرت کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تواپنی رحمت کاملہ میں داخل کر لے''اس مقام پر یہ مرحلہ ختم ہو جاتا ہے ۔اور اس جملہ (وقد اتیتک)کے ذریعہ انسان خداوندعالم کی بارگا ہ میں دعا اور تضرع کرنے کا اعلان کرتا ہے۔یہاں سے دعا کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے اس مرحلہ میں امام علیہ السلام ان وسائل کا تذکرہ فرماتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ سے متوسل ہوا جاتا ہے اور ہمارے (مولف) نظر یہ کے مطابق وہ چار وسائل ہیں: پہلا وسیلہ: خداوندعالم کا اپنے بندوں پر فضل وکرم ورحمت اور ان سے محبت کرنا ہے: (یَامَنْ بَدَءَ خَلْقِيْ وَذِکْرِيْ وَتَرْبِیَتِيْ وَهَبْنِيْ لِاِبْتِدَاءِ کَرَمِکَ وَسَالِفِ بِرِّکَ بِيْ) ''اے میرے پیداکرنے والے ۔اے میرے تربیت دینے والے۔اے نیکی کرنے والے! اپنے سابقہ کرم اور گذشتہ احسانات کی بنا پرمجھے معاف فرمادے '' دوسرا وسیلہ: ہمارا خداوندعالم

سے محبت (لو لگا نا)کرنا اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنا ہے: (أَتُرَاكَ مُعَذِّبِيْ بِنَارِكَ بَعْدَ تَوْحِيْدِكَ وَبَعْدَ مَا انْطَوىٰ عَلَيْهِ قَلْبِيْ مِنْ مَعْرِفَتِكَ وَلَهِجَ بِهِ لِسَانِيْ مِنْ ذِكْرِكَ وَاعْتَقَدَهُ ضَمِيْرِيْ مِنْ حُبِّكَ وَبَعْدَ صِدْقِ اعْتِرَافِيْ وَدُعَاءِيْ خَاضِعاً لِرُبُوْبِيَّتِكَ) ''پروردگار! کیا یہ ممکن ہے کہ میرے عقیدۂ توحید کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب نازل کرے، یا میرے دل میں اپنے معرفت کے باوجود مجھے مورد عذاب قرار دے کہ میری زبان پر مسلسل تیرا ذکر اور میرے دل میں برابر تیری محبت جاگزیں رہی ہے۔ میں صدق دل سے تیری ربوبیت کے سامنے خاضع ہوں''

تیسرا وسیلہ: ہمارا عذاب کے تحمل کرنے میں کمزوری کا اعتراف ہے اپنی کھال کی کمزوری اور ہڈیوں کے ناتواں ہونے کا اقرار کرنا ہے: (وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفِيْ عَنْ قَلِيْلٍ مِنْ بَلاَءِ الدُّنْيَا وَعُقُوْبَاتِهَا وَمَا يَجْرِيْ فِيْهَا مِنَ الْمَكَارِهِ عَلَىٰ اَهْلِهَا عَلَىٰ اَنَّ ذٰلِكَ بَلاَ ءٌ وَمَكْرُوْهٌ قَلِيْلٌ مَكْثُهُ يَسِيْرٌ بَقَاءُهُ قَصِيْرٌ مُدَّتُهُ فَكَيْفَ احْتِمَالِيْ لِبَلاَءِ الْآخِرَةِ وَجَلِيْلِ وُقُوْعِ الْمَكَارِهِ فِيْهَا اِلٰهِيْ وَرَبِّيْ وَسَيِّدِيْ لِاَيِّ الْاُمُوْرِ اِلَيْكَ اَشْكُوْ وَلِمَا مِنْهَا اَضِجُّ وَاَبْكِيْ لِاَلِيْمِ الْعَذَابِ وَشِدَّتِهِ اَمْ لِطُوْلِ الْبَلاَءِ وَمُدَّتِهِ) ''پروردگار تو جانتا ہے کہ میں دنیا کی معمولی بلا اور ادنیٰ سی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا اور میرے لئے اس کی ناگواریاں ناقابل تحمل ہیں جب کہ یہ بلائیں قلیل اور ان کی مدت مختصر ہے۔ تو میں ان آخرت کی بلاؤں کو کس طرح برداشت کروں گا جن کی سختیاں عظیم ہیں۔ خدایا۔ پروردگارا۔ میرے سردار۔ میرے مولا! میں کس کس بات کی فریاد کروں اور کس کس کام کے لئے آہ وزاری اور گریہ وبکا کروں ،قیامت کے دردناک عذاب اور اس کی شدت کے لئے یا اس کی طویل مصیبت اور دراز مدت کے لئے''چوتھا وسیلہ: امام علیہ السلام نے اس دعا میں بیان فرمایا ہے وہ اس بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے جس نے اپنے آقا کی نافرمانی کی ہو اور وہ پھر اپنے آقا کی پناہ اور اس کی مدد چاہتا ہو جب اسکے تمام راستہ بند ہو گئے ہوں اور اس کی اپنے مولا کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہ ہو۔ اس وسیلہ کی امام علیہ السلام ان کلمات میں عکاسی فرماتے ہیں: (فَبِعِزَّتِكَ يَاسَيِّدِيْ وَمَوْلاَيَ اُقْسِمُ صَادِقاً لَئِنْ تَرَكْتَنِيْ نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اِلَيْكَ بَيْنَ اَهْلِهَا ضَجِيْجَ الْآمِلِيْنَ وَلَاَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ وَلَاَبْكِيَنَّ عَلَيْكَ بُكَاءَ الْفَاقِدِيْنَ وَلَاُنَادِيَنَّكَ اَيْنَ كُنْتَ يَاوَلِيَّ الْمُؤْمِنِيْنَ يَاغَايَةَ آمَالِ الْعَارِفِيْنَ يَاغِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَاحَبِيْبَ قُلُوْبِ الصَّادِقِيْنَ وَيَااِلٰهَ الْعَالَمِيْنَ) ''تیری عزت و

عظمت کی قسم اے آقا و مولا! اگر تو نے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا۔اور فریادیوں کی طرح نالہ و شیون کروں گا اور ''عزیز گم کردہ ''کی طرح تیری دوری پر آہ و بکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آوازدوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید،فریادیوں کا فریادرس ۔صادقین کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے''یہاں پراس دعائے شریفہ کے چاروں وسیلے پیش کرنے کے بعد دوسرا مرحلہ ختم ہوجاتا ہے ۔

جن کے ذریعہ بندہ اللہ سے دعا اور سوال کرنے کیلئے لو لگاتا ہے ۔اب ہم اس دعائے شریفہ کے تیسرے مرحلہ کو پیش کرتے ہیں ۔(امام علیہ السلام ان چاروں وسیلوں سے اللہ سے متوسل ہونے کے بعد)جس میں امام علیہ السلام اپنی حاجات و مطالب کو یکے بعد دیگرے خدا کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں یہ تمام حاجتیں ایک پست نقطہ یعنی بندہ کی حیثیت اور اس کے عمل سے شروع ہوتی ہیں اور بلند ترین نقطہ قمہ یعنی انسان کا اپنے آقا کی رحمت کے سلسلہ میں وسیع شوق پر ختم ہوتی ہیں ۔ہم پستی کے مقام پر اس طرح پڑھتے ہیں: (أن تَهَبَ لِيفِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَفِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ كُلَّ جُرْمٍ اَجْرَمْتُهُ وَكُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ وَكُلَّ قَبِيْحٍ اَسْرَرْتُهُ) ''مجھے اِسی رات میں اور اِسی وقت معاف کردے ۔میرے سارے جرائم،سارے گناہ اور ساری ظاہری اور باطنی برائیاں۔

''اور بلند نظری کے سلسلہ میں ہم اس طرح پڑھتے ہیں: (وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَحْسَنِ عَبِيْدِكَ نَصِيْباً عِنْدَكَ وَاَقْرَبِهِمْ مَنْزِلَةً مِنْكَ وَاَخَصِّهِمْ زُلْفَةً لَدَيْكَ) ''اور مجھے بہترین حصہ پانے والا ،قریب ترین منزلت رکھنے والا اور مخصوص ترین قربت کا حامل بندہ قرار دینا''اور جن حاجتوں کو امام علیہ السلام نے ان فقروں میں بیان فرمایا ہے ان کے چار گروہ ہیں ۔ا۔پہلا گروہ :خداوند عالم ہم کو بخش دے اور ہم سے ہمارے گناہوں کا مواخذہ نہ کرے ہماری برایؤں سے درگذر فرما ہمارے جرم اور جن برائیوں کا ہم نے ارتکاب کیا ان کو معاف فرما:(أن تَهَبَ لِيْ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَفِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ كُلَّ جُرْمٍ اَجْرَمْتُهُ وَكُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ وَكُلَّ قَبِيْحٍ اَسْرَرْتُهُ وَكُلَّ جَهْلٍ عَمِلْتُهُ كَتَمْتُهُ اَوْاَعْلَنْتُهُ،اَخْفَيْتُهُ اَوْ اَظْهَرْتُهُ،وَكُلَّ سَيِّئَةٍ اَمَرْتَ بِاِثْبَاتِهَاالْكِرَامَ الْكَاتِبِيْنَ الَّذِيْنَ وَكَّلْتَهُمْ بِحِفْظِ مَايَكُوْنُ مِنِّيْ وَجَعَلْتَهُمْ شُهُوْداًعَلَيَّ مَعَ جَوَارِحِيْ) ''مجھے اِسی رات میں اور اِسی وقت معاف کردے ۔میرے سارے جرائم،سارے گناہ اور ساری ظاہری اور باطنی برائیاں اور ساری

جہالتیں جن کو میں نے خفیہ طریقہ سے یا علی الاعلان چھپاکر یا ظاہر کر کے عمل کیا ہے اور میری تمام خرابیاں جنھیں تونے درج کر نے کا حکم کراماً کاتبین کو دیا ہے جن کواعمال کے محفوظ کرنے کے لئے معین کیا ہے اور میرے اعضاء و جوارح کے ساتھ ان کو میرے اعمال کا گواہ قرار دیا ہے'' دوسرے گروہ میں امام علی علیہ السلام اللہ سے رحمت نازل کرنےکیلئے عرض کرتے ہیں اور خدا سے عرض کرتے ہیں اے پروردگار وہ ہر شان،ہر رزق اور خیر جو تو نازل کرتاہے اس میں میرا حصہ قرار دے ۔

(وَاَن تُوَفِّرَ حَظِّيْ مِن کُلِّ خَیْرٍ اَنْزَلْتَهُ اَوْ بِرٍّ نَشَرْتَهُ اَوْ رِزْقٍ بَسَطْتَهُ) ''میرے پروردگار اپنی طرف سے نازل ہونے والے ہر خیر و احسان اور نشر ہونے والی ہرنیکی ،ہر وسیع رزق،ہر بخشے ہوئے گناہ،عیوب کی ہر پردہ پوشی میں سے میرا وافر حصہ قرار دے'' یہ وسیع دعا ان تمام چیزوں کو شامل ہے جو اللہ کی رحمتوں سے خارج نہیں ہو سکتی ہیں ۔اس دعاکے تیسرے گروہ میں طولانی فقرے ہیں اور اس مطلب کی عکاسی کرتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام نے اللہ سے لو لگانے کا بڑا اہتمام فرمایا ہے ۔

مولائے کائنات خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ میرے اوقات کو اپنے ذکر سے پر کردے اپنی خدمت میں لگے رہنے کی دھن لگادے ،اپنے (خدا) سے ڈرتے رہنے کی توفیق عطا کر ،اپنے سے قریب کر اور اپنے جوارمیں جگہ عطا فرما : (اَسْأَلُکَ اَن تَجْعَلَ اَوْقَاتِي مِنَ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ بِذِکْرِکَ مَعْمُوْرَةً وَبِخِدْمَتِکَ مَوْصُوْلَةً قَوِّعَلیٰ خِدْمَتِکَ جَوَارِحِيْ، وَاشْدُدْ عَلَی الْعَزِیْمَةِ جَوَانِحِيْ وَھَبْ لِیَ الْجِدَّ فِيْ خَشْیَتِکَ وَالدَّوَامَ فِيْ الْاِتِّصَالِ بِخِدْمَتِکَ حَتّیٰ اَسْرَحَ اِلَیْکَ فِيْ مَیَادِیْنِ السَّابِقِیْنَ،وَاُشْتَاقَ اِلٰی قُرْبِکَ فِيْ الْمُشْتَاقِیْنَ وَاَدْنُوَمِنْکَ دُنُوَّالْمُخْلِصِیْنَ،وَاَخَافَکَ مَخَافَتَاالْمُوْقِنِیْنَ،وَاَجْتَمِعَ فِيْ جِوَارِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ) ''میں تجھ سے سوال کرتاہوں کہ دن اوررات میں جملہ اوقات اپنی یادسے معمور کردے ۔ اپنی خدمت کی مسلسل توفیق عطا فرما ۔اپنی خدمت کے لئے میرے اعضاء و جوارح کو مضبوط کر دے اور اپنی طرف رخ کرنے کے لئے میرے ارادۂ دل کو مستحکم بنادے ۔اپنا خوف پیدا کرنے کی کوشش اور اپنی مسلسل خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرما تاکہ تیری طرف سابقین کے ساتھ آگے بڑھوں اور تیز رفتار افراد کے ساتھ قدم ملا کر چلوں ۔مشتاقین کے درمیان تیرے قرب کا مشتاق شمار ہوں اور مخلصین کی طرح تیری قربت اختیار کروں۔صاحبان یقین کی طرح تیرا خوف پیدا کروں اور

مومنین کے ساتھ تیرے جوار میں حاضری دوں'' ہمارے لئے یہ بتا نا ضروری ہے کہ پہلے اور تیسرے گروہ کے دعا کے تمام فقرے بندے کے اللہ سے لولگانے کیلئے مخصوص ہیں لیکن پہلے گروہ (قسم) میں سلبی پہلو اختیار کیا گیا ہے اس میں انسان اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہے ان سے درگذر چاہتا ہے ؛اور تیسرے گروہ (قسم) میں ایجابی (مثبت) پہلو کو مد نظر رکھا گیا ہے اس میں خدا سے اخلاص، خوف، خشیت، حب اور شوق کی بنیاد پر اللہ سے لولگانے کو کہا گیا ہے ۔

چوتھے گروہ (قسم) میں ان مطالب کو مد نظر رکھا گیا ہے جن میں امامؑ نے خداوند عالم سے ظالموں کے مکراوران کے شر سے بچنے کی در خواست کی ہے اور ان کے شر کو خود ان ہی کی طرف پلٹنا نے کو کہا ہے اور ظالموں کے ظلم اور ان کی اذیتوں سے محفوظ رہنے کی در خواست کی ہے: (اَللّٰھُمَّ وَمَن اَرَادَنِي بِسُوءٍ فَاَرِدْہُ،وَمَن کَادَنِي فَکِدْہُ) ''خدایا! جو بھی کوئی میرے لئے برائی چاہے یا میرے ساتھ کوئی چال چلے تو اسے ویسا ہی بدلہ دینا'' (وَاکْفِنِي شَرَّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ مِن اَعْدَاءِي) ''اور مجھے تمام دشمنان جن وانس کے شر سے محفوظ فرمانا'' یہ اس دعا شریف کا بہت ہی مختصر اور مفید خلاصہ ہے ۔

لہٰذا اس اجمال کی تشریح کرنا ضروری ہے ۔دعاء کمیل کے چارو سیلے اب ہم دعاء کمیل کے چارو سیلوں کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں اور یہ اس دعا شریف کی دوسری فصل ہے ۔پہلا وسیلہ خدا وند عالم نے اپنے بندے پر پہلے ہی اپنا فضل و کرم فرمادیا ہے ۔جب بندہ اپنے عمل و کوشش میں عاجز ہو جاتا ہے اور اس کے اور اللہ کے درمیان پر دے حائل ہوجاتے ہیں تو خدا کا بندے پر فضل اور اس کی رحمت خدا تک پہنچنے کے لئے بندہ کی شافع ہوتی ہے ۔خدا کا بندے پر سابق فضل اور رحمت نازل کرنا اللہ کا بندے سے محبت کرنے کی علامت ہے ۔اور اسی (حب الٰہی) کے ذریعہ بندہ خدا وند عالم کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتا ہے جب بندہ خدا کی رحمت کا مستحق نہیں ہوتا تو اللہ کی محبت اس کو اپنی رحمت اور فضل کا اہل بنا دیتی ہے اور اس کو مقام اجابت تک پہنچاتی ہے امام علیہ السلام اس وسیلہ کے بارے میں فرماتے ہیں: (یَامَن بَدَءَ خَلْقِيْ وَذِکْرِيْ وَتَرْبِیَتِيْ وَبِرِّيْ،ھَبْنِيْ لِابْتِدَاءِ کَرَمِکَ وَسَالِفِ بِرِّکَ بِيْ) ''اے میرے پیدا کرنے والے ،اے میرے تربیت دینے والے،اے نیکی کرنے والے! اپنے سابقہ کرم

اور گذشتہ احسانات کی بنا پر مجھے معاف فرمادے '' ہماری پیدائش بھی اللہ سے سوال کرنے سے پہلے نیکی کا ذکر، خلق اور تربیت کے ذریعہ ہوئی جبکہ ہم اس کے مستحق نہیں تھے ۔جب ہمارے گناہ اور ہماری برائیاں اللہ کی نیکی اور اس کی رحمت کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں تو اللہ کی محبت ہماری شفاعت کرتی ہے اور ہم کو اللہ کے روبرو اور اسکی رحمت کے مقام پر لاکر کھڑا کردیتی ہے ۔

دوسرا وسیلہ :ہماری خدا سے محبت ،اس کی ہمارے لئے کامیاب محبت کا وسیلہ ہے ۔امام علیہ السلام نے پہلے وسیلہ میں خدا کی محبت کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد خداوند عالم سے اپنی محبت کو وسیلہ قرار دیا ہے ۔اس وسیلہ کے سیاق میں ہمارا خدا کی وحدانیت کا اقرار ،اس کی بارگاہ میں خضوع و خشوع، ہماری نمازیں سجدے ،ذکر ،شہادت (گواہی)،اس کی ربوبیت کا اقرار نیز اس کی عبودیت کا اقرار کرنا یہ تمام چیزیں آتی ہیں ۔ان تمام چیزوں کا مرجع دو ہی چیزیں ہیں :ہمارا اس سے محبت کرنا اور اس کی توحید کا اقرار کرنا ہے ۔بیشک (حب)اور (توحید)دونوں ایسے سرمایہ ہیں جن کو اللہ رد نہیں کرتا ہے اور ہم کو بھی دونوں چیزوں میں ایک لحظہ کیلئے بھی کوئی شک نہیں کرنا چاہئے ۔

امام علیہ السلام اس وسیلہ سے متوسل ہونے کیلئے فرماتے ہیں: (اَتُرَاکَ مُعَذِّبِيْ بِنَارِکَ بَعْدَ تَوْحِيْدِکَ وَبَعْدَ مَاانْطَوٰی عَلَيْهِ قَلْبِيْ مِنْ مَعْرِفَتِکَ وَلَهِجَ بِهِ لِسَانِيْ مِنْ ذِکْرِکَ وَاعْتَقَدَهُ ضَمِيْرِيْ مِنْ حُبِّکَ وَبَعْدَ صِدْقِ اعْتِرَافِيْ وَدُعَاءِيْ خَاضِعاً لِرُبُوْبِيَّتِکَ) ''کیا یہ ممکن ہے کہ میرے عقیدۂ توحید کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب نازل کرے، یا میرے دل میں اپنی معرفت کے باوجود مجھے مورد عذاب قرار دے کہ میری زبان پر مسلسل تیرا ذکر اور میرے دل میں برابر تیری محبت جاگزیں رہی ہے۔ میں صدق دل سے تیری ربوبیت کے سامنے خاضع ہوں '‌یہاں پر ہم دعا کے اس فقرہ سے متعلق ایک واقعہ نقل کرتے ہیں ۔کہا جاتا ہے :جب خدا وند عالم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی حکومت و سلطنت عطا کی توآپ ایک دن اپنے گھر کے سامنے تخت پر ایک ایسے نیک وصالح بندے کے ساتھ تشریف فرما تھے جس کو اللہ نے علم اور نور عطا کیا تھا ،اسی وقت اس تخت کے پاس سے ایک نوجوان کا گذر ہوا تو اس صالح بندے نے حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیاآپ اس جوان کو پہچانتے ہیں؟آپ نے فرمایا :نہیں تو اس بندے نے عرض کیا :یہ

وہی بچہ ہے جس نے آپ کے بری وپاک ہونے کی اس وقت گواہی دی تھی جب عزیز مصر کی زوجہ نے آپ پر الزام لگایا تھا ۔ (وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ۔ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ)[1] ''اور اس پر اس کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی بھی دیدی کہ اگر ان کا دامن سامنے سے پھٹا ہے تو وہ سچی ہے اور یہ جھوٹوں میں سے ہیں اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو وہ جھوٹی ہے اور یہ سچوں میں سے ہیں'' یہ وہی شیر خوار بچہ ہے جس نے گہوارے میں آپ کی گواہی دی تھی اور یہ اب جوان ہوگیا ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو بلایا ،اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس کا بہت زیادہ احترام کیا اور وہ عبد صالح حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس متعجب ہو کر مسکراتے ہوئے حضرت یوسفؑ کے اس برتاؤ کا مشاہدہ کرتا رہا ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس نیک بندے سے فرمایا ۔کیا تم کو میرے اس جوان کے عزت وکرام کرنے پر تعجب ہو رہا ہے ؟

تو اس نے کہا :نہیں لیکن اس جوان کی آپ کے بری الذمہ ہونے کی گواہی کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہیں ہے ،خدا نے اس کو قوت گویائی عطا کی جبکہ اس کی خود اس میں کوئی فضیلت نہیں ہے ،اس کے باوجود آپ نے اس کا اتنا زیادہ اکرام کیا اس کو اتنی عزت دی ہے ۔تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی بندہ اللہ کے سامنے اتنے طولانی سجدے کرے اور وہ اس کو جہنم کی آگ میں جلادے ،یا اس بندے کے اس دل کو جلادے جو اس کی محبت سے لبریز ہے ،یا اس کی اس زبان کو جلادے جس سے اس نے خدا کو بہت زیادہ یاد کیایا اسکی وحدانیت کی گواہی دی اور اس کی وجہ سے شرک کا انکار کیا ہے ؟حضرت امام علی علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: (وَلَيْتَ شِعْرِيْ يَا سَيِّدِيْ وَاِلٰهِيْ وَمَوْلَاءِيْ اَتُسَلِّطُ النَّارَ عَلٰى وُجُوْهٍ خَرَّتْ لِعَظَمَتِكَ سَاجِدَةً وَعَلٰى اَلْسُنٍ نَطَقَتْ بِتَوْحِيْدِكَ صَادِقَةً وَبِشُكْرِكَ مَادِحَةً وَعَلٰى قُلُوْبٍ اعْتَرَفَتْ بِاِلٰهِيَّتِكَ مُحَقِّقَةً وَعَلٰى ضَمَاءِرَ حَوَتْ مِنَ الْعِلْمِ بِكَ حَتّٰى صَارَتْ خَاشِعَةً وَعَلٰى جَوَارِحَ سَعَتْ اِلٰى اَوْطَانِ تَعَبُّدِكَ طَاءِعَةً وَاَشَارَتْ بِاِسْتِغْفَارِكَ مُذْعِنَةً مَا هٰكَذَا الظَّنُّ بِكَ وَلَا اُخْبِرْنَا بِفَضْلِكَ عَنْكَ يَا كَرِيْمُ) ''میرے سردار ۔ میرے خدا میرے

[1] سورۂ یو سف آیت۲۶۔۲۷۔

مولا ! کاش میں یہ سوچ بھی سکتا کہ جو چہرے تیرے سامنے سجدہ ریز رہے ہیں ان پر بھی تو آگ کو مسلط کردے گا اور جو زبانیں صداقت کے ساتھ حرف توحید کو جاری کرتی رہی ہیں اور تیری حمد وثنا کرتی رہی ہیں یا جن دلوں کو تحقیق کے ساتھ تیری خدائی کا اقرار ہے یا جو ضمیر تیرے علم سے اس طرح معمور ہیں کہ تیرے سامنے خاضع وخاشع ہیں یا جو اعضاء و جوارح تیرے مراکز عبادت کی طرف ہنسی خوشی سبقت کرنے والے ہیں اور تیرے استغفار کو یقین کے ساتھ اختیار کرنے والے ہیں ؛ان پر بھی تو عذاب کرے گا ۔

ہرگز تیرے بارے میں ایسا خیال بھی نہیں ہے اور نہ تیرے فضل وکرم کے بارے میں ایسی کوئی اطلاع ملی ہے'' تیسرا وسیلہ عذاب برداشت کرنے کے مقابلہ میں ہمارا کمزور ہونا ، ہماری کھال کا باریک ہونا ،ہماری ہڈیوں کا کمزور ہونا ،ہم میں صبر اور قوت برداشت کے مادہ کاکم ہونا ،کمزوری، قوی متین تک پہنچنے میں ایک کامیاب وسیلہ ہے ،ہر کمزور قوی کو جذب کرنے اور اس کی عطوفت ومحبت کو اخذ کرنے کی خواہش کرتا ہے ۔بیشک کمزور میں ایک راز ہے جس کی بنا پر اسے ہمیشہ قوی کی طلب ہوتی ہے اسی طرح قوی (طاقتور)کو ہمیشہ کمزور کی تلاش رہتی ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی تلاش رہتی ہے ۔بیشک شیر خوار اپنی کمزوری کی بناء پر اپنی ماں کی محبت چاہتا ہے جس طرح مادر مہربان کو بچہ کی کمزوری اوراس کی رقت کی چاہت ہوتی ہے ۔کمزور کا اسلحہ اور وسیلہ بکا اور امید ہے امیرالمومنین علی علیہ لاسلام اس دعاء کمیل میں فرماتے ہیں: (یامَنِ اسْمُہُ دَوَاءٌ وَذِکْرُہُ شِفَاءٌ وَطَاعَتُہُ غِنیً اِرْحَمْ مَنْ رَاْسُ مَالِہِ الرَّجَاءُ وَسِلَاحُہُ الْبُکَاءُ)''اے وہ پروردگار جس کانام دوا،جس کی یاد شفا ۔اس بندہ پر رحم فرماجس کا سرمایہ فقط امیداور اس کا اسلحہ فقط گریہ ہے''بیشک فقیر کا اصل سرمایہ غنی (مالدار)سے امید رکھناہے،کمزور کا اسلحہ، قوی کے نزدیک گریہ وزاری کرناہے ،اوردنیا میں جو کمزور کے ،قوی وطاقتور سے اور طاقتور کے کمزور سے لو لگانے کے سلسلہ میں اللہ کی سنتوں کو نہیں سمجھ پائے گا وہ اس دعاء کمیل میں حضرت علی علیہ السلام کے ان موثر فقروں کو نہیں سمجھ پائیگا ۔حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام دوسری مناجات میں فرماتے ہیں: (انت القوي واناالضعیف وھل یرحم الضعیف الاالقوي)

''تو قوی ہے اور میں کمزور ہوں اور کیا طاقتور کے علاوہ کوئی کمزور پر رحم کر سکتا ہے'' امام علیہ السلام اس دعا کمیل میں بندے کی کمزوری، اس کی تدبیر کی کمی اسکے صبر و تحمل کے جلدی ختم ہوجانے، کھال کے رقیق ہونے اور اسکی ہڈیوں کے رقیق ہونے سے متوسل بہ بارگاہ خداوند قدوس ہوتے ہیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں: (یارَبِّ ارْحَمْ ضَعْفَ بَدَنِيْ وَرِقَّةَ جِلْدِيْ وَدِقَّةَ عَظْمِيْ)
''پروردگار میرے بدن کی کمزوری، میری جلد کی نرمی اور میرے استخواں کی باریکی پر رحم فرما''

ہم کو دنیا میں کانٹا چبھتا ہے، انگارے سے ہمارا ہاتھ جل جاتا ہے اور جب ہم کو دنیا میں ہلکی سی بیماری لاحق ہو جاتی ہے تو ہماری نیند اڑجاتی ہے اور ہم بے چین ہو جاتے ہیں، جبکہ اس تھوڑی سی دیر کی بیماری کو خداوندعالم نے امتحان کے لئے قرار دیا ہے تو ہم اس وقت کیا کریں گے جب ہم درد ناک عذاب کی طرف لے جائے جائیں گے اور عذاب کے فرشتوں سے کہا جائیگا: (خُذُوْہُ فَغُلُّوْہُ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْہُ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَۃٍ ذَرْعُھَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعاً فَاسْلُکُوْہُ[1]) ''اب اسے پکڑو اور گرفتار کرلو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر ستر گز کی ایک رسی میں اسے جکڑلو'' امام علیہ السلام فرماتے ہیں: (وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفِيْ عَنْ قَلِیْلٍ مِنْ بَلاءِ الدُّنْیا وَعُقُوْبَاتِھَا وَمَا یَجْرِیْ فِیْھَا مِنَ الْمَکَارِہِ عَلیٰ اَھْلِھَا عَلیٰ اَنَّ ذٰلِکَ بَلاءٌ وَمَکْرُوْہٌ قَلِیْلٌ مَکْثُہُ یَسِیْرٌ بَقَاءُہُ قَصِیْرٌ مُدَّتُہُ فَکَیْفَ احْتِمَالِیْ لِبَلاءِ الآخِرَۃِ وَجَلِیْلِ وُقُوْعِ الْمَکَارِہِ فِیْھَا وَھُوَ بَلاءٌ تَطُوْلُ مُدَّتُہُ وَیَدُوْمُ مُقَامُہُ وَلَایُخَفَّفُ عَنْ اَھْلِہِ لِاَنَّہُ لَایَکُوْنُ إلَّاعَنْ غَضَبِکَ وَانْتِقَامِکَ وَسَخَطِکَ وَھٰذَا مَالَاتَقُوْمُ لَہُ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ یَاسَیِّدِيْ فَکَیْفَ لِيْ وَاَنَا عَبْدُکَ الضَّعِیْفُ الذَّلِیْلُ الْحَقِیْرُ الْمِسْکِیْنُ الْمُسْتَکِیْنُ یَااِلٰھِيْ وَرَبِّيْ وَسَیِّدِيْ وَمَوْلَايْ) ''پروردگار اتو جانتا ہے کہ میں دنیا کی معمولی بلا اور ادنیٰ سی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا اور میرے لئے اس کی ناگواریاں ناقابل تحمل ہیں جب کہ یہ بلائیں قلیل اور ان کی مدت مختصر ہے۔ تو میں ان آخرت کی بلاؤں کو کس طرح برداشت کروں گا جن کی سختیاں عظیم، جن کی مدت طویل اور جن کا قیام دائمی ہے۔ جن میں تخفیف کا بھی کوئی امکان نہیں ہے اس لئے کہ یہ بلائیں تیرے غضب اور انتقام کا نتیجہ ہیں اور ان کی تاب زمین

[1] سورۂ الحاقۃ آیت۳۲،۳۱،۳۰۔

وآسمان نہیں لا سکتے ،تو میں ایک بندۂ ضعیف و ذلیل و حقیر و مسکین و بے چارہ کیا حیثیت رکھتا ہوں خدایا، پروردگارا، میرے سردار،میرے مولا ‘‘

چوتھا وسیلہ :امام علیہ السلام اس دعا میں بندہ کے اللہ سے مضطر ہونے کو بیان فرماتے ہیں اورانسان کیلئے اضطرار ایک کامیاب وسیلہ ہے اور اس کی حاجتیں اللہ کے علاوہ کسی اور کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی ہیں ۔ ہماری اضطرار سے مراد یہ ہے کہ انسان کی حاجتیں اللہ کے علاوہ کوئی اورپورا نہیں کر سکتا ہے اور اس کی پنا ہگاہ کے علاوہ کوئی پنا ہگاہ نہیں ہے ،انسان اللہ کے علاوہ کسی اور جگہ بھاگ کر جا ہی نہیں سکتا اللہ کے علاوہ اس کو کوئی اور پنا ہگاہ نہیں مل سکتی ہے ۔

چھوٹا بچہ بچپن میں اپنے ماں باپ کے علاوہ کسی اورکو ایسا نہیں پاتا جو اس کے کام آئے اس کا دفاع کرے اس کی حاجتیں پوری کرے اس کی ہر خواہش وچاہت پر لبیک کہے اس پر عطوفت کرے لہٰذا وہ اپنے والدین سے مانوس ہوتا ہے وہ اپنے ابھرتے بچپن میں ان دونوں سے اپنے ہر مطالبہ اور ہر ضرورت کوان کی رحمت رافت شفقت سے پاتا ہے جب بچہ کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو ان کو تکلیف ہوتی ہے جب اس کو کسی چیز کا خوف ہوتا ہے تو وہ اپنے والدین کی پناہ میں آجاتا ہے اور ان کے پاس اس کو امن وچین ،رحمت اور شفقت ملتی ہے اس کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور جس چیز سے اس کو خوف ہوتا ہے ان سے امان ملتی ہے ۔جب وہ کبھی ایسا کام انجام دیتا ہے جس میں وہ ان دونوں کے عقاب کا مستحق ہوتا ہے اور اس کو اپنی جان کا خوف ہوتا ہے تو وہ اپنے دائیں بائیں نظریں ڈالتا ہے تو اس کو کوئی پنا ہگا ہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی وہ ان دونوں سے فرار کر سکتا ہے اور ان کے علاوہ کوئی امن کی جگہ اس کو نظر نہیں آتی تو انھیں کی پنا ہگا ہ میں چلا جاتا ہے اور اپنے نفس کو ان کا مطیع وفرمانبردار کہہ کران سے فریاد کرتا ہے حالانکہ وہ دونوں اس کو مارنے اور مواخذ ہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں ۔والدین کو بھی اس طرح کے اکثر مناظر دیکھنے کوملتے ہیں اور بچہ ان کی محبت اور عطوفت کوحاصل کرلیتا ہے ۔امام علیہ السلام اس دعا ئے شریفہ میں اسی معنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ آپ ہر مسئلہ میں اللہ سے پناہ مانگتے تھے جب آپ پر کوئی سخت وقت آتا تھا،کوئی مصیبت پڑتی تھی یا کسی

مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتے تھے اور اسی سے لو لگاتے تھے لیکن پھر بھی آپ کو اپنی مصیبت کے سلسلہ میں اللہ کے علاوہ اور کوئی پناہگاہ نہیں ملتی تھی امام علیہ السلام انسان کا اسی حالت میں مشاہدہ کرتے ہیں وہ خداوند عالم کے اسی غضب کے سامنے ہے جس کی رحمت کی اسے امید ہے اور اس خداوند قدوس کی عقوبت کے سامنے ہے جس کے غضب سے وہ سلامتی چاہتا ہے ۔ بندے کی (جب وہ اپنے کو اللہ کے عذاب کا مستحق دیکھتا ہے)اللہ کے علاوہ اور کوئی پناہگاہ نہیں ہے اللہ کے علاوہ وہ کہیں فرارا ختیار نہیں کرسکتا نہ اس کو خدا کے علاوہ کسی کی حمایت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی وہ خدا کے علاوہ کسی اور سے سوال کرسکتا ہے ۔

جب عذاب کے فرشتے اس کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں تو وہ خدا کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے اس سے امن وچین طلب کرتا ہے اس سے فریاد کرتا ہے ،اپنے نفس کیلئے اس سے رحمت طلب کرتا ہے جیسے وہ بچہ کہ جب اس کے والدین اس سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے پاس ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی طرف فرار کرنے کی کوئی جگہ باقی نہیں رہ جاتی ہے اوروہ ان کے علاوہ وہ کسی کو اپنا مونس ومددگار نہیں پاتا ہے ۔

ہم امام علیہ السلام سے ان کلمات میں دقیق ورقیق و شفاف مطالب کو سنتے ہیں جن کو توحید اور دعا کی روح وجان کہا جاتا ہے :(فَبِعِزَّتِکَ یَاسَیِّدِيْ وَمَوْلاَيْ اُقْسِمُ صَادِقاً لَئِنْ تَرَکْتَنِيْ نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اِلَیْکَ بَیْنَ اَهْلِهَا ضَجِیْجَ الْآمِلِیْنَ وَلَأَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَلَأَبْکِیَنَّ عَلَیْکَ بُکَاءَ الْفَاقِدِیْنَ وَلَاُنَادِیَنَّکَ اَیْنَ کُنْتَ یَاوَلِيَّ الْمُؤْمِنِیْنَ یَاغَایَةَ آمَالِ الْعَارِفِیْنَ یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَاحَبِیْبَ قُلُوْبِ الصَّادِقِیْنَ وَ یَااِلٰهَ الْعَالَمِیْنَ) ''تیری عزت و عظمت کی قسم اے آقاو مولا!اگر تونے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گااور فریادیوں کی طرح نالہ و شیون کروں گااور ''عزیز گم کردہ ''کی طرح تیری دوری پر آہ وبکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آوازدوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست ،عارفین کا مرکز امید،فریادیوں کا فریادرس،صادقین کے دلوں کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے ''،قضیہ کی یہ پہلی وجہ ہے اور دوسری وجہ بھی پہلی وجہ کی طرح واضح وروشن ہے یعنی خداوند عالم کا اپنے بندہ سے

رابطہ ۔پہلی وجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جب مضطر ہوتا ہے تو خدا سے ہی لو لگاتا ہے اس کی رحمت اور اس کی امن کی تلاش میں رہتا ہے ۔بندہ سے خداوند عالم کے محبت کرنے کا دوسرا رخ اس وقت نظر آتا ہے جب وہ تیز بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور اُس (خدا) کی رحمت کا طلبگار ہوتا ہے خدا وند عالم سے خود اسی خدا کی طرف فرار کرتا ہے خداوند عالم کی رحمت اور فضل کو اس حال میں طلب کرتا ہے کہ وہ خداوند عالم کی عقوبت اور انتقام کے سامنے ہوتا ہے ۔کیا یہ ممکن ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ ارحم الراحمین ہونے کے باوجود بندہ کی فریاد سنتا ہو اور اس (بندہ)کو اس کی عقل کی کمی اور جہالت کی وجہ سے اس کا ٹھکانا جہنم بنا دے جبکہ وہ اس سے فریاد کرتا ہے ،اس کا نام لیکر چیختا ہے ،اپنی زبان سے اس کی توحید کا اقرار کرتا ہے ،اس سے جہنم سے نجات کا سوال کرتا ہے ،اور اسی کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے ۔

اور وہ اس کو جہنم کے عذاب میں ڈال دے اور اس کے شعلے اس کو جلا دیں ،اس کو جہنم کی آواز پریشان کرے ،اس کے طبقوں میں لوٹتا رہے، اس کے شعلے اس کو پریشان کریں جبکہ خداوند عالم جانتا ہے کہ یہ بندہ اس سے محبت کرتا ہے یہ سچ بول رہا ہے اس کی توحید کا اقرار کر رہا ہے اس سے پناہ مانگ رہا ہے اور اسی کا مضطر ہے ۔پس تم غور سے سنو: اَفَتُراکَ سُبحانَکَ یا الٰھِی وَ بِحَمدِکَ تَسمَعُ فِیھا صَوتَ عَبدٍ مُسلِمٍ سُجِنَ فِیھا بِمُخالَفَتِہِ وَذاقَ طَعمَ عَذابِھا بِمَعصِیَتِہِ وَحُبِسَ بَینَ اَطباقِھا بِجُرمِہِ وَجَرِیرَتِہِ وَھُوَیَضِجُّ اِلَیکَ ضَجِیجَ مُؤَمِّلٍ لِرَحمَتِکَ وَیُنادِیکَ بِلِسانِ اَھلِ تَوحِیدِکَ وَیَتَوَسَّلُ اِلَیکَ بِرُبُوبِیَّتِکَ یا مَولایَ فَکَیفَ یَبقیٰ فِی العَذابِ وَھُوَیَرجُو ما سَلَفَ مِن حِلمِکَ اَم کَیفَ تُؤلِمُہُ النّارُ وَھُوَیَاْمُلُ فَضلَکَ وَرَحمَتَکَ اَم کَیفَ یُحرِقُہُ لَھِیبُھا وَاَنتَ تَسمَعُ صَوتَہُ وَتَریٰ مَکانَہُ اَم کَیفَ یَشتَمِلُ عَلَیہِ زَفِیرُھا وَاَنتَ تَعلَمُ ضَعفَہُ اَم کَیفَ یَتَقَلقَلُ بَینَ اَطباقِھا وَاَنتَ تَعلَمُ صِدقَہُ اَم کَیفَ تَزجُرُہُ زَبانِیَتُھا وَھُوَیُنادِیکَ یا رَبَّہُ اَم کَیفَ یَرجُو فَضلَکَ فِی عِتقِہِ مِنھا فَتَترُکُہُ فِیھا ھَیھاتَ ما ذٰلِکَ الظَّنُّ بِکَ وَلاَ المَعرُوفُ مِن فَضلِکَ وَلاَ مُشبِہٌ لِما عامَلتَ بِہِ المُوَحِّدِینَ مِن بِرِّکَ وَاِحسانِکَ) ''اے میرے پاکیزہ صفات ،قابل حمد وثنا پروردگار کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنے بندۂ مسلمان کو اس کی مخالفت کی بنا پر جہنم میں گرفتار اور معصیت کی بنا پر عذاب کا مزہ چکھنے والااور جرم و خطا کی بنا پر جہنم کے طبقات کے درمیان کروٹیں بدلنے والا بنادے اور پھر یہ دیکھے کہ وہ امید وارِ رحمت کی طرح فریاد کناں اور اہل

توحید کی طرح پکارنے والا ،ربوبیت کے وسیلہ سے التماس کرنے والا ہے اور تو اس کی آواز نہیں سنتا ہے۔خدایا تیرے حلم و تحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا شکار ہوگا،جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو،جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہوگا،وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے ،جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہوگا اور تو اسے جہنم میں کس طرح چھوڑ دے گا جب کہ وہ تیرے فضل و کرم کا امیدوار ہوگا ،ہرگز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے،تونے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے‘‘

دعا میں خدا سے کیا مانگنا چاہئے اور کیا نہیں مانگنا چاہئے اس مقام پر دعاء کے سلسلہ میں دو اہم سوال درپیش ہیں:ا۔ہمیں دعا کرتے وقت خدا سے کن چیزوں کو مانگنا چاہئے ؟

۲۔اور دعا میں خداوندعالم سے کن چیزوں کا سوال نہیں کرنا چاہئے ؟

ا۔دعا میں خدا سے کیا مانگنا چاہئے ؟ہم پہلے سوال سے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہیں کہ دعا کرتے وقت اللہ سے کونسی چیزیں مانگنا سزوار ہے؟بیشک بندے کا اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا دعا کہلاتا ہے۔بندے کی ضرورت اور حاجت کی کوئی انتہا نہیں ہے جیسا کہ خداوندعالم کے غنی سلطان اور کرم کی کوئی انتہا نہیں ہے ۔دونوں لامتناہی چیزوں کے جمع ہونے کو دعا کہا جاتا ہے ۔ یعنی بندے کی ضرورت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور خداوندعالم کے غنی اور کریم ہونے کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کے ملک کے خزانے ختم نہیں ہوتے،اسکی سلطنت اوراس کی طاقت کی کوئی حد نہیں،اس کے جودو کرم کی کوئی انتہا نہیں،اسی طرح بندے کی

حاجت وضرورت کمزوری اور کوتاہی کی کوئی انتہا نہیں ہے ان تمام باتوں کے مد نظر ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم دعا میں خداوندعالم سے کیا طلب کریں ؟

۱۔دعا میں محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات :دعا میں سب سے اہم نقطہ خداوندعالم کی حمد وثنا کے بعد مسلمانوں کے امور کے اولیاء محمد وآل محمد پر صلوات بھیجنا ہے ۔اور اسلامی روایات میں اس صلوات پربہت زیادہ زور دیا گیا ہے جس کا سبب واضح وروشن ہے بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے دعا کو مسلمانوں اور اور ان کے اولیاء کے درمیان ایک دوسرے سے رابطہ کا وسیلہ قرار دیا ہے اور وہ ولا ومحبت کی رسی کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہیں جس کو اللہ نے مسلمانوں کیلئے معصوم قرار دیا ہے صلوات،ان نفسی رابطوں میں سے سب سے اہم سبب کا نام ہے بیشک محبت کے حلقے (کڑیاں)اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ملی ہوئی ہیں اور رسول اللہ اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت ان کی سب سے اہم کڑیاں ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اللہ کی محبت کی کڑی میں واقع ہے اہل بیت علیہم السلام کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی کڑی میں واقع ہے اس محبت کی تاکید اور تعمیق خداوند عالم کی محبت کی تاکید کا جزء ہے نیز خداوند عالم کی محبت کی تعمیق کا جزء ہے یہ معرفت کا ایسا وسیع باب ہے جس کو اس مقام پر تفصیل سے بیان نہیں کیا جا سکتا اور اس سلسلہ میں ہم کما حقہ گفتگو نہیں کر سکتے ہیں شاید خداوند عالم ہم کو کسی اور مقام پر اسلامی ثقافت اور اسلامی امت کی تکوین کے سلسلہ میں اس اہم اور حساس نقطہ کے سلسلہ میں گفتگو کی توفیق عنایت فرمائے ۔

اس مطلب پر اسلامی روایات میں بہت زور دیا گیا ہے ۔ہم اس موضوع سے متعلق بعض روایات کو ذیل میں بیان کر رہے ہیں ۔اور ان میں سب سے عظیم خدا وند عالم کا یہ فرمان ہے: (اِنَّ اللّٰہَ وَمَلاٰئِکَتَہُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَااَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْاصَلُّوْاعَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا [1]) ''بیشک اللہ اور اس کے ملائکہ رسول پر صلوات بھیجتے ہیں تو اے صاحبان ایمان تم بھی ان پر صلوات بھیجتے رہو اور

[1] سورۂ احزاب آیت۵۶۔

سلام کرتے رہو'' حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے: (الصلاة عليّ نور علی الصراط[1]) ''مجھ پر صلوات بھیجنا پل صراط کیلئے نور ہے'' یہ بھی رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی قول ہے :(ان ابخل الناس مَن ذُکرت عنده،ولم يصلّ عليّ[2]) ''سب سے بخیل انسان وہ ہے جس کے پاس میرا تذکرہ کیا جائے اور وہ مجھ پر صلوات نہ بھیجے'' عبد اللہ بن نعیم سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو میں اپنے پاس محمد وآل محمد پر صلوات بھیجنے کے علاوہ کوئی اور دعا نہیں پاتا تو آپ نے فرمایا :آگاہ ہو جاؤ اس سے افضل اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی ہے'' حضرت امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے مروی ہے :(أثقل مايُوزن في الميزان يوم القيامة الصلاة علیٰ محمد وآل محمد[3]) ''قیامت کے دن میزان میں سب سے زیادہ وزنی چیز محمد وآل محمد پر صلوات ہوگی ''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں: (اذا كان لكَ اِلیٰ اللّٰهِ سُبحانَهُ حاجة فَأبدَأ بِمَسألَةِ الصَّلاةِ علیٰ رَسُولِهِ ثُمَّ سَلْ حاجَتَكَ؛فَاِنَ اللّٰهَ اَكرَمُ مِن اَن يُسأَلَ حاجَتَينِ،فَيَقْضِیَ اِحداهُما وَيَمنَعَ الاُخریٰ[4]) ''جب تم خداوند عالم سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے محمد وآل محمد پر صلوات بھیجو اس کے بعد اس سے سوال کرو بیشک خداوند عالم سب سے زیادہ کریم ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ان میں سے ایک کو پورا کردے اور دوسری کو پورا نہ کرے'' انبیاء ومرسلین اور ان کے اوصیاء کی دعائیں اسی طرح کی دعائیں ہیں ۔

عام طور پر تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے اوصیاء پر صلوات وسلام وارد ہوتے ہیں یا اہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں میں مشخص ومعین اور نام بنام ان پر صلوات وسلام وارد ہوئے ہیں اور ان میں وارد ہونے والی ایک دعا (عمل ام داؤد)ہے جو رجب کے مہینہ میں ایام بیض کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے اور وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے ۔

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۱۴۹۔
[2] کنز العمال حدیث ۲۱۴۴ ۔
[3] بحارالانوار جلد ۷۱ ،صفحہ۳۷۴۔
[4] نہج البلاغہ حکمت ۳۶۱۔

محمد وآل محمد ﷺ پر صلوات بھیجنے کے چند نمونے صحیفۂ سجادیہ میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: ربِ صلِّ علی محمد وآل محمد، المنتجب، المصطفیٰ المکرّم، المقرّب افضل صلواتک وبارک علیہ أتمّ برکاتک، وترحّم علیہ امتع رحماتک ۔ ربِ صلِّ علی محمد وآلہ صلاۃ زاکیۃ لاتکون صلاۃ ازکیٰ منھا وصلِّ علیہ صلاۃ نامیۃ لاتکون صلاۃ انمیٰ منھا وصلِّ علیہ صلاۃ راضیۃ لاتکون صلاۃ فوقھا ربِ صلِّ علی محمد صلوۃ تُرضیہ وتزید علی رضاہ وصلِّ علیہ صلاۃ تُرضیک وتزید علی رضاک وصلِّ علیہ صلاۃ لاترضیٰ لہ الاّبھا ولاتریٰ غیرہ لھا اھلا ۔ ربِ صلِّ علیٰ محمد وآلہ صلاۃ تنتظم صلوات ملائکتک وانبیائک ورسلک واھل طاعتک) ''خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما جو منتخب پسندیدہ، محترم اور مقرب ہیں ۔ اپنی بہترین رحمت اور ان پر برکتیں نازل فرما اپنی تمام ترین برکات، اور ان پر مہربانی فرما اپنی مفید ترین مہربانی خدایا محمد وآل محمد پر وہ پاکیزہ صلوات نہ ہو اور وہ مسلسل بڑھنے والی رحمت جس سے زیادہ بڑھنے والی کوئی رحمت نہ ہو ۔ ان پر وہ پسندیدہ صلوات نازل فرما جس سے بالاتر کوئی صلوات نہ ہو ۔

خدایا محمد وآل محمد پر وہ صلوات نازل فرما جس سے انھیں راضی کر دے اور ان کی رضامندی میں اضافہ کر دے اپنے پیغمبر پر وہ صلوات نازل فرما جو تجھے راضی کر دے اور تیری رضا میں اضافہ کر دے ۔ ان پر وہ صلوات نازل فرما جس کے علاوہ ان کے لئے کسی صلوات سے تو راضی نہ ہو اور اس کا ان کے علاوہ کوئی اہل نہ سمجھتا ہو ۔ خدایا محمد وآل محمد پر وہ صلوات نازل فرما جو تیرے ملائکہ، انبیاء و مرسلین اور اطاعت گذاروں کی صلوات کو سمیٹ لے ''

۲ ۔ مومنین کیلئے دعا: خداوند عالم کی حمد وثنا اور محمد وآل محمد انبیاء اور ان کے اوصیاء پر درود و سلام بھیجنے کے بعد سب سے اہم چیز مومنین کیلئے دعا کرنا ہے یہ دعا، دعا کے اہم شعبوں میں سے ہے اس لئے کہ مومنین کے لئے دعا کرنا اس روئے زمین پر ہمیشہ پوری تاریخ میں ایک مسلمان کو پوری امت مسلمہ سے جوڑے رہی ہے جس طرح محمد وآل محمد پر صلوات خداوند عالم کی طرف سے نازل ہونے والی ولایت کی رسی کے ذریعہ جوڑے رہی ہے ۔ اس رابط کو دعا ایک طرف فرد اور امت کے درمیان جوڑتی ہے اور ان سے رابطہ قائم کرنے والے تمام افراد کے درمیان اس رابطہ کو جوڑتی ہے یہ رابطہ سب سے بہترین وافضل رابطہ ہے اس لئے کہ

اس علاقہ وتعلق سے انسان اللہ کی بارگاہ میں جاتا ہے اور یہ تعلق ولگاؤ اس کو ہمیشہ خدا سے جوڑے رہتا ہے اور وہ خدا کے علاوہ کسی اور کو نہیں پہچانتا اور یہ اللہ کی دعوت پرلبیک کہنا ہے ۔یہ دعا دو طریقہ سے ہو تی ہے :عام دعا کسی شخص کو معین اور نام لئے بغیر دعا کرنا ۔دوسرے نام بنام اور مشخص ومعین کرنے کے بعد دعا کرنا ۔اور ہم انشاء اللہ ان دونوں قسموں کے متعلق بحث کریں گے: ا۔عام مومنین کیلئے دعااس طرح کی دعا کو اللہ دوست رکھتا ہے،اس کو اسی طرح مستجاب کرتا ہے خدا وند عالم اس سے زیادہ کریم ہے کہ وہ بعض دعاکو قبول کرے اور بعض دعا کورد کردے۔دعا کا یہ طریقہ عام مومنین کیلئے ہے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور طول تاریخ میں روئے زمین پرامت مسلمہ کے ایک ہونے کی نشاندہی کرتاہے اور ہمارے تعلقات کو اس خاندان سے زیادہ مضبوط ومحکم کرتا ہے ۔

ہماری زندگی میں دعا کے دو کردار ہیں: پہلا کردار یہ ہے کہ ہم اللہ سے رابطہ قائم کرتے ہیں ۔دوسرا کردار یہ ہے کہ طول تاریخ میں روئے زمین پر ایمان لانے والی امت مسلمہ سے ہمارا رابطہ ہوتا ہے ۔دعا کے اس بلیغ طریقہ پر اسلامی روایات میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہےاور یہ وارد ہوا ہے کہ خدا وند عالم دعا کرنے والے کو اس کی بزم میں حاضر ہونے والے تمام مومنین کی تعداد کے مطابق نیک ثواب دیتا ہے ،اس دعا میں شامل ہونے والے ہر مومن کی اس وقت شفاعت ہوگی جب خدا اپنے نیک بندوں کو گناہگار بندوں کی شفاعت کرنے کی اجازت دے گا ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : (مامن مؤمن دعا للمؤمنین والمؤمنات إلّاردّاللّٰہ علیہ مثل الذي دعا لھم بہ من کلّ مؤمن ومؤمنۃ،مضی من اول الدھراو ھوآت الیٰ یوم القیامۃ۔وان العبد لیؤمر بہ الیٰ النار یوم القیامۃ فیسحب،فیقول المؤمنون والمؤمنات:یارب ھٰذا الذیکان ید عوالنا فشفعنا فیہ، فیشفّعھم اللّٰہ عزّوجلّ، فینجوا)[1] ''جو مومن بھی زندہ مردہ مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کیلئے دعا کرے گا خداوند عالم اس کیلئے ہر مومن و مومنہ کے بدلے خلقت آدم سے قیامت تک نیکی

[1] اصول کا فی ،۵۳۵،آمالی طوسی جلد ۲صفحہ ۹۵،وسا ئل الشیعہ جلد ۴،۱۱۵۱،حدیث ،۸۸۸۹۔

لکھے گا ۔بیشک قیامت کے دن ایک انسان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائیگا تو اس کو کھینچا جائیگا اس وقت مومن و مومنات کہیں گے یہ وہی شخص ہے جو ہمارے لئے دعا کرتا تھا لہٰذا ہم کو اس کے سلسلہ میں شفیع قرار دے تو خداوند عالم ان کو شفیع قرار دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شخص نجات پا جائیگا'' امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (مَن قال کلّ یوم خمسا و عشرین مرة :اللّٰھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات کتب اللّٰہ لہ بعدد کل مؤمن ومضیٰ وبعدد کل مؤمن ومؤمنة بقي الیٰ یوم القیامة حسنة ومحا عنہ سیءة ورفع لہ درجة[1]) ''جس نے ایک دن میں پچیس مرتبہ (اللّٰھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات) کہا،تو خداوند عالم ہرگز شتہ اور قیامت تک آنے والے مومن اور مومنہ کی تعداد کے مطابق اس کیلئے حسنات لکھے گا اور اس کی برائیوں کو محو کردے گا اور اس کا درجہ بلند کرے گا'' ابو الحسن حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے: (مَن دعالإخوانہ من المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات وکّل اللّٰہ بہ عن کل مؤمن ملکا یدعو لہ[2]) ''جس نے مومنین ومومنات اور مسلمین ومسلمات کیلئے دعا کی تو خداوند عالم ہر مومن پر ایک ملک کو معین فرمائے گا جو اس کیلئے دعا کرے گا''

ابو الحسن الرضا علیہ السلام سے مروی ہے: (مامن مؤمن یدعوللمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات، الأحیاء منھم والأموات،الّاکتب اللّٰہ لہ بکلّ مؤمن ومؤمنة حسنة،منذ بعث اللّٰہ آدم الیٰ ان تقوم الساعة[3]) ''جو مومن بھی زندہ مردہ مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کیلئے دعا کرے گا خداوند عالم اس کیلئے ہر مومن اور مومنہ کے بدلہ خلقت آدم سے قیامت تک ایک نیکی لکھے گا'' حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤاجداد سے اور انھوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے :(مامن مؤمن اومؤمنة،مضیٰ من اوّل الدھر،او ھوآت الیٰ یوم القیامة،الّا وھم شفعاء لمن یقول فی دعاۂ :اللّٰھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات، وان العبد لیؤمر بہ الی النار یوم القیامة،فیُسحب فیقول المؤمنین والمؤمنات: یاربّنا ھذاالذي کان یدعولنا فشفّعنافیہ فیشفعھم اللّٰہ،فینجو[4])

---

[1] ثواب الاعمال صفحہ ٨٨؛وسائل الشیعہ جلد ۴ ,١١۵١،حدیث ٨٨٩١۔
[2] وسائل الشیعہ جلد ۴ ,١١۵٢،حدیث ٨٨٩٣۔
[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ ,١١۵٢،حدیث ,٨٨٩۴۔
[4] امالی صدوق صفحہ ٢٧٣؛بحارالانوار جلد ٩٣ صفحہ ٣٨۵۔

''جو مومن مرد یا مومن عورت زمانہ کے آغاز سے گذر چکے ہیں یا قیامت تک آنے والے ہیں وہ اس شخص کی شفاعت کرنے والے ہیں جو یہ دعا کرے :خدایا مومنین و مومنات کو بخش دے اور قیامت کے دن انسان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیا جا ئیگا تو اس وقت مومنین و مومنات کہیں گے پروردگار عالم یہ ہمارے لئے دعا کیا کرتا تھا لہٰذا اس کے سلسلہ میں ہم کو شفیع قرار دے تو خدا وند عالم ان کو شفیع قرار دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شخص نجات پا جائے گا'' ابو الحسن الرضا علیہ السلام سے مروی ہے: (مامن مؤمن یدعو للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات، الاحیاء منھم والاموات،الاّ رد اللّٰہ علیہ من کُلّ مؤمن ومؤمنۃ حسنۃ،منذ بعث اللّٰہ آدم الیٰ ان تقوم الساعۃ[1]) ''جو شخص زندہ مردہ مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کیلئے دعا کرتا ہے تو خداوند عالم خداوند عالم اس کیلئے ہر مومن اور مومنہ کے بدلہ خلقت آدم سے قیامت تک ایک نیکی لکھے گا''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبا ؤاجداد سے انھوں نے حضرت رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے : (مامن عبد دعاء للمؤمنین والمؤمنات الاّردّاللّٰہ علیہ مثل الذي دعا لھم من کلّ مؤمن ومؤمنۃ،مضیٰ من اوّل الدھر،او ھوآت الیٰ یوم القیامۃ،وان العبد لیؤمر بہ الی الناریوم القیامۃ،فیسحب فیقول المؤمنین والمؤمنات:یاربّناھذاالذی کان یدعولنا فشفّعنافیہ فیشفّعھم اللّٰہ، فینجومن النار[2]) ''جو مومن مرد یا مومن عورت زمانہ کے آغاز سے گذر چکا ہے یا قیامت تک آنے والا ہے وہ اس شخص کی شفاعت کرنے والا ہے جو یہ دعا کرے :خدایا مومنین و مومنات کو بخش دے اور قیامت کے دن اس انسان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائیگا تو اس وقت مومنین و مومنات کہیں گے پروردگار عالم یہ ہمارے لئے دعا کیا کرتا تھا لہٰذا اس کے سلسلہ میں ہم کو شفیع قرار دے تو خدا وند عالم ان کو شفیع قرار دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شخص نجات پا جائے گا'' امام جعفر صادق رسول خدا سے نقل فرماتے ہیں: (اذا دعا احدکم فلیعمّ فإنّہ اوجب للدعاء[3]) ''جب دعا مانگو تو سب کیلئے دعا مانگو کیونکہ اس طرح دعا ضرور قبول ہوتی ہے'' ابو عبد اللّٰہ الصادق علیہ السلام سے مروی ہے: جب انسان کہتا ہے :(اللّھم إغفر للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات

---

[1] ثواب الاعمال صفحہ ۱۴۶،بحا رالانوارجلد ۹۳،صفحہ ۳۹۶۔
[2] ثواب الاعمال صفحہ ۱۴۷،بحا رالانوارجلد ۹۳صفحہ ۳۸۶۔
[3] ثواب الا عمال صفحہ ۱۴۷،بحار الا نوار جلد ۹۲ صفحہ ۳۸۶۔

الاحیاء منھم و جمیع الاموات ردّ اللّٰہ علیہ بعدد مامضی ومَن بقي من کلّ انسان دعوۃ[1])''پروردگار تمام زندہ مردہ مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کو بخش دے تو خداوند عالم اس کے گذشتہ اور آئندہ انسانوں کی تعداد کے برابر نیکی لکھ دیتا ہے''

عمومی دعا کے کچھ نمونے

ہم ذیل میں اہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں میں عام دعا کے سلسلہ میں کچھ نمونے پیش کرتے ہیں: (اَللّٰھُمَّ اَغْنِ کُلَّ فَقِیْرٍ اَللّٰھُمَّ اَشْبِعْ کُلَّ جَائِعٍ ،اَللّٰھُمَّ اکْسُ کُلَّ عُرْیَانٍ اَللّٰھُمَّ اقْضِ دَیْنَ مَن کُلِّ مَدِیْنٍ اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ کُلِّ مَکْرُوْبٍ اَللّٰھُمَّ رُدَّ کُلَّ غَرِیْبٍ اَللّٰھُمَّ فُکَّ کُلَّ اَسِیْرٍ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ کُلَّ فَاسِدٍ مِنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ،اَللّٰھُمَّ اشْفِ کُلَّ مَرِیْضٍ، اَللّٰھُمَّ سُدَّ فَقْرَنَا بِغِنَاکَ،اَللّٰھُمَّ غَیِّرْ سُوْءَ حَالِنَا بِحُسْنِ حَالِکَ،وَصَلِّ اللّٰہُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ الطَّاھِرِیْنَ)''خدا یا تو ہر فقیر کو غنی بنادے، خدایا تو ہر بھوکے کو سیر کردے، خدایا توہر برہنہ کو لباس پہنا،خدایا تو ہر قرضدار کا قرض ادا کر دے، خدایاہر غمگین کے غم کو دور کر،خدایاہر مسافر کو اس کے وطن پہنچا دے، خدایاہر اسیر کو آزاد کر ،خدایا مسلمانوں کے جملہ فاسد امور کی اصلاح فر ما، خدایاہر مریض کو شفا عطا کر، خدایاہمارے فقر کو اپنی مالداری سے درست کردے ،خدایاہماری بد حالی کو خوش حالی سے بدل دے، خدا یا ہمارے قرض کو ادا کر دے اور ہمارے فقر کو مالداری سے تبدیل کر دے اور محمد اور ان کی آل پاک پر صلوات بھیج''ان ہی نمونوں میں سے ہے: (اللّٰھم و تفضّل علیٰ فقراء المؤمنین والمؤمنات بالغنیٰ والثروۃ،وعلیٰ مرضی المؤمنین والمؤمنات بالشفاء والصحۃ ،وعلیٰ احیاء المؤمنین والمؤمنات باللطف والکرامۃ وعلیٰ اموات المؤمنین والمؤمنات بالمغفرۃ والرحمۃ وعلیٰ مسافر المؤمنین والمؤمنات بالردّ الیٰ اوطانھم سالمین غانمین برحمتک یاارحم الراحمین وَصَلَّ اللّٰہُ عَلیٰ سیدنا مُحَمَّدٍ خاتم النبیین وعترتہ الطَّاھِرِیْنَ)''خدایامومنین اور مومنات فقراء کو اپنے فضل سے دولت و ثروت عطا کر ،بیمار مومنین اور مومنات کو شفا و صحت عطا کر ،زندہ مومنین اور مومنات پر لطف و کرم فرما،مردہ مومنین و مومنات پر بخشش و رحمت عطا فرما ،اپنی رحمت سے مسافرمومنین و مومنات کوان کے وطن میں صحیح و سالم واپس لوٹااور ہمارے سید و سردار محمد خاتم النبیین اور ان کی آل

[1] فلاح السائل صفحہ ۴۳،بحار النوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷۔

پاک پر درود و سلام ہو''صحیفۂ سجادیہ میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: (اللّٰھم وصل علیٰ التابعین منا یومنا ھذا الیٰ یوم لدین وعلیٰ ازواجھم وعلیٰ ذرّیاتھم وعلیٰ مَن اطاعک منھم صلواۃ تعصمھم بھا من معصیتک وتفسح لھم فی ریاض جنتک وتمنعھم بھا من کید الشیطان وتعنھم بھا علیٰ ما استعانوک علیہ من برّ وتقیھم طوارق اللیل والنھار الاّ طارقا یطرق بخیر) ''خدایا ان تمام تابعین پر آج کے دن سے قیامت کے دن تک مسلسل رحمتیں نازل کرتے رہنا اور ان کی ازواج اور اولاد پر بھی بلکہ ان کے تمام اطاعت گذاروں پر بھی وہ صلوات و رحمت جس کے بعد تو انھیں اپنی معصیت سے بچالے اور ان کیلئے باغات جنت کی وسعت عطا فرما دے اور انھیں شیطان کے مکر سے بچالے اور جس نیکی پر امداد مانگیں ان کی امداد کر دے اور رات اور دن کے نازل ہونے والے حوادث سے محفوظ بنا دے ۔علاوہ اس حادثہ کے جو خیر کا پیغام لیکر آئے''

سرحدوں کے محافظوں کے حق میں دعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَحَصِّن ثُغُورَا لمُسلِمِینَ بِعِزَّتِکَ وَاَیِّدْ حُمَاتَھَا بِقُوَّتِکَ وَاَسبِغْ عَطَایَاھُمْ مِن جِدَتِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَکَثِّرْ عِدَّتَھُمْ وَاشْحَذْ اَسْلِحَتَھُمْ وَاحْرُسْ حَوْزَتَھُمْ وَامْنَعْ حَوْمَتَھُمْ وَاَلِّفْ جَمْعَھُمْ وَدَبِّرْ اَمْرَھُمْ وَوَاتِرْ بَیْنَ مِیَرِھِمْ وَتَوَحَّدْ بِکِفَایَۃِ مُؤَنِھِمْ وَاعْضُدْھُمْ بِالنَّصْرِ وَاَعِنْھُمْ بِالصَّبْرِ وَالْطُفْ لَھُمْ فِیْ الْمَکْرِ ۔(اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَعَرِّفْھُمْ مَا یَجْھَلُوْنَ وَعَلِّمْھُمْ مَالَایَعْلَمُوْنَ وَبَصِّرْھُمْ مَالَایُبْصِرُوْنَ) ''خدایا محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما اور اپنے غلبہ کے ذریعہ مسلمانوں کی سرحدوں کی محافظت فرما اور اپنی قوت کے سہارے محافظین حدود کی تائید فرما اور اپنے کرم سے ان کے عطایا کو مکمل بنا دے خدایا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجاہدوں کی تعداد میں اضافہ فرما ان کے اسلحوں کو تیز و تند بنا دے ان کے مرکزی مقامات کی حفاظت فرما ،ان کے حدود و اطراف کی حراست فرما ان کے اجتماع انس و الفت پیدا کر ان کے امور کی تدبیر فرما ان کی رسد کے وسائل کو متواتر بنا دے اور تو تن تنہا ان کی تمام ضروریات کے لئے کافی ہو جا اپنی نصرت سے ان کے بازؤوں کو قوی بنا دے اور جوہر صبر کے ذریعہ ان کی امداد فرما اور باریک تدبیروں کا علم عطا فرما ۔خدایا محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما اور مسلمانوں کو ان تمام چیزوں سے باخبر کر دے جن سے وہ ناواقف

ہیں اور وہ تمام باتیں بتا دے جنھیں نہیں جانتے ہیں اور وہ سارے مناظر دکھلا دے جنھیں آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں'' صحیفہ سجادیہ میں ایک اور مقام پرامام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: (اللّھم وایّما مسلم اھمّہ امرالاسلام واحزنہ تحزب اھل الشرک علیھم فنویٰ غزواً او ھمّ بجھاد فقعد بہ ضعف اوابطات بہ فاقۃ اواخرہ عنہ حادث او عرض لہ دون ارادتہ مانع فاکتب اسمہ فی العابدین واوجب لہ ثواب المجاھدین واجعلہ فی نظام الشھدآء والصالحین) ''خدا یااور جس مسلمان کے دل میں اسلام کا درد ہوا ور وہ اہل شرک کی گروہ بندی سے رنجیدہ ہوکرجہاد کاارادہ کرے اور مقابلہ پر آمادہ ہوجائے لیکن کمزوری اسے بٹھا دے یا فاقہ اسے روک دے یا کوئی حادثہ درمیان میں حائل ہوجائے اور اس کے ارادہ کی راہ میں کوئی مانع پیش آجائے تو اس کا نام بھی عبادت گزاروں میں لکھ دینا اور اسے بھی مجاہدین کا ثواب عطا فرمادینا اور شہداء وصالحین کی فہرست میں اس کا نام بھی درج کردینا''

دعا مجاہدین الرسالیین صحیفہ سجادیہ میں امام زین العابدین فرماتے ہیں: (اَللّٰھُمَّ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ خَلَفَ غَازِیاً اَوْمُرَابِطاً فِيْ دَارِہٖ اَوْتَعَھَّدَ خَالِفِیْہِ فِيْ غَیْبَتِہٖ اَوْاَعَانَہٗ بِطَاءِفَۃٍ مِن مَالِہٖ،وَاَمَدَّہٗ بِعِتَادٍ،اَوْ رَعیٰ لَہٗ مِن وَّرَاءِہٖ حُرْمَۃً فَاَجْرِلَہٗ مِثْلَ اُجْرِہٖ وَزْناً بِوَزْنٍ،وَمِثْلاً بِمِثْلٍ) ''اور خدایا جو مرد مسلمان کسی غازی یا سرحد کے سپاہی کے گھر کی ذمہ داری لے لے اور اس کے اہل خانہ کی حفاظت کرے یا اپنے مال سے اس کی مدد کرے یا جنگ کے آلات و ابزار سے اس کی کمک کرے یا پس غیبت اس کی حُرمت کا تحفظ کرے تو اسے بھی اسی جیسا اجر عطا کرنا تا کہ دونوں کا وزن ایک جیسا ہو'' قرآن کریم میں دعا کے تین صیغے قرآن کریم میں دعا کیلئے تین صیغے آئے ہیں: ا۔ایک انسان کا خود اپنے لئے دعا کرنا ۔

۲۔کسی دوسرے کیلئے دعا کرنا ۔

۳۔کچھ افراد کا مل جل کر تمام مومنین کیلئے دعا کرنا ۔دعا کے سلسلہ میں ہم ذیل میں ان تینوں گروہوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں تاکہ مومنین کیلئے دعا کرنے میں ہم قرآن کے اسلوب سے واقف ہو سکیں:ا۔ اپنے لئے دعا دعا کا یہ مشہور ومعرف طریقہ ہے ہم

قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی زبانی اس طرح دعا کرنے کے بہت سے نمونوں کا مشاہدہ کرتے ہیں یا خدا کے وہ اپنے بندے جن کو اللہ نے اس طرح دعا کرنے کی تعلیم دی ہے اس سلسلہ میں قرآن کریم فرماتا ہے: (رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ[1]) ''پروردگار تو نے مجھے ملک بھی عطا کیا اور خوابوں کی تعبیر کا علم بھی دیا تو زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے

اور دنیا وآخرت میں میرا والی اور سرپرست ہے مجھے دنیا سے فرمانبردار ہی اٹھانا اور صالحین سے ملحق کردینا'' (رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا[2]) ''اور یہ کہئے کہ پروردگار مجھے اچھی طرح سے آبادی میں داخل کر اور بہترین انداز سے باہر نکال اور میرے لئے ایک طاقت قرار دیدے جو میری مددگار ثابت ہو۔ (رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي[3]) '' موسیٰ نے عرض کی پروردگار میرے سینے کو کشادہ کردے اور میرا کام میرے لئے آسان کردے اور میری زبان سے لکنت کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں'' (رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ[4]) ''پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑدینا کہ تو تمام وارثوں سے بہتر وارث ہے۔ (رَبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلًا مُّبَارَكًا وَأَنتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ[5]) ''اور یہ کہنا کہ پوردگار ہم کو بابرکت منزل پر اتارنا کہ تو بہترین اتارنے والا ہے۔ (رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ[6]) ''اور کہئے کہ پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ شیاطین میرے پاس آجائیں'' (رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ وَاجْعَلْنِي

---

[1] سورۂ یوسف آیت۱۰۱۔
[2] سورۂ اسراء آیت ۸۰۔
[3] سورۂ طہ آیت۲۵۔۲۸۔
[4] سورۂ انبیاء آیت۸۹۔
[5] سورۂ مومنون آیت۲۹۔
[6] سورۂ مومنون آیت۹۷،۹۸۔

مِن وَرَثَۃِجَنَّۃِالنَّعِیمِ[1]) ''خدا یا مجھے علم و حکمت عطا فرمااور مجھے صالحین کے ساتھ ملحق کردے اور آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر قائم رکھ اور مجھے بھی نعمت کے باغ (بہشت) کے وارثوں میں قرار دے''

۲۔ دوسروں کیلئے دعا: دوسرا طریقہ جس کے سلسلہ میں قرآنی نمونے اور شواہد موجود ہیں ۔خدا فرماتا ہے : (وَقُل رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا[2]) ''پروردگار ان دونوں پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح کہ انھوں نے بچپنے میں مجھے پالا ہے''

ملة العرش کی مومنین کے لئے دعا : (رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدتَّهُمْ وَمَن صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَن تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ[3]) ''خدایا تیری رحمت اور تیرا علم ہر شے پر محیط ہے لہٰذا ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کا اتباع کیا ہے اور انھیں جہنم سے بچالے پروردگار انھیں اور انکے باپ دادا ازواج اور اولاد میں سے جو نیک اور صالح افراد ہیں انکو ہمیشہ رہنے والے باغات میں داخل فرما جن کا تونے ان سے وعدہ کیا ہے کہ بیشک تو سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے ،اور انھیں برائیوں سے محفوظ فرما کہ آج جن لوگوں کو تونے برائیوں سے بچالیا گویا انھیں پر رحم کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے''

۳۔ اجتماعی دعا

قرآن کریم کا یہ سب سے مشہور طریقہ ہے اور قرآن کریم کی اکثر دعائیں اسی طرح کی ہیں اس سلسلہ میں قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:
(اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ[4]) ''ہم سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تونے نعمتیں نازل کی ہیں ان کا راستہ نہیں جن پر غضب نازل ہوا ہے یا جو بہکے ہوئے ہیں '' (رَبَّنَا تَقَبَّلْ

---

[1] سورۂ شعراء آیت۸۳۔۸۵۔
[2] سورۂ اسراء آیت۲۴۔
[3] سورۂ غافر آیت ۷۔۹
[4] سورۂ حمد آیت ۶۔۷۔

مِنّا اِنّکَ اَنْتَ السَّمیعُ الْعَلیمُ[1]) ''اور دل میں یہ دعا تھی کہ پروردگار ہماری محنت کو قبول فرمالے کہ تو بہترین سننے والا ہے''

(رَبَّناء اٰتِنا فی الدُّنْیا حَسَنۃً وَفی الآخِرَۃِ حَسَنۃً وَقِنا عَذابَ النّارِ[2]) ''پروردگار ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہم کو عذاب جہنم سے محفوظ فرما'' (رَبَّنا أفْرِغْ عَلَیْنا صَبْراً وَثَبِّتْ أقْدامَنا وَانْصُرْنا عَلَی الْقَوْمِ الْکافِرینَ[3]) ''خدایا ہمیں بے پناہ صبر عطا فرما ہمارے قدموں کو ثبات دے اور ہمیں کافروں کے مقابلہ میں نصرت عطا فرما'' (رَبَّنا لاتُؤاخِذْنا اِنْ نَسینا اَوْ اَخْطَانا رَبَّنا وَلاَ تَحْمِلْ عَلَیْنا اِصْراً کَما حَمَلْتَہُ عَلیَ الَّذینَ مِنْ قَبْلِنا رَبَّنا وَلاَ تُحَمِّلْنا مالاطاقَۃَ لَنا بِہِ وَاعْفُ عَنّا وَاغْفِرْلَنا وَارْحَمْنا اَنْتَ مَوْلانا فَانْصُرْنا عَلیَ الْقَوْمِ الْکافِرینَ[4]) ''پروردگار ہم جو کچھ بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہوجائے اسکا ہم سے مواخذہ نہ کرنا خدایا ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈالنا جیسا پہلے والی امتوں پر ڈالاگیا ہے پروردگار ہم پر وہ بار نہ ڈالنا جس کی ہم میں طاقت نہ ہوہمیں معاف کردینا ہمیں بخش دینا ہم پر رحم کرنا تو ہمارا مولا اور مالک ہے اب کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما''

(رَبَّنا لاتُزِغْ قُلُوبَنا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنا وَھَبْ لَنا مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھّابُ[5]) '' ان کا کہنا ہے کہ پروردگار جب تونے ہمیں ہدایت دے دی ہے تو اب ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا ہونے پائے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما کہ تو بہترین عطا کرنے والا ہے'' (رَبَّنا اِنَّنا سَمِعْنا مُنادِیاً یُنادی لِلْاِیمانِ أنْ آمِنُوا بِرَبِّکُمْ فَآمَنّا رَبَّنا فَاغْفِرْلَنا ذُنُوبَنا وَکَفِّرْ عَنّا سَیِّئاتِنا وَتَوَفَّنا مَعَ الْأبْرارِ رَبَّنا وَآتِنا ما وَعَدْتَنا عَلیٰ رُسُلِکَ وَلاَ تُخْزِنا یَوْمَ الْقِیامَۃِ اِنَّکَ لاَ تُخْلِفُ الْمیعادَ[6]) ''پروردگار ہم نے اس منادی کو سنا جو ایمان کی آواز لگارہاتھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے پروردگاراب ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ محشور فرما پروردگار جو تو نے اپنے رسول سے وعدہ کیا ہے اسے عطا فرما اور روز قیامت ہمیں رسوا نہ کرنا کہ تو وعدہ کے

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۲۷
[2] سورۂ بقرہ آیت ۲۰۱
[3] سورۂ بقرہ آیت ۲۵۰۔
[4] سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶۔
[5] سورۂ آل عمران آیت ۸۔
[6] سورۂ آل عمران آیت ۱۹۳۔۱۹۴

خلاف نہیں کرتا‘‘(رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ[1])’’خدایا ہم پر صبر کی بارش فرما اور ہمیں مسلمان دنیا سے اٹھانا‘‘ (رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ[2])’’پروردگار ہم ایمان لائے ہیں لہٰذا ہمارے گناہوں کو معاف کردے اور ہم پر رحم فرما کہ تو بہترین رحم کرنے والا ہے‘‘‘ (رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا[3])’’پروردگار ہم سے عذاب جہنم کو پھیردے کہ اس کا عذاب بہت سخت اور پائیدار ہے‘‘ (رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[4])’’خدایا ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کردے اور ہمیں بخش دے کہ تو یقیناً ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

‘‘دعا کے تیسرے طریقہ کی تشریح وتفسیر دونوں قسموں میں مومنین کیلئے دعا کی گئی ہے مگر دعا کی دوسری قسم میں ایک فرد کا تمام انسانوں کیلئے دعا کرنا بیان کیا گیا ہے اور تیسری قسم میں اجتماعی اعتبار سے دعا کرنے کو بیان کیا ہے اور ہم دعا کے اسی تیسرے طریقہ کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں: ا۔ جمیع (تمام)افراد کیلئے دعا کرنا یعنی انسان صرف اپنے لئے دعا نہیں کرتا بلکہ وہ سب کیلئے دعا کرتا ہے اور کبھی کبھی تنہا انسان کی دعا اس کیلئے مفید نہیں ہوتی جیسا کہ اگر کسی امت پر بلاو مصیبت نازل ہو تو یہ فرد بھی انھیں میں شامل ہوتا ہے یہاں تک کہ دوسرے افراد جو ظلم میں کسی کے شریک نہیں ہوتے ان پر بھی بلا نازل ہو جاتی ہے: (وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً[5])’’اور اس فتنہ سے بچو جو صرف ظالمین کو پہنچنے والا نہیں ہے‘‘ ایسے موقع پر انسان کو سب کیلئے دعا اور استغفار کرنا چاہئے ۔لہٰذا جب پروردگار عالم سب سے عذاب اٹھائے گا تو اس انسان سے بھی اٹھائے گا ۔ (رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ[6]) ’’تب سب کہیں گے کہ پروردگار اس عذاب کو ہم سے دور کردے ہم ایمان لے آنے والے ہیں‘‘

[1] سورۂ اعراف آیت ۱۲۶۔
[2] سورۂ مو منون آیت۱۰۹۔
[3] سورۂ فرقان آیت۶۵۔
[4] سورۂ تحریم آیت۸۔
[5] سورۂ انفال آیت۲۵۔
[6] سورۂ دخان آیت۱۲

۲۔ کبھی کبھی دعا کرنے والا تمام مومنین کا قائم مقام بن کر دعا کرتا ہے اور جب اس طرح کی دعا کی جاتی ہے تو اکثر کلمہ ''ربنا'' استعمال کرتا ہے گویا دعا کرنے والے کا قائم مقام بن کر سب کیلئے دعا کرتا ہے اور جن کیلئے دعا کرتا ہے ان سے اپنے نفس کو الگ نہیں کرتا جس طرح دعا کی دوسری قسم میں ہے ،وہ (دعا کرنے والا) سب کا قائم مقام بن کران سب کیلئے دعا کرتا ہے، اپنے نفس کو خود انھیں لوگوں میں شامل کرتا ہے جن کیلئے وہ دعا کر رہا ہے یہی دعا بارگاہ خداوند میں قبولیت کے زیادہ نزدیک ہوتی ہے ۔ خداوند عالم یا تو سب کی دعا کو رد کردے گا یا بعض انسانوں کیلئے قبول کرے گا اور بعض انسانوں کیلئے قبول نہیں کرے گا یا سب کیلئے دعا قبول کرے گا ۔خداوند عالم سب سے زیادہ کریم ہے وہ کہاں سب کی دعاؤں کو رد کرے ۔

بعض کیلئے اس کی دعا قبول کر لینا یہ اس کی شان کریمی نہیں ہے ۔یہیں سے یہ تیسرا فرضیہ کہ خداوند عالم سب کے حق میں دعا مستجاب کرتا ہے معین ہوجاتا ہے۔دعا کی اس قسم میں انسان سب کی طرف سے اللہ تک پیغام پہنچا تاہے اللہ کو سب کی طرف سے مخاطب کر کے کہتا ہے (ربنا) سب کا قائم مقام بنتا ہے اور سب کا پیغام اللہ تک پہنچاتا ہے۔

عمدہ بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک انسان دوسروں کا نمائندہ بن کر سب کا پیغام خدا تک پہنچانے کیلئے اپنے نفس کو پیش کرتا ہے لہٰذا ہم میں سے ہر ایک لوگوں کا پیغام دعا کے ذریعہ پہنچاتاہے جس طرح پروردگار عالم اپنا پیغام لوگوں تک پہنچاتاہے اسی طرح لوگ اپنی حاجتوں کو خداوند عالم کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں۔

یہاں پر ہر انسان تمام انسانوں کا پیغام پہنچانے والا ہے اور تمام انسانوں کا قائم مقام بنتا ہے ۔یہ بڑی تعجب خیز بات ہے کہ جب ہم اس دنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں تو بازاروں اور سڑکوں میں ہم میں سے ہر ایک،ایک دوسرے کیلئے رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں اور بعض کو بعض سے جدا کرتے ہیں اور ہم میں سے ہر ایک پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق ہوتے ہیں جو نہ تو واپس کئے جا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو چھوڑا جا سکتا ہے ،انسان اپنی ذات کو ہی سب کے سامنے مثالی کردار بنا کر پیش کرتا ہے ،وہ بذات خود

دوسروں کا قائم مقام بننا چاہتا ہے،وہ دوسروں کا قائم مقام بھی اسی وقت بنتا ہے جب تک دوسرا اس کو صاف طور پر سب کے سامنے اپنا قائم مقام نہ بنائے لیکن جب ہم نماز اور دعا کرتے ہیں تو یہ سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں، ہم میں سے کوئی بھی اپنے نفس کو دوسروں سے جدا نہیں سمجھتا،گویا کہ ہم میں سے ہرایک سب کا قائم مقام بن جاتا ہےاور یہ تمثیل کا طریقہ سب سے بہترین اور عمدہ طریقہ ہے (یعنی تمام انسانوں کا تمام انسانوں کا قائم مقام بننا اور سب کی نطق بندا اور دعا میں رب العالمین کی بارگاہ میں سب کی نیابت کرنا)۔ اس سے بھی اچھی وبہتر بات یہ ہے کہ خداوندعالم سب کی طرف سے سب کی اس تمثیل نیابت اور رسالت کو قبول کرتا ہے،وہ اس کو رد نہیں کرتا اور نہ ہی انکار کرتا ہے،وہ دعا کرنے والے کو اس حالت میں سب کا قائم مقام بننے کیلئے قوت عطا کرتا ہے،جب ہم میں سے کوئی اپنی نماز میں (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ) ''ہم کو سیدھے راستہ پر گامزن رکھ''[1] کہتا ہے توگویا سب نے مل کر سب کیلئے دعا کی اور اللہ سے ہدایت طلب کی ہے ۔اور اس حالت میں دعا کی قدرو قیمت معلوم ہو جاتی ہے ۔

بیشک ہم میں سے ہر نماز میں ہرایک کی دعا سب کیلئے سب کی دعا کی طاقت رکھتی ہے۔ ایسی حالت میں دعا کرنا خداوندعالم کی بارگاہ میں رحم کی درخواست کرنا بہت بلند طاقت کا حامل ہےاس سے بھی اہم اوردلچسپ بات یہ ہے کہ ان دعاؤں میں مسلمان ہر دن اللہ سے متعدد مرتبہ یہ درخواست کرتا ہے: (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ [2]) ''ہم کو سیدھے راستہ پر گامزن رکھ''بیشک تمام افراد مل کر تمام انسانوں کے قائم مقام بنتے ہیں،ریاضی کے حساب سے یہ دعا کے عجائب وغرائب میں شمار ہوتا ہے،دعا میں سب،سب کیلئے مجسم شکل میں بن کر سب کے قائم مقام ہو جاتے ہیں،ہم دوبارہ پھر دعا کی قدر وقیمت کے سلسلہ میں غور وفکر کرتے ہیں ۔اس اعتبار سے کہ تمام مومنین کیلئے دعا کی جارہی ہے لہٰذا دعا کی بڑی اہمیت ہے یہ عام مومنین کیلئے دعا کرنا خداوند عالم کے نزدیک بڑی اہمیت بڑھا دیتا ہے ۔دعا کرنے والا شخص (ذاتی)طور پر پروردگار عالم سے دعانہیں کرتا بلکہ وہ توتمام لوگوں کی دعاؤں کو خدا کی

[1] سورۂ حمد آیت ۶۔
[2] سورۂ حمد آیت ۶۔

بارگاہ میں پیش کرتا ہے وہ سب کا قائم مقام بنتاہے اورخداوندعالم اس بندے سے اس کے سب کا قائم مقام ہونے کی نیابت قبول کرتا ہے ،وہ ان کو اللہ کی بارگاہ میں مجسم بنا کر پیش کرتا ہے اور خداوند عالم اس بندہ سے اِس تمثیل اور دو سروں کی نیابت کو قبول کرتا ہے ۔مومنین بعض افراد کے دو سرے بعض افراد سے تمثیل و تشبیہ دینے کو قبول کرتے ہیں اور یہاں پر تمثیل و تشبیہ سے مراد فرد کا اللہ کی بارگاہ میں دعویٰ پیش کرنا نہیں ہے بلکہ یہ حقیقی تشبیہ ہے جس کو پروردگار عالم قبول کرتا ہے اور جو افراد اللہ کی بارگاہ میں کسی دو سرے فرد کی نیابت کرتے ہیں یہ تمثیل و تشبیہ شرعی ہے اور خدا وند عالم کی بارگاہ میں مقبول ہے ۔ اس صورت میں دعا سب کی دعاؤں کی طاقت رکھتی ہے جب ہم میں سے کوئی شخص اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے کہتا ہے :(اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ[۱]) ''ہم کو سیدھے راستہ پر گامزن رکھ''گویا سب نے مل کر خدا سے دعا کی ،اس درجہ اور طاقت وقوت کی حامل دعا کو ہر مسلمان ہر روز نماز میں خداوندعالم سے کرتاہے اور سب کا قائم مقام بن کر سب کیلئے دعا کرتا ہے ۔ہر دن لوگ اللہ کی بارگاہ میں ہمیشہ اسی طرح گڑگڑاتے ہیں اور دسیوں مرتبہ اس سے رحم و عطوفت کی درخواست کیا کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ جس پر وردگار کو ہم روزانہ دسیوں مرتبہ پکارتے ہیں اسی نے ہم کو ہدایت کی تعلیم دی ہے اور یہ بھی سکھایا ہے کہ ہم اس سے تمام لوگوں کی ہدایت طلب کریں اسی نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ اس دعا میں سب کی نیابت کریں اور وہ ہماری نیابت کو قبول کرتا ہے ۔کیا ان تمام باتوں کے باوجود بھی خداوندعالم کا ہماری دعا کے قبول نہ کرنے کا امکان ہے؟ہرگز نہیں۔

ب۔صرف مومنین کیلئے دعا :جس طرح اسلامی روایات میں عام مومنین کیلئے دعا کرنا وارد ہوا ہے اسی طرح مخصوص مومنین کا نام لیکران کیلئے دعا کرنا وارد ہوا ہے ۔دعاکے اس رنگ میں الگ ہی نکھار ہے اوردعا کرنے والے کے نفس میں اس نکہت اور اثر کے علاوہ بھی ایک اثرہے جو عمومیت کیلئے تھا کیونکہ دعا کا یہ رنگ ان منفی اثرات کو ختم کر دیتا ہے جو کبھی دو طرفہ اور افراد کے

[۱] سورۂ فا تحہ آیت۶۔

اجتماعی تعلقات پر سایہ فگن ہو جاتے ہیں اور کبھی مومنین کی جماعتوں پر اثرانداز ہو جاتے ہیں کیونکہ جب مومن خداوند عالم سے اپنے مومن بھائیوں کا نام لیکر رحمت ومغفرت کی دعا کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو دوست رکھتا ہے اور اس کے ذریعہ وہ حسد اور نفرت وغیرہ دور ہوجاتے ہیں جن کو وہ ان کی طرف سے کبھی اپنے اندر محسوس کرتا ہے ۔اس وقت دعا کی تین حالتیں ہوتی ہیں ؟ا۔دعا کرنے والا اللہ سے لو لگا تا ہے ۔

۲۔ دعا کرنے والا روئے زمین پر بسنے والی امت مسلمہ اور طول تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے دونوں سے رابطہ رکھتا ہے ۔

۳۔وہ اپنے برادران اور رشتہ داروں سے رابطہ پیدا کرتا ہے اور یہ اس کی زندگی کا بہت ہی وسیع میدان ہے ۔اسلامی روایات میں نام لیکر دعا کرنے کو بڑی اہمیت دی گئی ہے ۔ہم ذیل میں ان عناوین کے متعلق وارد ہونے والی روایات کے نمونے بیان کر رہے ہیں:

ا۔غائب مومنین کیلئے دعا :حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے: (دعاء المرء لاخیہ بظہر الغیب یدرالرزق،و یدفع المکروہ[1]) ''انسان کے غائب مومنین کیلئے دعا کرنے سے رزق میں کشادگی ہوتی ہے اور بلائیں مشکلیں دورہوتی ہیں'' حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:(اوشک دعوۃ واسرع اجابۃ دعاء المرء لاخیہ بظہر الغیب [2]) '' انسان کی غائب شخص کیلئے کی جانے والی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے'' ابو خالد قا ط سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایاہے: (اسرع الدعاء نجحا للاجابۃ دعاء الاخ لأخیہ بظہر الغیب ۔یبدأ بالدعاء لاخیہ فیقول لہ ملک موکّل بہ:آمین ولک مثلاہ [3]) ''غائب شخص کیلئے کی جانے والی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے جب انسان اپنے غائب بھائی کیلئے دعا کرنا شروع کرتاہے تو دعا کرنے والے کا موکل فرشتہ اس کی دعا کے بعد آمین کہتا ہے اور کہتا ہے تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہوگا ''سکونی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اور آپ نے

---

[1] اصول کا فی ،۴۳۵،وسا ئل الشیعہ جلد ۱۱۴۵،۴،حدیث ،۸۸۶۷۔
[2] اصول کا فی ،۴۳۵۔
[3] اصول کا فی ،۴۳۵۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے :(لیس شیء اسرع اجابة من دعوة غائب لغائب[1]) ''غائب شخص کی غائب شخص کیلئے دعا جتنی جلدی قبول ہوتی ہے کوئی چیز اُتنی جلدی قبول نہیں ہوتی ہے'' جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام نے اپنے آباؤاجداد سے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے: (یاعلی اربعة لاترد لھم دعوة :امام عادل،والوالد لولدہ ،والرجل یدعو لاخیہ بظھر الغیب،والمظلوم ۔یقول اللہ عزوجلّ:وعزّتی وجلالی لأتصرن لک ولوبعد حین[2]) ''اے علی،چار آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہے :امام عادل ،باپ کا اپنے بیٹے کیلئے دعا کرنا ،انسان کا اپنے غائب بھائی ،اور مظلوم کیلئے دعا کرنا ،اللہ عزوجل فرماتا ہے میری عزت وجلال کی قسم میں تمھاری مدد ضرور کرو نگا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہی کیوں نہ کروں''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:(مَن دعا لمؤمن بظھر الغیب قال الملک :فلک بمثل ذلک[3]) ''جو انسان کسی غائب مومن شخص کیلئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے تمھارے لئے بھی ایسا ہی ہوگا'' حمران بن اعین سے مروی ہے: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں عرض کیا :مجھے کچھ نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا : (اوصیک بتقوی اللہ وایاک والمزاح فانہ یذھب بھیبة الرجل وماء وجھہ،وعلیک بالدعا لاخوانک بظھر الغیب؛فانہ یھیل الرزق ۔یقولھاثلاثا[4]) ''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو ،مذاق کرنے سے پرہیزکرو اس لئے کہ اس سے انسان کی ہیبت اور اس کے چہرے کی رونق ختم ہوجاتی ہے اور تم اپنے غائب بھائی کیلئے دعا کرو چونکہ اس طرح رزق میں وسعت ہوتی ہے '' آپ نے ان جملوں کوتین مرتبہ دُہرایا'' معاویہ بن عمار نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے :(الدعاء لاخیہ بظھر الغیب یسوق الیٰ الداعي الرزق،ویصرف عنہ البلاء،ویقول الملک:ولک مثل ذلک[5]) ''اپنے کسی غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کرنا رزق کی طرف دعوت دیناہے،اس سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور فرشتہ کہتا ہے :تمھارے لئے بھی ایسا ہی ہے'' ب:چالیس مومنوں کیلئے دعا اسلامی روایات میں نام بنام چالیس مومنوں کیلئے اورانھیں اپنے نفس پر مقدم کرکے دعا کرنے

---

[1] وسا ئل الشیعہ جلد ۴،۱۱۴۶،حدیث ۸۸۷۔
[2] خصال صدوق جلد ۱صفحہ ۹۲ اور فقیہ جلد ۵ صفحہ ۵۲۔
[3] امالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۹۵،بحار الانوار جلد ۹۳ ۔صفحہ ۳۸۴ ۔
[4] السر ائر صفحہ ۴۸۴ ۔بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷۔
[5] امالی طوسی ج۲ص۲۹۰،بحار الانوار ج۹۳ص۳۲۷

پر بہت زیادہ زور دیاگیا ہے ۔ علی بن ابراہیم نے اپنے پدر بزگوار سے اور انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: (مَن قدم في دعاۂ اربعین من المؤمنین،ثم دعا لنفسہ استجیب لہ[1]) ''جو انسان اپنے لئے دعا کرنے سے پہلے چالیس مومنوں کیلئے دعا کرتا ہے اسکی دعا مستجاب ہوتی ہے''عمر بن یزید سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:(مَن قدم اربعین رجلا من إخوانہ قبل أن یدعولنفسہ استجیب لہ فیھم و فی نفسہ[2]) ''جس نے اپنے لئے دعا کرنے سے پہلے اپنے چالیس بھائیوں کیلئے دعا کی تو پروردگار عالم اس کی دعا ان کے اور خود اس کے حق میں قبول کرتا ہے''

ج:دعامیں دوسروں کوترجیح دینا :ابو عبیدہ نے ثویر سے نقل کیا ہے کہ میں نے علی بن الحسین علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے: (ان الملائکۃ اذا سمعوا المؤمن یدعولأخیہ المؤمن بظہر الغیب،او یذکرہ بخیر،قالوا :نعم الأخ انت لأخیک،تدعولہ بالخیر،وھوغائب عنک وتذکرہ بخیر،قد اعطاک اللّٰہ عزّوجلّ مثلَي ماسألت لہ،واثنیٰ علیک مثلَي ما اثنیت علیہ،ولک الفضل علیہ[3]) ''جب فرشتے کسی مومن کواپنے غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کرتے ہوئے یا اسکو اچھائی سے یاد کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں:ہاں وہ تمہارا بھائی ہے تم اس کیلئے خیر کی دعا کرو ،وہ تمہارے پاس نہیں ہے تم اسکو خیر کے ساتھ یاد کرو خداوند عالم تم کو اسی کے مثل عطا کرے گا جو تم نے اس کیلئے خدا سے مانگا ہے ویسی ہی تعریف تمہاری ہے جو تعریف تم نے اس کیلئے کی ہے اور تمہارے لئے فضل ہے۔یونس بن عبدالرحمن نے عبداللّٰہ بن جندب سے نقل کیا ہے:(الداعی لاخیہ المؤمن بظہر الغیب ینادیٰ من عنان السماء:لک بکل واحدۃ ماءۃالف[4]) ''میں نے ابوالحسن موسی علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:غیر حاضر مومن کیلئے دعا کرنے والے کو عنانِ سماء سے آواز آتی ہے:تمہارے لئے ایک دعا کے عوض ایک لاکھ دعائیں ہیں'' ابن ابو عمیس نے زید نرسی سے نقل کیا ہے '':کنت مع معاویۃ بن وھب فی الموقف وھویدعو،فتفقدت دعاءہ فما رأیتہ یدعو لنفسہ بحرف،ورأیتہ یدعولرجل رجل من الآفاق و یُسمّیھم،ویُسمّي آباءھم حتیٰ افاض الناس ۔ فقلت لہ

[1] المجالس صفحہ ٢٧٣؛بحا رالانوار جلد ٣٨٤،٩٣؛وسا ئل الشیعہ جلد ١١٥٤،۴،حدیث ،٨٨٩٨۔
[2] المجالس صفحہ ٢٧٣؛الامالی صفحہ ٢٧٣؛وسا ئل الشیعہ جلد ١١٥۴،۴،حدیث ،٨٨٩٨۔
[3] اصول کا فی ،٥٣٥،بحا رالانوارجلد ٩٣صفحہ ٣٨٧،وسا ئل الشیعہ جلد ١١۴٩،۴،حدیث ،٨٨٨٢۔
[4] رجال کشی صفحہ٣٦١۔

:یاعمّ لقدرأیت عجباً! قال:وماالذي أعجبک مارأیت؟قلت:ایثارک اخوانک علی نفسک فی مثل هذاالموضع،وتفقدک رجلاّرجلاً۔فقال لي:لاتعجب من هٰذایابن اخي،فاني سمعت مولي۔وهویقول من دعالأخیه بظهرالغیب ناداه ملک من السماءالدنیا:یاعبد اللّٰه،لک مائة ألف وضعف مادعوت ''الخ[1] '' میں موقف(حج)میں معاویہ بن وہب کے ساتھ تھا وہ اپنے علاوہ سب کیلئے دعا کر رہے تھے اپنے لئے دعاکاایک بھی فقرہ نہیں کہہ رہے تھےاورآفاق میں سے ایک ایک شخص اور ان کے آباؤ اجداد کا نام لے لے کر ان کیلئے دعا کر رہے تھے یہاں تک کہ سب کوچ کر گئے ۔میں نے ان کی خدمت عرض کیا :اے چچا میں نے بڑی عجیب چیز دیکھی انھوں نے کہا : تم نے کیا عجیب چیز دیکھی؟ میں نے عرض کیا :اس طرح کے مقام پر آپ کا اپنے نفس کو چھوڑکر دوسرے برادران کے لئے دعا کرنا یہاں تک کہ ان میں سے ایک ایک کرکے سب چلے گئے۔

انھوں نے مجھ سے کہا :اے برادرزادہ اس بات سے متعجب نہ ہومیں نے اپنے مولاکو یہ فرماتے سنا ہے:۔۔۔جس نے اپنے غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کی تو آسمان کے فرشتے اس کو آواز دیتے ہیں جو کچھ تم نے اس کیلئے دعا کی ہے تمہارے لئے اس کے ایک لاکھ برابر ہے'' حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت امام حسنؑ سے نقل کیا ہے: (رأیت امي فاطمة قامت فی محرابها لیلة جمعتها،فلم تزل راکعة،ساجدة حتیّٰ اتضح عمود الصبح،وسمعتها تدعوللمؤمنین والمؤمنات،وتسمیهم وتکثرالدعاء لهم ولاتدعو لنفسهابشیٔ فقلت لها:یاأُماه:لِم لاتدعین لنفسک،کما تدعین لغیرک ؟فقالت:یابنّي،الجارثم الدار [2])''میں نے اپنی مادر گرامی کو شب جمعہ ساری رات محراب عبادت میں رکوع وسجود کرتے دیکھا یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جا تی تھی اور آپ مومنین اور مو منات کا نام لے لیکر بہت زیادہ دعائیں کیا کر تی تھیں اور اپنے لئے کوئی دعا نہیں کر تی تھیں ۔

میں نے آپ کی خدمت مبارک میں عرض کیا :اے مادر گرامی آپ اپنے لئے ایسی دعا کیوں نہیں کرتیں جیسی دوسروں کیلئے کر تی ہیں ؟تو آپ نے فرمایا :اے میرے فرزند ، پہلے ہمسایہ اور پھر گھر والے ہیں' 'ابو ناتانہ نے حضرت علی علیہ السلام سے اور انھوں

[1] عدة الداعی صفحہ ۱۲۹،بحا رالانوارجلد ۹۳صفحہ ۳۸۷،وسا ئل الشیعہ جلد ۴،۱۱۴۹حدیث ۸۸۸۵۔
[2] علل الشر ائع صفحہ ۷۱ ۔

نے اپنے پدر بزگوار سے نقل کیا ہے'' :رأیت عبد اللہ بن جندب فی الموقف فلم أر موقفاً أحسن من موقفہ،ما زال ماداً یدیہ الی السماء ودموعہ تسیل علی خدیہ حتیٰ تبلغ الارض۔فلماصدر الناس قلت لہ:یاأبا محمد،مارأیت موقفاً أحسن من موقفک !قال:واللہ ما دعوت الاّ لاخوانی،وذلک أن أباالحسن موسیٰ بن جعفرؑ أخبرنیأنّہ مَن دعالاخیہ بظہرالغیب نُودی من العرش:ولک ماءۃ ألف ضعف۔فکرھت أن أدع ماءۃ ألف ضعف مضمونۃ لواحدۃ لاأدری تستجاب أم لا "١''میں نے عبد اللہ بن حندب کو موقف حج میں دیکھا اور اس سے بہتر میں نے کسی کا موقف نہیں دیکھا آپ مسلسل اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو آپ کے رخساوں سے بہہ کر زمین پر ٹپک رہے تھے ،جب سب ہٹ گئے تو میں نے ان سے عرض کیا : اے ابو محمد ،میں نے آپ کے موقف سے بہتر کوئی موقف نہیں دیکھا !انھوں نے کہا :میں صرف اپنے بھائیوں کیلئے دعا کر رہا تھا اسی وقت ابوا لحسن موسیٰ بن جعفرؑ نے مجھکو خبر دی ہے کہ جو اپنے غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کرتا ہے تو اس کوعرش سے ندا دی جاتی ہے: تمہارے لئے اس کے ایک لاکھ برابر ہے :لہٰذا مجھ کو یہ نا گوار گذرا کہ اس ایک نیکی کی خاطر ایک لاکھ ضمانت شدہ نیکیوں کو ترک کر دوں جس کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ وہ قبول بھی ہو گی یا نہیں''

عبد اللہ بن سنان سے مروی ہے :میں عبد اللہ بن جندب کے پاس سے گزرا تو میں نے آپ کو صفا (پہاڑی کے نام)پر کھڑے دیکھا اور دوسرے ایک سن رسیدہ آدمی کو دعا میں یہ کہتے سنا : کہ خدایا فلاں فلاں کو بخش دے جن کی تعداد کو میں شمار نہ کر سکا ۔جب وہ نماز کا سلام تمام کر چکے تو میں نے ان سے عرض کیا :میں نے آپ سے بہتر کسی کا موقف نہیں دیکھا لیکن میں نے آپ میں ایک قابل اعتراض بات دیکھی ہے۔انھوں نے کہا کیا دیکھا ؟میں نے ان سے کہا :آپ اپنے بہت سے برادران کیلئے دعا کرتے ہیں لیکن میں نے آپ کواپنے لئے دعا کرتے نہیں دیکھا تو عبد اللہ بن جندب نے کہا :اے عبداللہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو یہ فرماتے سنا ہے :(مَن دعالاخیہ المؤمن بظہرالغیب نودی من عنان السماء:لک یاھذا مثل ماسألت فی اخیک ماءۃ الف ضعف فلم

[1] امالی صدوق صفحہ ٢٧٣؛بحارالانوار جلد ٩٣صفحہ٣٨٤۔

أحب أن أترک ماۂ ألف ضفع مضمونۃ بواحدۃ لاادری أتستجاب ام لا[1]) ''جس نے اپنے غیر حاضر مومن بھائی کیلئے دعا کی تو اس کو آسمان سے ندا دی جاتی ہے، جو کچھ تم نے اپنے مومن بھائی کیلئے سوال کیا ہے تمہارے لئے اس کے ایک لاکھ برابر ہے لہٰذا مجھ کو یہ ناگوار گذرا کہ اس ایک نیکی کی خاطر ایک لاکھ ضمانت شدہ نیکیوں کو ترک کردوں جس کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ وہ قبول بھی ہو گی یا نہیں''، ابن عمیر نے اپنے بعض اصحاب سے نقل کیا ہے کہ: ''کان عیسیٰ بن اعین اذاحج فصارالی الموقف اقبل علیٰ الدعاء لاخوانہ حتیٰ یفیض الناس،فقیل لہ:تنفق مالک،وتتعب بدنک،حتیٰ اذاصرت الی الموضع الذي تبث فیہ الحوائج الی اللہ اقبلت علی الدعاء لاخوانک،وتترک نفسک فقال:اني علیٰ یقین من دعاء الملک لي وشک من ا لدعاء لنفسي[2]'' ''جب عیسیٰ بن اعین حج کرتے وقت موقف پر پہنچے تو انھوں نے اپنے برادران کیلئے دعا کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سب لوگ چلے گئے۔

ان سے سوال کیا گیا :آپ نے مال خرچ کیا ، مشقتیں برداشت کیں اور آپ نے دوسرے برادران کیلئے دعائیں کیں اور اپنے لئے کوئی دعا نہیں کی تو انھوں نے کہا :مجھ کو یقین ہے کہ فرشتہ میرے لئے دعا کرتا ہے اور مجھے خود اپنے نفس کیلئے دعا کرنے میں شک ہے'' ابراہیم بن ابی البلاد (یا عبداللہ بن جندب)سے مروی ہے'': قال کنت في الموقف فلماافضت لقیت ابراھیم بن شعیب،فسلّمت علیہ،وکان مصاباً باحدیٰ عینیہ واذاعینہ الصحیحۃ حمراء کأنّھا علقۃ دم ،فقلتلہ:قد أصیبت باحدیٰ عینیک ،وانا مشفق لک علی الاخریٰ فلوقصرت عن البکاء قلیلاً قال :لاواللہ یاأبامحمد ،مادعوت لنفسي الیوم بدعوۃ ؟۔فقلت :فلمن دعوت ؟قال:دعوت لاخواني:سمعت اباعبداللہ علیہ السلام یقول:مَن دعا لاخیہ بظھرالغیب،وکّل اللہ بہ ملکاً یقول:ولک مثلاہ فاردت ان اکون انمادعو لاخواني ویکون الملک یدعولي لاني في شک من دعاءي لنفسي،ولست في شک من دعاء الملک لي[3]''جب میں موقف میں تھا تو میری ابراہیم بن شعیب سے ملاقات ہوئی میں نے ان کو سلام کیا تو ان کی ایک آنکھ پر مصیبت کے آثار نمایاں تھے اور ان کی صحیح آنکھ اتنی سرخ تھی گویا خون کا ٹکڑا ہوتو میں نے ان سے کہا :تمہاری ایک آنکھ خراب ہو گئی ہے لہٰذا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کم گریہ کریں اور

---

[1] فلاح السائل صفحہ۴۳،بحا رالانوار جلد ۹۳صفحہ ۳۹۰۔۳۹۱۔
[2] الاختصاص صفحہ ۶۸، بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۹۲ ۔
[3] الاختصاص صفحہ ۸۴، بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۹۲ ۔

دوسری آنکھ کی خیر منائیں ۔انھوں نے کہا :اے ابو محمد خدا کی قسم آج میں نے اپنی ذات کیلئے ایک بھی دعا نہیں کی ہے میں نے کہا :تو آپ نے کس کیلئے دعا کی ہے ؟انھوں نے کہا :میں نے اپنے برادران کیلئے دعا کی ہے :کیونکہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو فرماتے سنا ہے :جس نے اپنے غائب (غیر حاضر)مومن بھائی کیلئے دعا کی توخداوند عالم اس پر ایک ایسے فرشتہ کو معین فرما دیتا ہے جو یہ کہتا ہے :تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے ۔میں نے اسی مقصد وارادہ سے اپنے برادران کیلئے دعا کی ہے اور فرشتہ میرے لئے دعا کرتا ہے مجھے اس سلسلہ میں کوئی شک ہی نہیں ہے حالانکہ مجھکو اپنی ذات کیلئے دعا کرنے میں شک ہے''

۳۔والدین کیلئے دعا :والدین کے ساتھ نیکی کرنا ان کے حق میں دعاکرنا ہے اور نیز ان کے ساتھ احسان کرنے کے بہت زیادہ مصادیق ہیں۔انسان اُن کی طرف سے صدقہ دے ،ان کی طرف سے حج بجا لائے،ان کی نمازیں ادا کرے ،ان کیلئے دعا کرے وغیرہ وغیرہ ۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (مایمنع الرجل منکم ان یبرّ والدیہ حیین او میتین یصلي عنھما،ویتصدق عنھما،ویصوم عنھما ،فیکون الذي صنع لھما،ولہ مثل ذالک،فیزیدہ اللّٰہ عزَّوجلَّ ببرّہ (وصلتہ)خیراً کثیراً) ''تم میں سے ہر انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنا چاہئے چاہے وہ زندہ ہوں یا مردہ ان کی نمازیں اداکرے ،ان کی طرف سے صدقہ دے،حج بجالائے اور ان کے روزے رکھے پس جو کچھ وہ ان کیلئے کرے گا ویسا ہی اس کیلئے ہو گا اللہ عزوجل اس کی نیکیوں اور صلہ میں بہت زیادہ اضافہ کرے گا''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہی مروی ہے: کان ابی یقول: خمس دعوات لایحجبن عن الرب تبارکؑ وتعالیٰ: ۱۔دعوۃ الامام المقسط ۔

۲۔و دعوۃ المظلوم یقول اللّٰہ عزّوجلّ :لأنتقمن لک ولوبعد حین ۔

۴۔ودعوۃ الوالد الصالح لولدہ ۔

۵۔ودعوة المؤمن لاخیه بظهر الغیب،فیقول:ولک مثلاہ[1]۔ ''میرے والد بزرگوار کا فرمان ہے :پانچ دعائیں ایسی ہیں جن کے مابین اللہ سے کوئی حجاب نہیں: ا۔عادل امام کی دعا ۔

۲۔مظلوم کی دعا ،اللہ عزوجل کہتا ہے :میں تیرا انتقام ضرور لوں گا اگر چہ کچھ مدت کے بعد ہی کیوں نہ لوں۔

۳۔نیک اولاد کی اپنے والدین کیلئے دعا ۔

۴۔نیک باپ کا اپنے فرزند کیلئے دعا کرنا ۔

۵۔مومن کا اپنے غائب (غیر حاضر)بھائی کیلئے دعا کرنا ،اس سے کہا جاتا ہے :تمہارے لئے بھی اس کے مثل ہے''والدین کیلئے دعا کرنے کے سلسلہ میں صحیفہ سجادیہ میں دعا وارد ہوئی ہے: (اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ وَذُرِّیَّتِہِ وَاخْصُصْ اَبَوَيَّ بِاَفْضَلِ مَاخَصَصْتَ بِہِ آبَاءَ عِبَادِکَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاُمَّھَاتِھِمْ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ لَاتُنْسِنِيْ ذِکْرَھُمَافِيْ اَدْبَارِ صَلَوَاتِيْ کُلِّ آنٍ وَفِيْ اِنًامِنْ آنَاءِ لَیْلِيْ وَفِيْ کُلِّ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ نَھَارِيْ اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ وَاغْفِرْلِيْ بِدُعَاءِيْ لَھُمَاوَاغْفِرْلَھُمَابِبِرِّھِمَابِيْ مَغْفِرَةً حَتْماً وَارْضَ عَنْھُمَابِشَفَاعَتِيْ لَھُمَارِضیً عَزْماًوَبَلِّغْھُمَابِالْکَرَامَةِ مَوَاطِنَ السَّلَامَةِ اَللّٰھُمَّ وَاِنْ سَبَقَتْ مَغْفِرَتُکَ لَھُمَافَشَفِّعْھُمَافِيَّ وَاِنْ سَبَقَتْ مَغْفِرَتُکَ لِيْ فَشَفِّعْنِيْ فِیْھِمَاحَتّٰی نَجْتَمِعَ بِرَاٴْفَتِکَ فِيْ دَارِ کَرَامَتِکَ وَمَحَلِّ مَغْفِرَتِکَ وَرَحْمَتِکَ) ''خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میرے والدین کو وہ بہترین نعمت عطا فرما جو تونے اپنے بندگان مومنین میں کسی والدین کو بھی عطا فرمائی ہے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، خدایا !مجھے ان کی یاد سے غافل نہ ہونے دینا نہ نمازوں کے بعد اورنہ رات کے لمحات میں اور نہ دن کی ساعات میں،خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری دعائے خیر کے سبب انھیں بخش دے اور میرے ساتھ ان کی نیکیوں کے بدلہ ان کی حتمی مغفرت فرما اور میری گذارش کی بنا پر ان سے مکمل طور پر راضی ہوجا اور اپنی کرامت کی بنا پر انھیں بہترین سلامتی کی منزل تک پہنچا دے ،اور خدایا!اگر تو انھیں پہلے بخش چکا ہے

[1] وسا ئل الشیعہ جلد ۴،۱۱۵۳،حدیث ۸۸۹۵۔

تو اب انھیں میرے حق میں شفیع بنا دے اور اگر میری بخشش پہلے ہو جائے تو مجھے ان کے حق میں سفارش کا حق عطا کر دینا کہ ہم سب ایک کرامت کی منزل اور مغفرت و رحمت کے محل میں جمع ہو جائیں ''

۴۔اپنی ذات کیلئے دعا :یہ دعا کی منزلوں میں سے آخری منزل ہے پہلی منزل نہیں ہے ۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اسلام انسان سے اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں اپنے معیشتی امور میں نیز دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے کے سلسلہ میں ناچیز سمجھے اور دوسروں کو خود پر ترجیح دے جس طرح اسلام انسان سے یہی مطالبہ دعا کے سلسلہ میں بھی کرتا ہے ۔لیکن انسان کو خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرتے وقت اپنے نفس کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ ہم کو اپنی ذات کیلئے اللہ سے کیا سوال کرنا چاہئے ؟ اور ہمیں کیسے دعا کرنا چاہئے ؟

ہم اس سلسلہ میں انشاء اللہ عنقریب بحث کریں گے ۔الف۔ ہر لازم چیز کیلئے دعا !ہم کو خدا وند عالم سے اپنی ضروریات کی وہ تمام چیزیں طلب کرنی چاہئیں جو ہماری دنیا و آخرت کیلئے اہم ہیں۔ ہم کو اس سے ہر برائی اور شر سے اپنی دنیا و آخرت میں دور رہنے کا سوال کرنا چاہئے بیشک خیر کی تمام کنجیاں اور اس کے اسباب خدا وند عالم کے پاس ہیں کوئی چیز اس کے ارادے کے متحقق ہو نے میں مانع نہیں ہو سکتی ہے ،نہ ہی کوئی چیز اس کو عاجز کر سکتی ہے اور نہ ہی وہ اپنے بندوں پر خیر اور رحمت کرنے میں بخل کرتا ہے ۔جب خدا وند عالم کسی چیز کے عطا کرنے اور دعا مستجاب کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتا ہے تو یہ کتنی بری بات ہے کہ انسان اللہ سے سوال اور دعا کرنے میں بخل سے کام لے ۔

حدیث قدسی میں آیا ہے: (لوان اوّلکم وآخرکم و حیّکم و میّتکم اجتمعوا فتمنّیٰ کلّ واحد ما بلغت امنیّتہ فأعطیتہ،لم ینقص ذلک من ملکي[1]) ''اگر تمہارے پہلے اور آخری ،مردہ اور زندہ جمع ہو کر مجھ سے اپنی اپنی آرزو بیان کریں تو میں ہر ایک کی آرزو پوری کرونگا اور میری ملکیت میں کوئی کمی نہیں آئیگی'' رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے: (لوان اھل سبع سماوات وأرضین

[1] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳۔

سألوني جميعاً،واعطيت كلّ واحد منهم مسألته مانقص ذلک من ملک وکیف ینقص ملک أنا قیّمه[1]) ''اگر ساتوں زمین اور آسمان والے مل کر مجھ سے سوال کریں تو میں ہر ایک کو اس کے سوال کے مطابق عطا کرونگا اور میری ملکیت میں کوئی کمی نہیں آئیگی اور کمی آئے بھی کیسے جب میں نے ہی خود اس کو خلق کیا ہے'' رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی حدیث میں آیا ہے: (سلوا اللّٰہ واجزلوا؛فانہ لاتتعاظمہ شيء[2]) ''خداوند عالم سے مانگو اور زیادہ مانگو چونکہ اس کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں ہے'' روایت کی گئی ہے: (لاتستکثروا شیئاً ماتطلبون؛فاعند اللّٰہ اکثر) ''اپنی دعاؤں میں کسی چیز کو زیادہ مت سمجھو چونکہ خداوند عالم کے نزدیک جو کچھ بھی ہے زیادہ ہے ''اہل بیت علیہم السلام سے مروی روایات میں دعا میں ہر خیر کی طلب اور ہر برائی سے دور رہنے کیلئے خدا وند عالم سے سوال کرنا عام طور پر بیان ہوا ہے ۔

ہم ذیل میں بعض نمونے بیان کر رہے ہیں: رجب المرجب کے مہینہ میں نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا وارد ہوا ہے: (یَامَن یُعطي الکَثِیرَ بِالقَلِیلِ یَامَن یُعطِيْ مَن سَأَلَہُ یَامَن یُعطِيْ مَن لَمْ یَسْأَلْہُ وَمَن لَمْ یَعرِفْہُ تَحَنُّنَاًمِنْہُ وَرَحمَۃً اَعْطِنِيْ بِمَسْأَلَتِيْ اِیَّاکَ جَمِیْعَ خَیْرِالدُّنْیَاوَجَمِیْعَ خَیْرِ الآخِرَۃِ وَاصْرِفْ عَنِّيْ بِمَسْءَلَتِيْ اِیَّاکَ جَمِیْعَ شَرِّالدُّنْیَاوَشَرِّالآخِرَۃِفَاِنَّہُ غَیْرُ مَنْقُوْصٍ مَااَعْطَیْتَ وزدني من فَضْلِکَ یَاکَرِیْمُ) ''اے وہ خدا جو کم کے مقابلہ میں زیادہ عطا کرتا ہے،اے وہ خدا جو سوال کرنے والے اور سوال نہ کرنے والے دونوں کو عطا کرتا ہے اور جو اس کو نہ پہچانے،میرے سوال کرنے کی بنا پر مجھ کو بھی اپنی رحمت ولطف سے عطا کر،دنیا کی کل نیکی اور آخرت کی تمام نیکیاں،میرے سوال کے مطابق مجھ کوعطا کردے اوردنیا وآخرت کی تمام برائیاں مجھ سے دور فرمادے کیونکہ تیری عطا میں نقص نہیں ہے اور میرے لئے اپنے فضل کو زیادہ کر اے کریم'' !(اللّھم انّي اسألک مفاتح الخیر وخواتمہ وسوابغہ وفوائدہ وبرکاتہ ومابلغ علمہ علمي وماقصرعن احصاۂ حفظي)(یَامَن ہُوَفِيْ عُلُوِّہِ قَرِیْبٌ یَامَن ہُوَفِيْ قُرْبِہِ لَطِیْفٌ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ محمد اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ اَسْءَلُکَ لِدِیْنِيْ وَدُنْیَايَ وَآخِرَتِيْ مِنَ الْخَیْرِکُلِّہِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہِ) ''خدایا میں تجھ سے خیر کی کنجیاں،عاقبت بخیر،نعمتیں،فوائد برکات نیز جس کا علم مجھے نہیں ہوسکا ہے اور

[1] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۳۔
[2] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۲۔

جس چیز کا احاطہ کرنے سے میری یادداشت قاصر ہے سب کا سوال کرتا ہوں ''اے وہ خدا جو اپنی برتری میں قریب ہے اے وہ خدا جو اپنے قرب میں لطیف ہے درود ورحمت ہو محمد وآل محمد پر، اے خدا میں تجھ سے اپنے دین، دنیا اور آخرت میں خیر کی دعا کرتا ہوں اور تمام برائیوں سے پناہ چاہتا ہوں'' (وَاَدْخِلْنِيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ اَدْخَلْتَ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ وَاَخْرِجْنِيْ مِنْ كُلِّ اَخْرَجْتَ مِنْهُ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ) ''اے میرے مولا مجھ کو ہر اس نیکی میں داخل کردے جس میں تونے محمد وآل محمد کو داخل کیا ہے اور مجھ کو ہر اس برائی سے نکال دے جس سے تونے محمد وآل محمد کو نکال دیا ہے'' (وَاكْفِنِيْ مَا اَهَمَّنِيْ مِنْ اَمْرِ دُنْيَايَ وَآخِرَتِيْ) ''اور مجھ کو دنیا وآخرت کے ان امور سے محفوظ رکھ جو میرے لئے دشواری کا سبب ہیں'' (اَللّٰهُمَّ لَاتَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا سُقْمًا اِلَّا شَفَيْتَهُ وَلَا عَيْبًا اِلَّا سَتَرْتَهُ وَلَا رِزْقًا اِلَّا بَسَطْتَهُ وَلَا خَوْفًا اِلَّا آمَنْتَهُ وَلَا سُوْءً اِلَّا صَرَفْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا وَلِيْ فِيْهَا صَلَاحٌ اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ) ''خدایا! میرے لئے کوئی گناہ نہ چھوڑ مگر تو اس کو بخش دے اور نہ کسی غم کو مگر اس کو خوشی سے بدل دے اور نہ کسی مرض کو مگر یہ کہ تو شفا دیدے اور نہ کسی عیب کو مگر اس کو چھپا دے نہ کسی رزق کو مگر اسے زیادہ کر دے اور نہ کسی خوف کو مگر اس سے امان دیدے اور نہ کسی برائی کو مگر اسے دور کردے اور نہ کسی حاجت کو جس میں تیری رضا اور جس میں میرے لئے صلاح ہو مگر تو اس کو پورا کردے اے سب سے بڑے رحم کرنے والے''

(يَا مَنْ بِيَدِهِ مَقَادِيْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَبِيَدِهِ مَقَادِيْرُ النَّصْرِ وَالْخُذْلَانِ، وَبِيَدِهِ مَقَادِيْرُ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَبِيَدِهِ مَقَادِيْرُ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ، صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ هُوَ مِلَاكُ اَمْرِيْ وَدُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعِيْشَتِيْ، وَآخِرَتِيَ الَّتِيْ اِلَيْهَا مُنْقَلَبِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ جَمِيْعِ اُمُوْرِيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ مَكَارِهِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ) ''اے وہ ذات جس کے اختیار میں دنیا و آخرت کے اندازے ہیں کامیابی اور شکست کے اندازے ہیں مالداری اور غربت کا اختیار ہے محمد وآل محمد پر درود بھیج اور مجھے میری اس دنیا میں برکت دے جو میرے امر کا معیار ہے اور اسی دنیا میں برکت دے جس میں میری روزی ہے اور اس آخرت میں برکت دے جہاں مجھے جانا ہے میرے تمام امور میں برکت دے ۔ میں زندگی اور موت کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور دنیا وآخرت کی ناگواریوں سے

تیری پناہ مانگتا ہوں'' (أسالک بنور وجھک الذي اشرقت بہ السماوات وانکشفت بہ الظلمات وصلح علیہ امرالاولین والاخرین ان تصلي علی محمد وآل محمد وان تصلح لي شأني کلہ ولاتکلني الي نفسی طرفۃ عین ابداً) ''میں تجھ سے تیری ذات کے اس نور کے صدقہ میں سوال کرتا ہوں جس کے ذریعہ آسمان چمکے تا ریکیا ں چھٹ گئیں اور اس پر آنے والوں اور گذر جانے والوں کا معاملہ درست ہوا تو محمد وآل محمد پر درود بھیج اور یہ کہ تو میرے لئے میرے پورے معاملہ کو درست کر دے اور مجھ کو ایک لمحہ کیلئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر'' سحری سے متعلق دعا میں امام زین العا بدین علیہ السلام فر ما تے ہیں: (اَکْفِنِي اَللّٰھُمَّ کلَّہ،وَاقْضِ لِي بِا لْحُسْنیٰ،وَبارِکْ فِيْ جَمِیْعِ اُمُوْرِيْ وَاقْضِ لِيْ جَمِیْعَ حَوَاءِجِيْ اَللّٰھُمَّ یَسّرلِيْ مَااَخَافُ تَعْسِیْرُہُ فان تیسیرمااخاف تعسیرہ علیک یسیر وسھّل لي مااخاف حزونتہ ونفّس عني ماأخاف ضیقہ وکفّ عني ماأخاف غمّہ واصرف عنی ماأخاف بلیّتہ) ''اور ہما رے تمام اہم امور کے لئے کافی ہو جا اور انجام بخیر کر اور مجھ کو بر کت دے تمام امور میں اور میری تمام حا جتوں کو پورا کر خدا یا !میرے لئے آسان کر جس کی سختی سے میں ڈرتا ہوں اس کا آسان کرنا تیرے لئے بہت سہل ہے اور سہل بنا دے اس کو جس کی دشواری سے میں خوف زدہ ہوں اور جس کی تنگی سے میں خوفزدہ ہوں اس میں کشا دگی عطا کر اور جس کے غم سے خوف زدہ ہوں اس کو روک دے اور جس کی مصیبت سے میں خوف زدہ ہوں اس کو مجھ سے دور کر دے''

اور دعاء الا سحار میں آیا ہے:(وَھب لي رحمۃ واسعۃجامعۃاطلب بھاخیرالدنیاوالآخرۃ) ''اور مجھ کو وسیع اور کامل رحمت عطا کر جس سے میں دنیا و آخرت کی نیکیاں حاصل کر سکوں'' ب۔بڑی حا جتیں چھوٹی حاجتوں پر پردہ نہ ڈال دیںکبھی کبھی ہم میں سے بعض افراد اپنی چھوٹی چھوٹی حاجتوں کو خداوند عالم سے مانگنے کو عیب سمجھتے ہیں لیکن انسان کو پروردگار عالم سے مختلف چیزوں کے متعلق سوال کر نا چا ہئے چاہے حاجت کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو خدا سے سوال کر نے میں کوئی عیب نہیں سمجھنا چا ہئے ۔بندہ پروردگار عالم سے اپنی تمام حاجتوں اور کمزوریوں کوچھپاتا ہے لیکن ہماری تمام حا جتیں،ہمارانقص یہاں تک کہ جن حاجتوں کو ہم خدا کے علاوہ کسی اور کے سامنے پیش کرنے سے بھی شرمندہ ہوتے ہیں وہ ان سب سے آگا ہ ہے ۔خداوندعالم سے بڑی بڑی حاجتوں اور سوالات کر نے

سے چھوٹی چھوٹی حاجتوں پرپردہ ڈالنا سزاوار نہیں ہے ۔خداوند عالم اپنے بندے سے اس کی چھوٹی بڑی تمام حاجتوں میں اس سے رابطہ برقرار رکھنے کو پسند کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے ہمیشہ رابطہ رکھنا چاہتا ہے اور یہ جاودانہ رابطہ اس وقت تک بر قرار نہیں رہ سکتا جب تک بندہ خداوند عالم سے اپنی چھوٹی بڑی تمام حاجتوں کا سوال نہ کرے ۔رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے: (سلوا اللّٰہ عزّوجلّ مابدا لکم من حوائجکم حتّیٰ شسع النعل،فانّہ ان لم ییسرہ لم یتیسر) ''تم اپنی تمام حاجتیں یہاں تک کہ جوتے کے تسمہ کو بھی خدا سے مانگو چونکہ اگر اس کوخدا نہیں دیگا تو نہیں ملے گا'' یہ بھی رسول اسلام ﷺ سے مروی ہے: (لیسأل احدکم ربّہ حاجاتہ کلّھا،حتّیٰ یسألہ شسع نعلہ اذا انقطع [1]) ''تم میں سے ہر ایک کو خدا وند عالم سے اپنی تمام حاجتیں طلب کرنا چاہئیں یہاں تک کہ اگر تمہارے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو بھی خدا سے مانگنا چاہئے'' اور یہ بھی رسول اسلام ﷺ سے مروی ہے: (لاتعجزوا عن الدعاء فانّہ لم یھلک أحدٌ مع الدعاء،ولیسأل احدُکم ربہ حتیٰ یسألہ شسع نعلہ اذا انقطع ،واسألوا اللّٰہ من فضلہ ؛فانہ یحب ان یسأل [2]) ''تم دعا کرنے سے عاجز نہ ہونا ؛چونکہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہیں ہوا ،تم میں سے ہر ایک کو خدا وند عالم سے سوال کرنا چاہئے یہاں تک کہ اگر تمہارے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو بھی اسی سے مانگنا چاہئے ۔

اور تم اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو چونکہ خدا وند عالم اس چیز کو دوست رکھتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے'' سیف تمار سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سُنا ہے: (علیکم بالدعاء؛فانّکم لاتتقربون بمثلہ،ولاتترکوا صغیرۃ لصغرھا أن تسألوھا،فان صاحب الصغائرھوصاحب الکبائر [3]) ''تم پر دعا کرنا ضروری ہے چونکہ تم دعا کے مانند کسی اور چیز سے خدا وند عالم کے قریب نہیں ہو سکتے اور چھوٹی چیزوں کے بارے میں اس کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق سوال کرنا نہ چھوڑ دو اس لئے کہ جو چھوٹی چیزوں کا مالک ہے وہی بڑی چیزوں کا مالک ہے'' حدیث قدسی میں آیا ہے

---

[1] مکارم الاخلاق صفحہ ٣١٢،بحا رالانوارجلد ٩٣صفحہ ٢٩٥۔
[2] بحا رالانوارجلد ٩٣صفحہ ٣٠٠۔
[3] بحا رالانوارجلد ٩٣صفحہ ٢٩٣،المجالس صفحہ ١٩،وسا ئل الشیعہ جلد ٤،١٠٩٠،حدیث ٨٦٣٥،اصول کا فی ، ٦ ١ ٥

:(یاموسیٰ سلني کلّ ماتحتاج الیه،حتیٰ علف شاتک وملح عجینک[1]) ''اے موسیٰ مجھ سے ہر چیز کا سوال کرو یہاں تک کہ اپنی بکریوں کے کے چارے اور اپنے آٹے کے نمک کیلئے بھی مجھ سے سوال کرو'' دعا کے سلسلہ میں ان چیزوں پر زور دینے سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ انسان دعا کرنے کی وجہ سے عمل میں سستی کرے بلکہ اس کو چاہئے کہ وہ جو عمل انجام دے رہا ہے اس تکیہ نہ کرے اور اس عمل کے سلسلہ میں اس کی امید و آرزو خداوند عالم کی ذات سے ہو ۔دوسرے یہ کہ انسان اپنے تمام لوازمات دعا انجام دیتے وقت اپنی حاجتوں اور خدا کے درمیان رابطہ برقرار رکھے ۔مذکورہ دونوں چیزوں کا یہ تقاضا ہے کہ انسان اللہ سے اپنی تمام حاجتیں طلب کرے یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ،اپنے حیوان کیلئے چارہ اور آٹے کیلئے نمک کا بھی اسی سے سوال کرے،جیساکہ حدیث قدسی میں آیا ہے ۔ج: خداوندعالم کی بارگاہ میں بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے جہاں ہم پروردکار عالم سے ہر چیز مانگتے ہیں وہیں پر ہمیں اس سے بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے جس طرح ہمیں پروردگار عالم سے چھوٹی چھوٹی چیزیں مانگنے میں ندامت نہیں ہونی چاہئے جیسے حیوان کے لئے چارہ ،جوتے کا تسمہ اور آٹے کے لئے نمک اسی طرح ہمیں اس سے بڑی بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے چاہے وہ کتنی ہی بڑی و عظیم کیوں نہ ہو ۔

ربیعہ بن کعب سے مروی ہے: (قال لي ذات یوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم :یاربیعۃ خدمتني سبع سنین،افلا تسألني حاجۃ ؟فقلت یارسول اللہ امھلني حتیٰ افکر ۔فلمّا اصبحت ودخلت علیہ قال لي: یاربیعۃ ھات حاجتک ،فقلت:تسأل اللہ ان یدخلني معک الجنۃ،فقال لی:مَن علّمک ھذا ؟فقلت :یارسول اللہ ماعلّمني احد لکن فکرّت في نفسي وقلت:ان سألتہ مالاً کان الیٰ نفاد،وان سألتہ عمرا طویلاواولاداً کان عاقبتھم الموت۔قال ربیعۃ :فنکس رأسہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ساعۃ ثم قال:افعل ذلک،فاعنّي بکثرۃ السجود ۔قال وسمعتہ یقول:ستکون بعدي فتنۃ،فاذاکان ذلک فالتزموا علي بن ابي طالب[2]) ''مجھ سے ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے ربیعہ تم سات سال سے میری خدمت کررہے ہو کیا مجھ سے کسی چیز کا سوال نہیں کروگے ۔میں نے عرض کیا :یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مجھے غور وفکر کرنے کی مہلت دیجئے ۔جب

---

[1] عدۃ الداعی صفحہ ۹۸۔
[2] بحاالانوار جلد ۹۳۔صفحہ ۳۲۷۔

میں اگلے روز صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا :اے ربیعہ مجھ سے اپنی اجت بیان کرو ۔میں نے عرض کیا :خدا سے دعا فرماد یجئے کہ وہ مجھکو آپ کے ساتھ جنت میں داخل کرے ۔آپ نے مجھ سے فرمایا :تم کو یہ کس نے سکھایا ہے ؟میں نے عرض کیا :یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مجھے کسی نے نہیں سکھایا میں نے بذات خود غور وفکر کیا کہ اگر میں آپ سے مال کا سوال کروں تو وہ ختم ہو جایگا ،اگر میں آپ سے اپنی طولانی عمر اور اولاد کا سوال کروں تو یقیناً ایک دن موت ضرور آئیگی ۔ربیعہ کا کہنا ہے کہ آپ نے کچھ دیر توقف کرنے کے بعد فرمایا: خدا ایسا ہی کرے ،لہٰذا تم بہت زیادہ (سجدے)عبادت کیا کرو ۔ربیعہ کہتے ہیں میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سُنا ہے :عنقریب میرے بعد فتنہ بپا ہوگا اور جب ایسا ہو جائے تو تم پر علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اطاعت کرنا واجب ہے'' حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے '':کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا سئل شیئا فاذا اراد ان یفعلہ قال:نعم ۔واذا اراد ان لا یفعل سکت،وکان لا یقول لشَیءٍ لا فأتاہ اعرابي فسألہ فسکت ،ثم سألہ فسکت، ثم سألہ فسکت ۔فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔کہیءة المسترسل :ماشئت یا اعرابي؟فقلنا :الآن یسأل الجنة،فقال الاعرابی:أسألک ناقة ورحلھا وزاداً ۔قال:لک ذلک،ثم قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:کم بین مسألة الاعرابي وعجوز بنی اسرائیل؟ثم قال:ان موسیٰ لمّا أمرأن یقطع البحر فأنتھیٰ الیہ وضربت وجوہ الدواب رجعت،فقال موسیٰ:یارب مالي؟ قال:یاموسیٰ انک عند قبر یوسف فأحمل عظامہ،وقد استویٰ القبر بالارض،فسأل موسیٰ قومہ:ھل یدري احد منکم این ھو؟قالوا : عجوز لعلّھا تعلم،فقال لھا :ھل تعلمین؟قالت:نعم،قال:فدلینا علیہ ،قالت:لاواللہ حتّیٰ تعطیني ماأسئلک،قال:ذلک لک،قالت:فإني أسألک أن أکون معک في الدرجة التي تکون في الجنة،قال: سلي الجنة۔قالت:لاواللہ الّا أن أکون معک،فجعل موسیٰ یراود فأوحیٰ اللہ الیہ:أن أعطھا ذلک:فإنّھا لاتنقصک،فأعطاھا ودلّتہ علی القبر"[۱]'' جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جاتا تھا تواگر آپ کا ارادہ اس فعل کے انجام کے متعلق ہوتا تھا تو آپ فرماتے تھے :ہاں اور اگر آپ کا ارادہ اس کے انجام نہ دینے کا ہوتا تھا تو آپ ساکت رہتے تھے ۔اور آپ کسی بھی چیز کے سلسلہ میں ''نہیں'' نہیں فرماتے تھے ،ایک اعرابی

[۱] بحا الا نوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۷۔

نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کیا تو آپ خاموش رہے ،اس نے پھر سوال کیا تو آپ پھر خاموش رہے، پھر اس نے سوال کیا ،آپ پھر خاموش رہے،توآپ نے فرمایا : اے اعرابی تو کیا چاہتا ہے ؟ہم لوگوں نے کہا کہ اب یہ جنت کے سلسلہ میں سوال کرے گا ۔ اعرابی نے کہا :میں آپ سے ناقہ، سواری اور زادراہ چاہتا ہوں ۔آپ نے فرمایا :ہاں تجھ کو عطا کیا جائیگا ،پھر آپ نے فرمایا :اس اعرابی اور اس بنی اسرائیل کی بڑھیا کے درمیان کتنا فرق ہے ؟ پھر فرمایا :جب موسیٰ کو دریا پار کرنے کا حکم ملا اور آپ دریا کے کنارے پہونچ گئے تو موسیٰ نے جانوروں کو آگے بڑھانا چاہا لیکن جانور واپس آگئے ۔جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پالنے والے میرے لئے کیا فرمان ہے ؟فرمایا :اے موسیٰ تم حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے پاس ہواو ران کی ہڈیوں کو اٹھا لو جبکہ قبر زمین کے برابر ہو چکی تھی ۔جناب موسیٰ نے اپنی قوم سے سوال کیا :کیاتم میں سے کوئی جانتا ہے ؟قوم نے کہا :ایک بڑھیا ہے شاید وہ جانتی ہے ؟بڑھیا سے سوال کیا :کیا تم جانتی ہو؟

اس نے جواب دیا :ہاں آپ نے فرمایا :تو ہمیں بتاؤ کہاں ہے ؟بڑھیا نے کہا :خدا کی قسم میں اس وقت تک قبر کا پتہ نہیں بتاؤنگی جب تک آپ میرے سوال کا جواب نہیں دیں گے ۔آپ نے فرمایا :جو تم مانگو گی وہی دیا جائیگا ،اس نے کہا :میں جنت میں آپ کے ساتھ اسی درجہ میں رہوں جس میں آپ رہیں گے ۔آپ نے فرمایا :ہاں تم جنت میں رہوگی اس نے کہا :نہیں خدا کی قسم میں جب تک آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا :تم جنت کا سوال کرو ۔تو بڑھیا نے کہا :میں اس سے کم پر راضی نہیں ہوں ۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کچھ پس و پیش کرنے لگے تو اللہ نے آپ پر وحی نازل فرمائی :اگر آپ اس کو عطا کردیں گے تو جنت میں کمی نہیں آئیگی تو آپ نے اس کو عطا کردی اور اس نے قبر کا نشان بتایا ‘‘

د ۔دعا کرکے سب کچھ تدبیر الٰہی کے حوالہ کردینا :دعا میں خداوندعالم سے یہ طلب کرنا کہ وہ اپنی تدبیر کے ذریعہ ہم کو اپنی تدبیر سے بے نیاز کردے اور اپنی رحمت و حکمت کو ہمارے امر کا ولی بنا دے اور ہمارے نفسوں پر کسی چیز کو موکول نہ کرے ،دعاء عرفہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں: (اَغْنِنِي بِتَدْبِيرِکَ لِيْ عَنْ تَدْبِيرِيْ،وَبِاِخْتِيَارِکَ عَنْ اِخْتِيَارِيْ’’ (میرے خدا مجھ کو اپنی تدبیر

کے ذریعہ میری تدبیر سے بے نیاز کر اور اپنے اختیار کے مقابلہ میں میرے اختیار سے بے نیاز کر'' اور منا جات شعبانیہ میں آیاہے : (وتَوَلَّ مِن اَمْرِيْ مٰااَنْتَ اَهْلُہٗ) ''خدایا !جس چیز کا تو اہل ہے میرے امر میں سے اس کا تو ذمہ دار ہوگا '' یہ بھی وارد ہوا ہے :(حَسْبِيْ عَن سُؤَالِيْ عِلْمُہ بِحَالِيْ) ''میرے سوال کرنے سے اس کا میرے حال سے واقف ہونا ہی کافی ہے''،مروی ہے :جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا :کیا آپ کی کوئی حاجت ہے ؟آپ نے فرمایا : ہاں میری حاجت تو ہے لیکن تجھ سے نہیں، (حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ)اس کے بعد میکائل نے عرض کیا :اگر آپ کا ارادہ آگ کو بجھانے کا ہے تو میں آگ کو بجھا دوں گا چونکہ بارش اور پانی کا خزانہ میرے اختیار میں ہے۔

آپ نے فرمایا :میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے ۔اس کے بعد ہوا کے فرشتہ نے آکر عرض کیا :اگر آپ چاہیں تو میں آگ کو اڑادوں آپ نے فرمایا :میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے ۔جبرئیل نے کہا :تو پھر اللہ سے اپنی حاجت طلب کیجئے آپ نے فرمایا :خداوندعالم کو میرے حالات کا علم ہے [2]'' اس کا مطلب دعا سے منع کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب بندہ کا تدبیر میں اپنے امر کو اللہ کے حوالہ کر دینا ہے ۔اس کو ہر امر میں اللہ کی طرف تفویض سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سختیوں اور بلاؤں میں اللہ کی تقدیر ،قضا ،حکمت اور تدبیر پر اعتماد رکھنا ہے ۔

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں: (اِلٰهِيْ اِنَّ اِخْتِلَافَ تَدْبِيْرِکَ وَ سُرْعَةَ طَوَاءِ مَقَادِيْرِکَ مَنَعَا عِبَادَکَ الْعَارِفِيْنَ بِکَ عَنِ السُّکُوْنِ اِلیٰ عَطَاءٍ وَالْيَأْسِ مِنْکَ فِيْ بَلَاءٍ) ''میرے معبود! بیشک تیری تدبیر کی تبدیلی اور تیرے مقدارات کے سریع تغیرات نے تیرے عارف بندوں کوپر سکون عطا اور مصیبت میں نا امید ہونے سے روک دیا ہے'' امام علیہ السلام فرماتے ہیں بیشک تیرے عارف بندے کسی عطا پر راضی نہیں ہوتے وہ عطا چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اور کسی مصیبت میں تجھ سے مایوس

---

[1] بحارالانوار جلد ۷۱ صفحہ ۱۵۵ ۔
[2] بحارالانوار جلد ۷۱ صفحہ ۱۵۵ ۔

نہیں ہوتے وہ بلا کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ تیرے احکام اور بندوں کے سلسلہ میں فیصلہ بہت جلد ہوتا ہے نیز ایک حالت سے دو سری حالت کی جانب تیری تدبیر بدلتی رہتی ہے لہٰذا تیرے بندے عطا اور روزی پر مطمئن نہیں ہوتے اور تیری رحمت سے کسی مصیبت میں مایوس نہیں ہوتے البتہ تیری رحمت پر مطمئن رہتے ہیں اور تیرے فضل سے مایوس نہیں ہوتے ہیں '' امام حسین کے اسی مفہوم کی، قرآن کریم کی یہ آیت براہ راست عکاسی کررہی ہے :(لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ[1]) ''یہ تقدیر اس لئے ہے کہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرو اور جب خدا تم کو کوئی چیز (نعمت) عطا کرے تو اس پر نہ اترایا کرو'' امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں :زہد قرآن کے ان دو کلموں میں ہے: (لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ[2]) ''یہ تقدیر اس لئے ہے کہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرواور اور جب خدا تم کو کوئی چیز (نعمت) عطا کرے تو اس پر نہ اترایا کرو''

جب خدا وند عالم نے بندوں کو اس کے قضا و قدر پر اعتماد اور اپنے تمام امور کو خدا پر واگذار کرنے کی توفیق عطا کر دی ہے ۔تو بندہ اس وقت خوشی اور غم میں اللہ کے قضا و قدر پر سکون محسوس کرتا صرف اس کی عطا پر نہیں، اور نہ ہی وہ مصیبتوں میں مایوس ہوتا ہے ۔ماثورہ دعاؤں میں اس معنی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے مشہور و معروف زیارت امین اللہ میں آیا ہے: (اَللّٰهُمَّ فَاجْعَلْ نَفْسِيْ مُطْمَئِنَّةً بِقَدَرِكَ رَاضِيَةً بِقَضَاءِكَ مُوْلَعَةً بِذِكْرِكَ وَدُعَاءِكَ صَابِرَةً عِنْدَ نُزُوْلِ بَلَاءِكَ شَاكِرَةً لِفَوَاضِلِ نَعْمَاءِكَ) ''خدایا! میرے نفس کو اپنے قدر پر مطمئن اور اپنے قضا پرراضی کردے، اپنے ذکر و دعا کا شیدائی بنا دے اور اپنے خالص اور برگزیدہ اولیاء کا محبت کرنے والا بنا دے اور اپنے آسمان و زمین میں محبوب کردے اور اپنی بلا کے نزول پر صابر اور اپنی بہترین نعمتوں پر شاکر بنا دے اپنی تمام نعمتوں کا یاد کرنے والا'' حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہا السلام دعا میں فرماتے ہیں: (وَاَلْهِمْنَا الْاِنْقِيَادَ لِمَا اَوْرَدْتَ عَلَيْنَا مِن

[1] سورہ حدید آیت ۲۳۔
[2] سورہ حدید آیت ۲۳۔

مشیتک حتی لا نحب تاخیر ما عجلت ولا تعجیل ما اخرت ولا نکرہ ما احببت ولا نتخیر ما کرہت[1]) ''ہمیں اس مشیت کی اطاعت کا الہام عطا فرما جو تونے ہم پر وارد کی ہے تا کہ جو چیز جلدی سامنے آجائے ہم اس کی تاخیر کے خواہاں نہ ہوں اور جو چیز دیر میں آئے اس کی عجلت کے طلبگار نہ ہوں تیری محبوب اشیاء کو مکروہ نہ سمجھیں اور تیری ناپسندیدہ چیزوں کو اختیار نہ کرلیں'' دعا کے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: (وطیب بقضائک نفسي ووسّع بمواقع حکمک صدري ووهب لي الثقة لأقر معها بان قضائک لم یجر الاّ بالخیرۃ[2]) ''اور میرے نفس کو اپنے فیصلہ سے مطمئن کردے اور میرے سینہ کو اپنے فیصلوں کیلئے کشادہ بنا دے مجھے یہ اطمینان عطا فرما دے کہ میں اس امر کا اقرار کروں کہ تیرا فیصلہ ہمیشہ خیر ہی کے ساتھ جاری ہوتا ہے۔ دعاء صباح میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں (الھي ھذہ ازمۃ نفسي عقلتھا بعقال مشیئتک[3]) ''خدایا! یہ میرے نفس کی مہار ہے جس کو مرضی اور مشیت کے رسّی سے مستحکم باندھا ہے''

ھ۔خداوند عالم سے ذات خدا کو طلب کرنا دعا میں سب سے زیادہ لطف اوراس کی جلالت یہ ہے کہ انسان دعا میں اللہ سے نہ دنیا طلب کرے اور نہ آخرت طلب کرے بلکہ وہ خدا سے اس کے وجہ کریم کا مطالبہ کرے ،اس کی مرضی ، ملاقات ،اس سے قربت ،اس تک رسائی ،اس کی محبت ،اس سے انسیت ،اور اس تک پہنچنے کی تشویق کا مطالبہ کرے حضرت فاطمہ صدیقۂ طاہرہ نے دعا میں ملک الموت کے خداوند عالم کے امر سے ان کی روح پاک قبض کرنے سے پہلے اس کی جانب سے ایسے رزق کا مطالبہ کیا جس سے ان کا سینہ ٹھنڈا ہو جائے اور ان کا نفس خوش ہو جائے ،آپ نے دعا میں یوں عرض کیا :پروردگارا تیری طرف سے بشارت ہونی چاہئے تیرے علاوہ کسی اور کی طرف سے نہیں ،اس سے میرا دل ٹھنڈا ہوگیا، میرا نفس خوش ہوگیا ،میری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں اور میرا چہرہ باغ باغ ہوگیا ۔اور میرا دل مطمئن ہوگیا اور اس سے میرا پورا جسم خوش ہوگیا[4]''حضرت امام حسین علیہ السلام

---

[1] صحیفہ سجادیہ دعا ۳۳۔
[2] صحیفہ سجادیہ دعا ۳۵۔
[3] دعاء صباح ۔
[4] فلاح السائل ۔

دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں: (منک أطلب الوصول الیک) ''تجھ ہی سے تجھ تک پہنچنے کا مطالبہ کرتا ہوں''، حضرت امیر المو منین علیہ السلام دعاء صباح میں فرماتے ہیں: (أنتَ غایۃُ مطلُوبِي وَمُنایَ) ''اور تو ہی میرا آخری مطلوب ہے اور دنیا اور آخرت میں میری امید ہے''، پندرہ مناجات میں سے مناجات ''محبین'' میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: (اِلٰهِيْ مَن ذَا الّذِيْ ذَاقَ حلاوۃَ مَحبّتکَ فَرامَ مِنکَ بَدلاًوَمَن ذَاالّذِيْ أنِسَ بِقُربِکَ فَابتَغیٰ عَنکَ حِولاً) ''خدایا وہ کون شخص ہے جس نے تیری محبت کی مٹھاس کو چکھا ہو اور تیرے علاوہ کا خواہش مند ہو اور وہ کون شخص ہے جس نے تیری قربت کا انس پایا ہو اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے روگردانی کرے'، پندرہ مناجات میں سے مناجات مریدین میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: (اِلٰهِيْ فَاسلُکْ بِنَا سُبُلَ الْوُصُولِ اِلَیکَ وَسَیّرنَا فِيْ أقْرَبِ الطُّرُقِ لِلْوُفُودِ عَلَیکَ) ''خدایا! ہم کو اپنی طرف پہنچنے کے راستوں پر چلا دے اور ہم کو تیری طرف پہنچنے والے قریب ترین راستہ سے لے چل ،ہمارے اوپر دور کو قریب کردے'' مناجات متوسلین میں فرماتے ہیں: ''وَاجْعَلْنِيْ مِن صَفْوَتِکَ اَلّذِینَ اَقْرَرْتَ اَعیُنَھُم بِالنَّظرِ اِلَیکَ یَومَ لِقاءِکَ''' اور مجھ کو ان منتخب بندوں میں قرار دے جن کی آنکھوں کو روز ملاقات اپنے دیدار سے ٹھنکی عطا کی ہے''

دعا عرفہ میں امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں: (اُطْلُبْنِيْ بِرَحْمتِکَ حَتّیٰ اَصِلَ اِلَیکَ) ''میرے معبود مجھ کو اپنے درِ رحمت پر طلب کر، تاکہ میں تجھ سے مل جاؤں''، حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعائے کمیل میں فرماتے ہیں: (وَاسْتَشْفِعُ بِکَ اِلیٰ نَفْسِکَ وَھَبْ لِيَ الْجِدَّ فِيْ خَشْیَتِکَ وَالدَّوَامَ فِي الْاِتِّصالِ بِخِدْمَتِکَ وَاَدْنُومِنکَ دُنُوّا الْمُخْلَصِینَ وَاَجْتَمِعَ فِيْ جِوارِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ) ''اور تیری ہی ذات کو اپنا سفارشی بناتا ہوں،اور تو مجھ کو خوف و خشیت میں کوشش کی توفیق عطا کر نیز تیری خدمت کے لگاتار انجام دینے کی ۔اور تیری بارگاہ میں خلوص رکھنے والوں کا سا قرب حاصل ہو،اور تیری بارگاہ میں مومنین کے ساتھ جمع ہو جاؤں'' مناجات محبین میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: (اِلٰهِيْ فَاجْعَلْنَا مِمَّنْ ھَیَّمْتَ قَلْبَہُ لِاِرَادَتِکَ وَاجْتَبَیْتَہُ لِمُشَاھَدَتِکَ وَ اَخْلَیْتَ وَجْھَہُ لَکَ وَفَرَّغْتَ فُؤادَہُ لِحُبِّکَ وَرَغَّبْتَہُ فِیْمَا عِنْدَکَ وَقَطَعْتَ عَنْہُ کُلَّ شَیْءٍ یَقْطَعُہُ عَنْکَ) ''خدایا!تو مجھ کو ان لوگوں میں سے قرار دے جس کے دل کو اپنے ارادہ کا

مسکن بنایا ہو اور جس کو تو نے اپنے مشاہدہ کے لئے منتخب کیا ہو اور جس کے چہرے کو اپنے لئے خالی کر لیا ہے اور جس کے دل کو اپنی محبت کے لئے فارغ کرلیا ہے اور جس کو اس چیز کی رغبت دی ہے جو تیرے پاس ہے اور جس سے ہر اس چیز کو دور کر دیا ہے جو تجھ سے دور کرتی ہے'' ب۔ جو چیزیں دعا میں سزاوار نہیں ہیں اب ہم ان چیزوں کے سلسلہ میں بحث کریں گے جو دعا میں نہیں ہونا چاہئیں اور ہم ان سب چیزوں کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کریں گے جو مندرجہ ذیل ہیں: ا۔ کائنات اور حیات بشری میں اللہ کی عام سنتوں کے خلاف دعا کرنا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی شفاعت اور اس کے پانی میں غرق ہونے سے بچانے کیلئے خداوند عالم کے وعدہ کے مطابق کہ وہ ان کے اہل کو نجات دے گا خدا سے دعا کی لیکن خداوند عالم نے اپنے بندے اور اپنے نبی نوح علیہ السلام کی دعا قبول نہیں کی اور ان کی دعا کو رد فرمایا: (انہ لیس من اھلک)اے نوح یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے ''اور ان کو پھر اس کے مثل کبھی دعا نہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔ (وَنَادَیٰ نُوحٌ رَبَّہُ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ *قَالَ یَانُوحُ اِنَّہُ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہُ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَاتَسْاَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِہِ عِلْمٌ اِنِّیْ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجَاھِلِیْنَ *قَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَالَیْسَ بِہِ عِلْمٌ وَاِلَّاتَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْ اَکُنْ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ)[1] ''اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار میرا فرزند میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ اہل کو بچانے کا برحق ہے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے،ارشاد ہوا کہ نوح یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے یہ عمل غیر صالح ہے لہٰذا مجھ سے اس چیز کے بارے میں سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تمہارا شمار جاہلوں میں نہ ہو جائے نوح نے کہا کہ خدایا !میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ اس چیز کا سوال کروں جس کا علم نہ ہو اور اگر تو مجھے معاف نہ کرے گا اور مجھ پر رحم نہ کرے گا تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جاؤں گا'' حضرت نوح علیہ السلام کو خداوندعالم سے اپنے اہل وعیال کی نجات کا سوال کرنے کا حق تھا لیکن جوان کے اہل سے نہ ہو اس کو غرق ہونے سے نجات

[1] سورۂ ہودآیت ۴۵سے ۴۷۔

دلانے کے سلسلہ میں سوال کرنے کا کوئی حق نہیں تھا ۔ان کا بیٹا ان کے اہل میں نہیں تھا یہ اللہ کا حکم ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کو پروردگار عالم کے قوانین اور احکام کی خلاف ورزی کرنے کا حق نہیں ہے ۔ذرا حضرت نوح علیہ السلام کے جواب پر غور وفکر کیجئے ۔دعا میں اللہ کی سنتوں کے امر کو سمجھنا ضروری ہے دعا کا کام ان سنتوں کو توڑنا اور ان سے تجاوز کرنا نہیں ہے بلکہ دعا کا فلسفہ یہ ہے کہ بندہ خدا وند عالم کی سنتوں اور اس کے قوانین کے دائرہ میں رہ کرخداوند عالم سے سوال کرے ۔بیشک اللہ کی سنتیں ہمیشہ اللہ کے ارادہ تکوینی کو مجسم کرتی ہیں ،اور دعا کی شان اللہ کے ارادہ کے زیر سایہ ہے نہ اس سے تجا وز کرتی ہے اور نہ ہی اس کی حدود کو پار کرتی ہے ۔خداوندعالم فرماتا ہے: (وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا [۱]) ''اور تم خدا کی سنت میں ہرگز تبدیلی نہیں پا ؤ گے ''نظام کا ئنات اللہ کے اس ارادہ کی مجسم شکل ہے جس کے بغیر کا ئنات کا نظام درست نہیں رہ سکتا ہے ،بندہ کیلئے اس کی تبدیلی کیلئے دعا کرنا صحیح نہیں ہے بیشک دعا بندوں کیلئے اللہ کی رحمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے ۔

اور اللہ کا ارادہ ہمیشہ اس کی رحمت کے مطابق ہوتا ہے اور بندہ کے لئے اس میں تغیر وتبدل کی دعا کرنا صحیح نہیں ہے ۔ایک سنت دوسری سنت سے مختلف نہیں ہو سکتی ہے ،ہر سنت اللہ کے ارادہ کو مجسم کرتی ہے اور اللہ کا ارادہ اس کی اس رحمت اور حکمت کو مجسم کرتا ہے جس سے بلند نہ کوئی رحمت ہے اور نہ حکمت ہے ۔چاہے وہ تکوینی سنتیں ہوں یا تاریخی اور اجتماعی سنتیں ہوں ۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو لوگ بعض دوسرے لوگوں سے اپنے دین ودنیا کے سلسلہ میں سوال کیا کرتے ہیں اور انسان کا اللہ سے اور ایک دوسرے سے بے نیاز رہنے کا سوال کرنا صحیح نہیں ہے چونکہ اس طرح کی دعا کرنا بالکل اللہ کی سنت اور اس کے ارادہ کے خلاف ہے ۔حدیث میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرما تے ہیں: (اللّھم لاتحوجني الیٰ احد من خلقک)'' خدا یا مجھ کو اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہ بنا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :اس طرح مت کہو چونکہ ہر انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے: حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا :پھر میں کیسے کہوں یا رسول اللہ ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اللّھم لاتحوجني إلی

[۱] سورۂ فاطر آیت ۴۳۔

شرار خلقک[1]) ''پروردگارا! مجھے اپنی شریر مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہ کرنا'' شعیب نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے نقل کیاہے کہ آپ سے عرض کیا گیا '': ادعُ اللّٰہ یغنیني عن خلقہ۔قال:ان اللّٰہ قسم رزق مَن شاء علیٰ یدی مَن شاء،ولکن اسأل اللّٰہ أن یغنیک عن الحاجۃ التي تضطرک الیٰ لئام خلقہ[2]'' ''آپ یہ دعا فرما دیجئے کہ خدا مجھ کو مخلوق سے بے نیاز کر دے آپ نے فرمایا :اللہ نے رزق کو کسی نہ کسی کے ذریعہ تقسیم کیا ہے لہٰذا تم خداوند عالم سے یہ دعا کرو کہ خدا مجھکو برے لوگوں کے سامنے اپنی حاجت بیان کرنے پر مجبور نہ کرے'' دعا کے اس طریقہ سے دعا کرنے میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلامی روایات میں دعائیں کرنے کا ایک واقعی محدود دائرہ ہے اور غیر واقعی اور خیالی دائروں سے دعا خارج ہے ۔حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے: ''أنہ سألہ شیخ من الشام :أي دعوۃ أضل؟فقال: ''الداعي بمالایکون''[3]'' ''آپ سے شام کے ایک بزرگ نے سوال کیا :سب سے زیادہ گمراہ کُن کونسی دعا ہے؟

آپ نے فرمایا :''نہ ہونے والی چیز کیلئے دعا کرنا'' حیات بشری میں نہ ہونے والی چیز اللہ کی متعارف سنتوں کے دائرہ حدود سے خارج ہے ان میں واقعی و حقیقی طور پر کو ئی تفکر نہیں کیا جا سکتا ہے ۔عدۃالداعی میں امیر المومنین سے مروی ہے: (مَن سأل فوق قدرہ استحق الحرمان[4]) ''جس نے اپنی مقدار سے زیادہ سوال کیا وہ اس سے محروم ہونے کا مستحق ہے'' ہمارے عقیدے کے مطابق (فوق قدرہ)کے ذریعہ ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جن کو حقیقی طور پر طلب نہیں کیا جاتاہے ۔

۲۔حل نہ ہونے والی چیزوں کیلئے دعا کرنا :جس طرح نہ ہونے والی چیزوں کے بارے میں سوال اور دعا نہیں کرنا چاہئے اسی طرح حلال نہ ہونے والی چیزوں کیلئے دعا کرنا بھی سزا وار نہیں ہے اور یہ دونوں ایک ہی باب سے ہیں پہلی بات اللہ کے ارادۂ تکوینیہ سے خارج ہے اور دوسری بات اللہ کے تشریعی ارادہ سے خارج ہے ۔اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: (اِن تَستَغفِرلَھُم سَبعِینَ مَرَّۃً فَلَن

[1] بحارالانوارجلد ۹۳صفحہ۳۲۵۔
[2] اصول کافی صفحہ ۴۳۸،وسائل اشیعہ جلد ۴ :۱۱۷حدیث صفحہ ۸۹۴۶ ۔
[3] بحارالانوارجلد ۹۳صفحہ۳۲۴۔
[4] بحارالا نوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۷ حدیث۱۱۔

یَغفِرَاللہُ لَھُمْ[1]) ''اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو خدا انھیں بخشنے والا نہیں ہے'' امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں :(لاتسأل مالایکون ومالا یحلّ[2]) ''نہ ہونے والی اور غیر حلال چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو''

۳۔دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنا :انسان کا اللہ سے یہ دعا کرنا کہ وہ دوسروں کی نعمتوں کو مجھے دیدے تو ایسی دعا کرنا جائز نہیں ہے :خداوند عالم فرماتا ہے: (وَلاَتَتَمَنَّوامَافَضَّلَ اللہُ بِہِ بَعْضَکُمْ عَلیٰ بَعْضٍ[3]) ''اور خبر دار جو خدا نے بعض افراد کو بعض سے کچھ زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرنا'' انسان کا اللہ سے نعمتوں کی آرزو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کے اس آرزو کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ جس طرح دوسروں کو نعمت دی ہے ہم کو بھی بلکہ دوسروں سے زیادہ ہم پر فضل وکرم کرے لیکن خدا وند عالم اپنے بندوں سے اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ جن بندوں کو اس نے نعمت دی ہے وہ ان نعمتوں کو دیر تک ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہے ۔خدا وند عالم فرماتا ہے: (وَلَاتَمُدَّ نَّ عَیْنَیْکَ اِلیٰ مَامَتَّعْنَابِہِ اَزْوَاجاً مِنْھُمْ زَھْرَۃَالْحَیٰوۃِالدُّنْیَا[4]) ''اور خبر دار ہم نے ان میں سے بعض لوگوں کو دنیا کی اس ذرا سی زندگی کی رونق سے مالا مال کر دیا ہے اس کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں'' خداوند عالم اس بات کو بھی دوست نہیں رکھتا ہے کہ انسان دوسروں کی نعمتوں کو اپنی طرف منتقل کرنے کی آرزو کرے ۔

بیشک اس طرح کی تمنا کرنے کا مطلب دوسروں سے نعمت چھیننا ہے اور خداوند عالم اس چیز کو اپنے بندوں سے پسند نہیں کرتا ہے ،یہ تو تنگ نظری اور اپنی حیثیت سے زیادہ تمنا اور آرزو کرنا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے بالکل پسند نہیں کرتا ہے بیشک اللہ کی سلطنت و با دشاہت وسیع ہے ،اس کے خزانے ختم ہونے والے نہیں ہیں ،اس کے ملک کی کوئی حد نہیں ہے اور انسان کے اللہ سے ہر چیز کا سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں، یہ تمنا و آرزو کرسکتا ہے کہ خدا اس کو دوسروں سے بہتر رزق عطا فرمائے ۔

---

[1] سورۂ توبہ آیت۸۰۔
[2] بحارالانوارجلد ۹۳صفحہ۳۲۴۔
[3] سورۂ نساء آیت ۳۲۔
[4] سورۂ طہٰ آیت۱۳۱۔

دعا میں وارد ہوا ہے: (اللھم آثرنی ولاتؤثر علیّ احداً) ''خدایا مجھ کو منتخب فرما مجھ پر کسی کو ترجیح نہ دے'' (واجعلنی من افضل عبادک نصیباً عندک،واقربھم منزلۃ منک واخصھم زلفۃ لدیک) ''اورمجھے ان بندوں میں قرار دے جو حصہ پانے میں تیرے نزدیک سب سے اچھے ہوں اور تیرے قرب میں بڑی منزلت رکھتے ہوں'' ان تمام چیزوں کے خدا وند عالم سے مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اللہ بھی ان تمام چیزوں کو دوست رکھتا ہے ،اور ہمارے پروردگار کو اس چیز کا ارادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جب وہ اپنے کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس بندہ سے چھین کر کسی دوسرے بندہ کو عطا کردے ۔

عبدالرحمان بن ابی نجران سے مروی ہے کہ :حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ کے اس قول (ولاتتمنّوا ما فضّل اللّٰہ بہ بعضکم علیٰ بعض[1]) ''اور خبر دار جو خدا نے بعض افراد کو بعض سے کچھ زیادہ دیا ہے''کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا :(لایتمنی الرجل امرأۃ الرجل ولاابنتہ ولکن یتمنّیٰ مثلھا[2]) ''انسان کو کسی کی عورت یا اس کی بیٹی کی تمنا نہیں کرنی چاہئے بلکہ اسکے مثل کی تمنا کرنا چاہئے'

۴۔ مصلحت کے خلاف دعا کرنا :انسان کا اپنی مصلحت کے خلاف دعا کرنا سزاوار نہیں ہے ،جب انسان دعا کے نفع اور نقصان سے جاہل ہوتا ہے لیکن اللہ اس کو جانتا ہے خدا وند عالم دعا کو کسی دوسری نعمت کے ذریعہ مستجاب کرتا ہے یا بلا دور کردیتا ہے یا جب تک اس دعا میں نفع دیکھا ہے اس کے مستجاب کرنے میں تاخیر کردیتا ہے ،دعا افتتاح میں وارد ہوا ہے:(أ سألک مستانساً لاخائفاًولاوجلا ،مدلاعلیک فیماقصدت فیہ الیک ،فان ابطأعنی عتبت بجھلی علیک، ولعلّ الذی ابطأعنی ھوخیرلی لعلمک بعاقبۃ الامور ۔فلم أرمولیٰ کریماًاصبرعلیٰ عبدل ءیم منک علیّ یارب) ''اور انس و رغبت کے ساتھ بلا خوف وخطر اور ہیبت کے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کا بھی میں نے تیری جانب ارادہ کیا ہے اگر تو نے میری حاجت کے پورا کرنے میں دیر کی تو جہالت سے میں نے عتاب کیا اور شاید کہ جس کی تاخیر کی ہے وہ میرے لئے بہتر ہو کیونکہ تو امور کے انجام کا جاننے والا ہے میں نے نہیں

[1] سورۂ نساء آیت ۳۲۔
[2] تفسیر عیاشی صفحہ۲۳۹۔

دیکھا کسی کریم مالک کو جو لئیم بندہ پر تجھ سے زیادہ صبر کرنے والا ہو '' دعا میں اس طرح کے حالات میں انسان کو اللہ سے دعا کرنا چاہئے اپنے تمام امور اسکے حوالہ کردینا چاہئے ،جب بندہ اپنی دعا کے قبول ہونے میں دیر دیکھے یا اسکی دعا مستجاب نہ ہو رہی ہو تو اسے اللہ سے ناراض نہیں ہونا چاہئے لیکن کبھی کبھی انسان خدا وند عالم سے ان چیزوں کا سوال کرتا ہے جو اس کیلئے مضر ہوتی ہیں ،کبھی کبھی وہ خیر طلب کرنے کی طرح شر (برائی) طلب کرتا ہے اور اپنے لئے نقصان دہ چیزوں کیلئے جلدی کیا کرتا ہے ۔ خداوندعالم فرماتا ہے: (وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَہُ بِالْخَیْرِ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً[۱]) ''اور انسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے اور انسان تو بڑا جلد باز ہے'' حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا :(قَالَ یَاقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ[۲])''

صالح نے کہا کہ قوم والو آخر بھلائی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں کر رہے ہو'' حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :اپنی نجات کے راستوں کو پہچانو کہ کہیں تم اس میں وہ دعا نہ کر بیٹھو جو تمہاری ہلاکت کا باعث بن جائیں اور تم اس کو اپنے لئے نجات کا باعث سمجھتے رہو خداوندعالم فرماتا ہے: (وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَہُ بِالْخَیْرِ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً[۳])''اور انسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے اور انسان تو بڑا جلد باز ہے''

۵۔فتنہ سے پناہ مانگنا :فتنہ سے پناہ مانگنا صحیح نہیں ہے چونکہ انسان کی زوجہ ،اولاد اور اس کا مال فتنہ ہیں اور نہ ہی انسان کا اپنے اہل وعیال اور مال کے لئے اللہ کی پناہ مانگنا صحیح ہے لیکن انسان کا گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ چاہنا صحیح ہے ۔حضرت امیر المو منین علیہ السلام سے مروی ہے: (لایقولن احدکم :اللّھم انّي اعوذ بک من الفتنة؛لأنہ لیس من احد إلّا وھو مشتمل علیٰ فتنة،ولکن من استعاذ فلیستعذ من ضلّات الفتن؛فان اللّٰہ یقول : وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلاَدُکُمْ فِتْنَةٌ[۴])[۵] ''تم میں سے کوئی ایک بھی یہ نہ کہے کہ میں فتنہ سے پناہ

[۱] اسرا آیت ۱۱۔
[۲] سورۂ نمل آیت ۴۶ ۔
[۳] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۲؛سورۂ اسر ۱آیت۱۱۔
[۴] سورۂ انفال آیت۲۸۔
[۵] نہج البلاغہ القسم الثانی :۱۶۲۔

مانگتا ہوں چونکہ تم میں سے ہر ایک فتنہ گر ہے لیکن تم فتنوں کی گمراہی سے پناہ مانگواور خداوند عالم اس سلسلہ میں فرماتا ہے'': اور جان لو اکہ یہ تمہاری اولاد اور تمہارے اموال ایک آزمائش ہیں'' ابو الحسن الثالث علیہ السلام نے اپنے آباؤ و اجداد علیہم السلام سے نقل کیا ہے: ہم نے امیر المومنین علیہ السلام سے ایک شخص کو یہ کہتے سُنا: (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفِتْنَۃِ) '' اے پروردگار میں تجھ سے فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں'' امام علیہ السلام نے فرمایا: میں یہ دیکھتا ہوں کہ تم اپنے مال اپنی اولاد سے پناہ مانگ رہے ہو چونکہ خداوندعالم فرماتا ہے: (وَاعْلَمُوْااَنَّمَااَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ[1]) ''تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے صرف امتحان کا ذریعہ ہیں'' لیکن یہ کہو: (اللّٰھم انّي اعوذبک من مضلّات الفتن[2]) ''اے پروردگار میں تجھ سے گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں''

۶۔ مومنین کے لئے بد دعا کرنا :دعا کی اہمیت اور اس کی غرض و غایت میں سے ایک چیز مسلمان خاندانوں کے مابین رابطہ کا محکم کرنا اور ان کے درمیان سے غلط فہمیوں اور جھگڑوں کو دور کرنا ہے جو عام طور سے دنیاوی زندگی میں مزاحمت کا سبب ہوتے ہیں ،غائب شخص کیلئے دعا کرنا اس رابطہ کا سب سے بہترین سبب ہے جو زندگی کے مائل ہونے کو پیش کرتا ہے ،البتہ اس کے برعکس ایسے حالات جو تعلقات میں منفی صورت حال پیدا کرتے ہیں ان حالات میں پروردگار عالم دعا کرنے کو دوست نہیں رکھتا ہے ۔خدا وندعالم مومنین کے ایک دوسرے کی موجودگی میں دعا کرنے دعا کے ذریعہ ایک ایک دوسرے پر ایثار و فداکاری کرنے اور دعا کرنے والے کے دوسرے کی حاجتوں اور ان کے اسماء کو اپنے نفس پر مقدم کرنے کو دوست رکھتا ہے ۔

خدا وند عالم دعا میں اپنے دوسرے بھائی کی نعمتوں کے زائل وختم ہونے کی دعا کرنے کو پسند نہیں کرتا ہے ،جیسا کہ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں ۔اور نہ ہی خدا وند عالم دعا میں کسی انسان کے اپنے مومن بھائی کے خلاف دعا کرنے کو پسند کرتا ہے ،اگر چہ اس نے اس کو تکلیف یا اس پر ظلم ہی کیوں نہ کیا ہو (اگر وہ اس کا ایمانی بھائی ہو اور ظلم کرکے ایمانی برادری کے دائرہ سے خارج نہ ہوا ہو

---

[1] سورۂ تغا بن آیت۱۵۔
[2] امالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۱۹۳؛بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۵۔

)اور نہ ہی خدا وند عالم اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے ایک دوسرے کو برائی کے ساتھ یاد کریں ۔دعوات راوندی میں ہے کہ توریت میں آیا ہے کہ خدا وند عالم اپنے بندے سے فرماتاہے:(انک متیٰ ظلمت تدعوني علیٰ عبد من عبیدي من اجل انہ ظلمک۔ فلک من عبیدي من یدعوعلیک من اجل انک ظلمتہ۔فان شئت اجبتک و اجبتہ منک،وان شئت اخرتکما الیٰ یوم القیامۃ[1]) ''خداوند عالم اپنے بندہ سے خطاب کرتا ہے کہ جب تجھ پر ظلم کیا جاتا ہے تو تو اس ظلم کی وجہ سے اس کے خلاف بد دعا کرتا ہے تو تجھے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ جن پر تم نے ظلم کیا ہے اور وہ تیرے لئے بددعا کرتے ہیں تو اگر میری مرضی ہوتی ہے تو میں تیری دعا قبول کرلیتا ہوں اور اس بندے کی دعا بھی تیرے حق میں قبول کرلیتا ہوں ''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (اذا ظلم الرجل فظلّ یدعوعلیٰ صاحبہ،قال اللّٰہ عزّوجلّ:ان ھا ھنا آخر یدعوعلیک یزعم انک ظلمتہ،فان شئت اجبتک واجبت علیک وان شئت اخّرتکما فیوسعکما عفوي[2]) ''جب کوئی انسان پر ظلم کرتا ہے اور وہ بد دعا کرتا ہے تو خداوند عالم فرماتا ہے کہ کل جب تم کسی پر ظلم کروگے تو وہ تمہارے لئے بد دعا کرے گا پس اگر چا ہو تو میں دونوں کی بد دعا قبول کرلونگا اور اگر چاہو تو میں اس کو قیامت تک کیلئے ٹال دونگا ''

ہشام بن سالم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق،کو یہ فرماتے سنا ہے: (ان العبد لیکون مظلوما فلایزال یدعوحتیٰ یکون ظالماً[3]) ''جب کوئی مظلوم بد دعا کرتا ہے تو وہ ظالم ہو جاتا ہے '' حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے مروی ہے (ان الملائکۃ اذا سمعواالمؤمن یذکرأخاہ بسوء ویدعوعلیہ قالوا لہ:بئس الاخ انت لاخیک کفّ ایّھا المستر علیٰ ذنوبہ وعورتہ،وأربع علیٰ نفسک،و احمداللّٰہ الّذي ستر علیک،واعلم اَنّ اللّٰہ عزّوجلّ اعلم بعبدہ منک[4]) '' جب ملائکہ سنتے ہیں کہ مومن اپنے کسی بھائی کی برائی اور اس کیلئے بد دعا کر رہا ہے تو کہتے ہیں کہ تو بہت برا بھائی ہے اے وہ شخص جس کے گناہ کی خداوند عالم نے پردہ پوشی کر رکھی ہے تو اپنی زبان

---

[1] بحارالانوار جلد ٩٣ صفحہ ٣٢٦۔
[2] وسا ئل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ١١٧٧،حدیث٨٩٧٢؛امالی الصدوق صفحہ ١٩١۔
[3] اصول کا فی صفحہ ۴٣٨؛عقاب الاعمال صفحہ ۴١،وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ١١۶۴،حدیث ٨٩٢۶۔
[4] اصول کا فی صفحہ ۵٣۵،وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ١١۶۴،حدیث ٨٩٢٧۔

کو قابو میں رکھ اس خدا کی تعریف کر جس نے تیرے گناہ کی پردہ پوشی کی ہے اور تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ خداوند عالم کو تیرے مقابلہ میں اپنے بندے کے بارے میں زیادہ علم ہے " بیشک اللہ تبارک وتعالےٰ " السلام "ہے ،سلام اسی کی طرف پلٹتا ہے ،ذات خدا سلامتی سے برخوردار ہے، سلامتی اسی کی طرف پلٹتی ہے،سلامتی اسی کی جانب سے ہے،اس کا دربار، سلامتی کا دربار ہے ۔جب ہم سلام و سلامتی سے بھرے دلوں سے خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے،ایک دوسرے کیلئے دعا کریں گے،اور ہم میں سے بعض دوسرے بعض افراد کیلئے رحمت کا سوال کریں گے،اور ہم میں سے بعض کی دعائیں اللہ کی رحمت نازل ہونے میں مؤثر ہوں گی تو ہم پر جو اللہ کی رحمت نازل ہوگی وہ سب کو شامل ہوگی بیشک خداوند عالم کی رحمت محبت اور سلامتی کے مقامات پر نازل ہوتی ہے۔

جو قلوب مومنین سے محبت و مسالمت کرتے ہیں ،ہمارے اعمال ،نمازیں ،دعائیں ،اور قلوب اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں کلم طیب(پاکیزہ کلمات) اور کلم طیب (پاکیزہ کلمات) سے زندہ قلوب اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں: (اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ [1]) " پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح انھیں بلند کرتا ہے " جب ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے ٹیڑھے اورکینہ بھرے دل جن میں محبت وسلامتی نہ ہواُن کے ساتھ کھڑے ہو کر ایک دوسرے مومن کے خلاف دعا کریں گے تو ہم سے خدا کی تمام نعمتیں منقطع ہو جائینگی،اور اس کائنات میں خدا کی وسیع رحمت ہم پر نازل نہیں ہوگی،اور ہمارے اعمال،نمازیں، دعائیں اور قلوب اللہ تک نہیں پہنچ پائیں گے ۔

بیشک محبت سے لبریز اور محبت سے زندہ دلوں کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور مومنین سے بلائیں اور عذاب دور ہوتا ہے اس کے برخلاف (مومنوں کے)مخالف اور دشمن دلوں کے ذریعہ ان سے اللہ کی رحمت دور ہوتی ہے اور ان کے لئے بلائیں اور عذاب کو نزدیک کرتی ہے ۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤاجدا دسے اور انھوں نے حضرت رسول

[1] سورۂ فاطر آیت۱۰۔

خدا سے نقل کیا ہے: (ان اللہ تبارک وتعالیٰ إذا رأی اهل قریۃ قد اسرفوا في المعاصي وفيهم ثلاثۃ نفر من المؤمنين،ناداهم جلّ جلاله:يا أهل معاصيتي،لولا فيكم من المؤمنين المتحابين بجلالي العامرين بصلاتهم ارضي ومساجدي المستغفرين بالاسحار خوفاً مني لأنزلت بكم العذاب [1]) ''بیشک جب اللہ تعالیٰ نے ایک قریہ کے لوگوں کو معصیت میں زندگی بسر کرتے دیکھا حالانکہ ان کے مابین صرف تین افراد مومن تھے تو پروردگار عالم کی طرف سے ندا آئی :اے گناہ کرنے والو!اگر تمہارے درمیان محبت سے بھرے دل نہ ہوتے جو اپنی نمازوں کے ذریعہ میری زمین کو آباد رکھتے ہیں اور مسجدوں میں سحر کے وقت میرے خوف کی وجہ سے استغفار کیا کرتے ہیں تو میں تم پر عذاب نازل کردیتا'' جمیل بن دراج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: (مَن فضّل الرجل عند اللہ محبّتہ لاخوانہ،ومن عرّفہ اللہ محبۃ اخوانہ احبّہ اللہ ومَن احبّہ اللہ أوفاہ اجرہ یوم القیامۃ [2]) ''اللہ کے نزدیک وہ شخص با فضیلت ہے جو اپنے بھائیوں سے محبت کرتا ہے اور جس کو خدا وند عالم اس کے بھائیوں کی محبت سے آشنا کردیتا ہے اس کو دوست رکھتا ہے اور جس کو دوست رکھتا ہے اس کو قیامت کے دن پورا اجر دیگا''

حضرت رسول خدا ﷺ سے مروی ہے: (لاتزال امتي بخير ماتحابوا،وأدّو الامانۃ،وآتوا الزکاۃ،وسيأتي علیٰ امتي زمان تخبث فيه سرائرهم،وتحسن فيه علانيتهم ان يعمّهم اللہ ببلاء فيدعونه دعاء الغريق فلايستجاب لهم [3]) ''میری امت اس وقت تک نیک رہے گی جب تک اس کے افراد ایک دوسرے سے محبت کرتے رہیں،امانت ادا کرتے رہیں،زکات دیتے رہیں،میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جب ان کے باطن برے ہوں گے اور ان کا ظاہر اچھا ہوگا اور اگر خدا وند عالم ان کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے گا اور وہ ڈوبتے شخص کے مثل بھی دعا مانگیں گے تو بھی ان کی دعا قبول نہ ہوگی'' محبت بھرے دلوں سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے حضرت امام جعفر دق علیہ السلام سے مروی ہے: (ان المؤمنين اذا التقيا فتصافحا انزل اللہ تعالیٰ الرحمۃ عليهما،فكانت تسعۃ وتسعين لأشدهما حبا لصاحبه،فاذا توافقا غمرتهما الرحمۃ،واذا قعدا يتحدثان قالت الحفظۃ بعضها لبعض:اعتزلوا بنا فلعل لهما سرّا وقد ستر اللہ عليهما) ''بیشک

[1] بحا رالانوار جلد ٧۴ صفحہ ٣٩٠۔
[2] ثواب الاعمال صفحہ ۴٨؛بحارالانوار جلد ٧۴ صفحہ ٣٩٧۔
[3] عدة الداعی صفحہ ١٣۵،بحارالانوار جلد ٧۴ صفحہ ۴٠٠۔

جب مومنین ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں تو خداوند عالم ان دونوں پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے ان میں سے ننانوے رحمتیں اس شخص کیلئے ہیں جو ان میں اپنے دوسرے بھائی سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور جب ان میں توافق ہو جاتا ہے تو دونوں کو رحمت خدا گھیر لیتی ہے اور جب وہ دونوں گفتگو کرنے کیلئے بیٹھتے ہیں تو نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتہ کہتے ہیں کہ ان دونوں سے دور ہو جاؤ چونکہ یہ راز کی باتیں کررہے ہیں اور خداوند عالم نے ان کی پردہ پوشی کی ہے'' اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے'': ان المؤ منین اذا اعتنقا غمرتھما الرحمۃ فاذا التزما لایریدان عرضاً من اعراض الدنیا قیل لھما : مغفور لکما فأستأنفا ؛ فاذا اقبلا علی المساءلۃ قالت الملائکۃ بعضھا لبعض : تنحّوا عنھما ؛ فان لھما سرّا قد ستر اللّٰہ علیھما ۔ قال اسحق : فقلت : جعلت فداک، ویکتب علیھما لفظھما وقد قال اللّٰہ تعالیٰ (مَا یَلفِظُ مِن قَولٍ اِلَّالَدَیہِ رَقِیبٌ عَتِیدٌ[1]) ؟ قال فتنفس ابوعبد اللّٰہ الصعداء ثم بکی و قال : یا اسحق ،ان اللّٰہ تعالیٰ انما امر الملائکۃ أن تعتزل المؤمنین اذا التقیا اجلالاً لھما، وان کانت الملائکۃ لاتکتب لفظھما، ولاتعرف کلاھما، فانہ یعرفہ و یحفظہ علیھما عالم السر واخفیٰ[2]'' ''بیشک جب مومنین ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کو رحمت گھیر لیتی ہے جب وہ بے لوث انداز میں ایک دوسرے سے چمٹ جاتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے سب گناہ بخش دئے گئے لہٰذا اب شروع سے نیک عمل انجام دو ،جب وہ ایک دوسرے سے کچھ چیز دریافت کرنے کی جانب بڑھتے ہیں تو فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں ان دونوں سے دور ہو جاؤ کیونکہ یہ راز کی بات کر رہے ہیں اور خداوند عالم نے ان کی پردہ پوشی کی ہے ۔اسحاق کا کہنا ہے کہ میں نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا : میری جان آپ پر فدا ہو کیا ان دونوں کے الفاظ لکھے جاتے ہیں جبکہ خداوند عالم فرماتا ہے مومن جو بھی بات کرتا ہے اس کے پاس ایک نگراں فرشتہ موجود ہوتا ہے اس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :اے اسحاق خداوند عالم نے فرشتوں کو مومنین سے ان کے ملاقات کے وقت جدا رہنے کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ ان مومنین کی تعظیم کرسکے اور فرشتے اگرچہ ان کے الفاظ نہیں لکھتے اور ان کے کلام کو نہیں پہچانتے لیکن

---

[1] سورۂ ق آیت۱۸۔

[2] معالم الزلفیٰ للمحدث البحرانی صفحہ ۳۴۔

خداوند عالم تو پہچانتا ہی ہے جو راز اور مخفی باتوں کا جاننے والا ہے'' مومنین کے ساتھ ملاوٹ کرنے سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے اس موضوع سے جو چیز متعلق ہوتی ہے اور دعا وصاحب دعا کے درمیان حائل ہوتی ہے وہ مومنین کیلئے فریب ودھوکہ کا مخفی رکھنا ہے ۔ حضرت رسول خدا ﷺ سے مروی ہے: (من بات وفی قلبہ غش لأخیہ المسلم بات فی سخط اللہ ،واصبح کذلک وھوفی سخط اللہ حتیٰ یتوب ویرجع،واین مات کذلک مات علی غیر دین الاسلام[1]) ''جو ساری رات عبادت میں بسر کرے اور وہ اپنے دل میں ایسا اردہ کرے جس کے ذریعہ مومن بھائی فریب کھا جائیں تو وہ پوری رات اللہ کے غضب و ناراضگی میں بسر کرتا ہے اور یہی اس کے بعد والے دن کا حال ہے یعنی اللہ کے غضب میں پورا دن گزارتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اپنی اصلی حالت پر آجائے اور اگر وہ اسی کینہ و بغض کی حالت میں مر جائے تو وہ دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر مرے گا'' مومنین سے سوء ظن قبولیت عمل کی راہ میں رکاوٹ جس طرح سے باطن میں برائی چھپائے رکھنے کی وجہ سے عمل خداوند عالم تک نہیں پہنچتاہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (لایقبل اللہ من مؤمن عملاًوھومضمرعلیٰ اخیہ المؤمن سوءاً) ''اللہ تبارک وتعالیٰ اس مومن کے عمل کو قبول نہیں کرتا جو اپنے مومن بھائی سے اپنے دل میں برائی رکھے ہوئے ہو''

خداوند عالم مومنین سے بغض رکھنے والوں پر اپنا کرم نہیں فرماتا حضرت امیر المومنین علیہ السلام حضرت رسول خدا ﷺ سے نقل فرماتے ہیں: (شرارالناس مَن یبغض المؤمنین وتبغضہ قلوبھم،المشاؤون بالنمیمۃ المفرقون بین الأحبۃ،أولئک لاینظر اللہ الیھم،ولایزکیھم یوم القیامۃ[2]) ''لوگوں میں سب سے شریر لوگ وہ ہیں جو اپنے مومن برادران سے بغض رکھتے ہیں اور مسلسل چغلی کرتے رہتے ہیں دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالتے ہیں خداوند عالم قیامت کے دن ان کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا''۔اہل بیت علیہم السلام کی دعاؤں میں حب خدا اللہ سے لو لگانا (قُلْ اِن کَانَ آبَاءُ کُمْ وَاَبْنَاؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَھَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللہِ وَرَسُوْلِہِ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہِ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَأْتِیَ اللہُ بِأَمْرِہِ وَاللہُ لَایَھْدِی الْقَوْمَ

[1] الوسائل جلد ۲۵ صفحہ ۲۰۴۔
[2] وسائل جلد ۲۵ صفحہ ۲۰۴۔

الفَاسِقِينَ[1]) "پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا ،اولاد ،برادرن ،ازواج، عشیرہ وقبیلہ اور وہ اموال جنھیں تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت جس کے خسارہ کی طرف سے فکر مند رہتے ہو اور وہ مکانات جنھیں پسند کرتے ہو تمہاری نگاہ میں اللہ ،اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو وقت کا انتظار کرو یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے اور اللہ فاسق قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے"، صحیح صورت میں خداوندعالم سے ایک دوسرے سے ہماہنگ اور تمام سازگار عناصر کے ذریعہ ہی لولگائی جاسکتی ہے اوریہی چند چیزیں مجموعی طور پر اللہ سے لولگانے کے صحیح طریقہ معین کرتی ہیں ۔

اسلامی روایات میں ایک ہی عنصر جیسے خوف یا رجاء (امید)یا محبت یا خشوع کی بنیاد پر اللہ سے لولگانے کو منع کیا گیا ہے ۔جو عناصر خداوندعالم سے مجموعی اور وسیع طور پر رابطہ کو تشکیل دیتے ہیں ان کا آیات، روایات اور دعاؤں میں تفصیلی طور پر ذکر کیا گیا ہے جیسے امید، خوف، تضرع، خشوع، تذلل، ترس، محبت، شوق، اُنس، انابہ، ایک دوسرے سے کنارہ کشی، استغفار، استعاذہ، استرحام، انقطاع، تمجید، حمد، رغبت رہبت، طاعت، عبودیت، ذکر، فقر اور اعتصام ہیں ۔

حضرت امام زین العابدین بن حسین علیہ السلام سے دعا میں وارد ہوا ہے: (اللّھم اني اسالک ان تملاٴ قلبي حبّاً و خشیتمنک وتصدیقاًلک وایماناًبک وفرقاًمنک وشوقاً الیک[2]) "پرور دگارا !میں تیری بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں کہ میرے دل کو اپنی محبت سے لبریز فرمادے ،میں تجھ سے خوف کھاؤں، تیری تصدیق کروں، تجھ پر ایمان رکھوں اور تجھ سے فرق کروں اور تیری طرف شوق سے رغبت کروں"، ان تمام عناصر کے ذریعہ خداوندعالم سے خاص طریقہ سے لو لگائی جاتی ہے اور ان عنصروں میں سے ہر عنصر اللہ کی رحمت اور معرفت کے ابواب میں سے ہر باب کیلئے ایک کنجی ہے ۔استرحام اللہ کی رحمت کی کنجی ہے اور استغفار مغفرت کی کنجی ہے ۔ان عنصروں میں سے ہر عنصر بذات خود اللہ سے لولگانے کا ایک طریقہ ہے شوق محبت اور انسیت اللہ تک پہنچنے کا ایک طریقہ ہے ،خوف اور رہبت اللہ تک پہنچنے کا دوسرا طریقہ ہے خشوع اللہ تک پہنچنے کا تیسرا طریقہ ہے ۔دعا اور تمنا اللہ تک رسائی کا ایک

---

[1] سورۂ توبہ آیت ۲۴۔
[2] بحا رالانوار جلد ۹۸ صفحہ ۹۲۔

اور طریقہ ہے ۔انسان کیلئے اللہ تک رسائی کی خاطر مختلف طریقوں سے حرکت کرنا ضروری ہے اس کو ایک ہی طریقہ پر اکتفاء نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ہر طریقہ کا ایک خاص ذوق کمال اور ثمر ہوتا ہے جو دوسرے طریقہ میں نہیں پایا جاتا ہے ۔اس بنیاد پر اسلام اللہ تک رسائی کے متعدد طریقوں کو بیان کرتا ہے یہ ایک وسیع بحث ہے جس کو ہم اِس وقت بیان کرنے سے قاصر ہیں ۔اللہ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ان تمام عناصر سے افضل اور قوی تر ہے یہ انسان کو اللہ سے لولگانے کیلئے آمادہ کرتی ہے اور اللہ سے اس کے رابطہ کو محکم و مضبوط کرتی ہے ۔ محبت کے علاوہ کسی اور طریقہ میں اتنا محکم اور بلیغ رابطہ خدا اور بندے کے درمیان نہیں پایا جاتا ہے خدا وند عالم سے یہ رابطہ اسلامی روایات میں بیان ہوا ہے جن میں سے ہم بعض روایات کا تذکرہ کررہے ہیں: روایات میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤ دکی طرف وحی کی: (یاداود ذکري للذاکرین وجنتي للمطیعین وحبي للمشتاقین وانا خاصة للمحبین[1]) ''اے داؤد ذاکرین کیلئے میرا ذکر کرو ،میری جنت اطاعت کرنے والوں کیلئے ہے اور میری محبت مشتاقین کیلئے ہے اور میں محبت کرنے والوں کیلئے مخصوص ہوں''

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: (الحب افضل من الخوف) ''محبت،خوف سے افضل ہے[2]''محمد بن یعقوب کلینی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: (العباد ثلاثة:قوم عبدوا اللّٰہ عزّوجلّ خوفاً فتلک عبادة العبید،وقوم عبدوا اللّٰہ تبارک وتعالیٰ طلب الثواب،فتلک عبادة التجار،وقوم عبدوا اللّٰہ عزّوجلّ حبّاً،فتلک عبادةالاحرار،وھي افضل عبادة[3]) ''عبادت تین طرح سے کی جاتی ہے یا عبادت کرنے والے تین طریقہ سے عبادت کر تے ہیں ایک قوم نے اللہ کے خوف سے عبادت کی جس کو غلاموں کی عبادت کہا جاتا ہے،ایک قوم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طلب ثواب کی خاطر عبادت کی جس کو تاجروں کی عبادت کہا جاتا ہے اور ایک قوم نے اللہ عزوجل سے محبت کی خاطر عبادت کی جس کو احرار (آزاد لوگوں) کی عبادت کہا جاتا ہے اور یہی سب سے افضل عبادت ہے''۔جناب کلینی نے رسول اسلام ﷺ سے نقل کیا ہے: (افضل الناس مَن عشق

[1] بحا الانوار جلد ۹۸ صفحہ ۲۲۶۔
[2] بحار الا نوار جلد ۷۸ ،صفحہ ۲۲۶۔
[3] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۸۴۔

العبادة،فعانقها،واحبّها بقلبه،وباشرها بجسده، وتفرّغ لها،فهولايبالي علیٰ مااصبح من الدنيا علی عسرأم يسر[1]) ''لوگوں میں سب سے افضل شخص وہ ہے جس نے عبادت سے عشق کرتے ہوئے اس سے معانقہ کیا ،اس کو اپنے دل سے دوست رکھااور اپنے اعضاء و جوارح سے اس سے وابستہ رہے،اس کو پرواہ نہیں رہتی کہ اس کا اگلا دن خوشی سے گزرے گا یا غم کے ساتھ گذرے گا'' حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے'': نجویٰ العارفين تدورعلیٰ ثلاثة اصول:الخوف،والرجاء والحبّ۔فالخوف فرع العلم،والرجاء فرع اليقين،والحبّ فرع المعرفة۔فدليل الخوف الهرب،ودليل الرجاء الطلب،ودليل الحبّ ايثارالمحبوب،علیٰ ماسواه۔فاذا تحقق العلم فی الصدرخاف،واذاصحّ الخوف هرب،واذاهرب نجاواذا اشرق نورااليقين فی القلب شاهد الفضل واذاتمكن من رؤية الفضل رجا، واذا وجد حلاوة الرجاء طلب،واذاوُفّق للطلب وجد۔واذا تجلّیٰ ضياء المعرفة فی الفؤاد۔هاج ريح المحبة،واذاهاج ريح المحبة استأنس ظلال المحبوب،وآثرالمحبوب علیٰ ماسواه،وباشراوامره۔

ومثال هذه الاصول الثلاثة كالحرم المسجدوالكعبة،فمن دخل الحرم أمن من الخلق،ومن دخل المسجد أمنت جوارحه أن يستعملهافيالمعصية،ومَن دخل الكعبة أمن قلبه من أن يشغله بغيرذكرالله''[2]'' عارفوں کی مناجات تین اصول پر گردش کرتی ہے:خوف،امید اور محبت ۔خوف علم کی شاخ ہے،امید یقین کی شاخ ہے اور محبت معرفت کی شاخ ہے خوف کی دلیل ہرب (فرار اختیار کرنا) ہے،امید کی دلیل طلب ہے اور محبت کی دلیل محبوب کو دوسروں پر ترجیح دینا ہے،جب سینہ میں علم متحقق ہوجاتا ہے تو خوف ہوتا ہے اور جب صحیح طریقہ سے خوف پیدا ہوتاہے توفرارو جود میںآتاہے اور جب فرار وجود میںآجاتاہے توانسان نجات پا جاتا ہے،جب دل میں یقین کا نور چمک اُٹھتا ہے تو عارف انسان فضل کا مشاہدہ کرتا ہے اور جب فضل دیکھ لیتا ہے تو امید وار ہو جاتا ہے،جب امید کی شرینی محسوس کر لیتا ہے تو طلب کرنے لگتا ہے اور جب طلب کی توفیق ہو جاتی ہے تو اس کو حاصل کرلیتا ہے،جب دل میں معرفت کی ضیاء روشن ہو جاتی ہے تو محبت کی ہوا چل جاتی ہے اور جب محبت کی ہوا چل جاتی ہے تو محبوب کے سایہ میں ہی سکون محسوس

---

[1] اصول کافی جلد ۲صفحہ ۲۸۳۔
[2] مصباح الشریعہ صفحہ ۲۔۳۔

ہوتا ہے اور محبوب کے علاوہ انسان ہر چیز سے لا پرواہ ہو جاتا ہے اور براہ راست اپنے محبوب کا تابع فرمان ہو جاتا ہے ۔ان تین اصول کی مثال حرم مسجد اور کعبہ جیسی ہے جو حرم میں داخل ہو جاتا ہے وہ مخلوق سے محفوظ ہو جاتا ہے ،جو مسجد میں داخل ہوتا ہے اس کے اعضاء و جوارح معصیت میں استعمال ہونے سے محفوظ ہو جاتے ہیں جو کعبہ میں داخل ہو جاتا ہے اس کا دل یاد خدا کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے'' حضرت رسول خدا ﷺ سے مروی ہے '' بکی شعیب من حبّ اللّٰہ عزّوجلّ حتیٰ عمي۔۔۔أوحیٰ اللّٰہ الیہ: یا شعیب ان یکن ھذا خوفاً من النار،فقد أجرتک،وان یکن شوقا الی الجنۃ فقد ابحتک۔ فقال:الھي وسیدي انت تعلم انی مابکیت خوفا من نارک،ولاشوقاالی جنتک،ولکن عقد حبک علی قلبی،فلست اصبرا واراک،فاوحی اللّٰہ جلّ جلالہ الیہ:اما اذا کان ھذا ھکذا فمن اجل ھذا ساخدمک کلیمي موسی بن عمران[1] ''

'' اللہ سے محبت کی وجہ سے گریہ کرتے کرتے حضرت شعیب علیہ السلام کی آنکھوں سے نور چلا گیا ۔تو اللہ نے حضرت شعیب علیہ السلام پر وحی کی :اے شعیب اگر یہ گریہ وزاری دوزخ کے خوف سے ہے تو میں نے تم کو اجر دیا اور اگر جنت کے شوق کی وجہ سے ہے تو میں نے تمہارے لئے جنت کو مباح کیا ۔جناب شعیب علیہ السلام نے عرض کیا :اے میرے اللہ اور اے میرے سید وسردار تو جانتا ہے کہ میں نہ تو دوزخ کے خوف سے گریہ کررہاہوں اور نہ جنت کے شوق ولالچ میں لیکن میرے دل میں تیری محبت ہے اللہ نے وحی کی اے شعیب!اگر ایسا ہے تو میں عنقریب تمہاری خدمت کیلئے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو بھیجوں گا''

حضرت ادریس علیہ السلام کے صحیفہ میں آیا ہے: (طوبیٰ لقوم عبدوني حبّاً،واتخذوني الٰھاً وربّاً، سھروا اللیل،ودأبوا النھار طلباً لوجھي من غیر رھبۃ ولا رغبۃ،ولا لنار،ولا جنۃ،بل للمحبۃ الصحیحۃ،والارادۃ الصریحۃ والانقطاع عن الکل الیّ[2]) ''اس قوم کیلئے بشارت ہے جس نے میری محبت میں میری عبادت کی ہے ،وہ راتوں کو جاگتے ہیں اور دن میں بغیر کسی رغبت اور خوف کے ،نہ ان کو دوزخ کا خوف ہے اور نہ جنت کا لالچ ہے بلکہ صحیح محبت اور پاک وصاف ارادہ اور ہر چیز سے بے نیاز ہو کر مجھ سے لولگاتے ہیں ۔اور دعا کے

[1] بحارالانوار جلد ۱۲صفحہ ۳۸۰۔
[2] بحار الا نوار جلد ۹۵ صفحہ ۴۶۷۔

سلسلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں: (عميت عين لاتراك عليها رقيباً وخسرت صفقةعبدلم تجعل له من حبك نصيباً [1]) ''وہ آنکھ اندھی ہے جوخود پر تجھ کونگران نہ سمجھے،اور اس انسان کا معاملہ گھاٹے میں ہے جس کیلئے تو اپنی محبت کا حصہ نہ قرار دے ''ایمان اور محبت اسلامی روایات میں وارد ہوا ہے بیشک ایمان محبت ہے ۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے :(الايمان حب وبغض) ''ایمان محبت اور بغض ہے [2]''فضیل بن یسار سے مروی ہے: (سألت اباعبد اللّٰہ علیہ السلام عن الحب والبغض،أمن الايمان هو؟ فقال :(وهل الايمان الّا الحب والبغض ؟[3]) ''میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے محبت اور بغض کے بارے میں سوال کیا کہ کیا دونوں ایمان میں سے ہیں ؟آپ نے فرمایا :کیا محبت اور بعض کے علاوہ ایمان ہو سکتا ہے ؟ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (هل الدين الّا الحب؟ان اللّٰہ عزّوجلّ يقول: (قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فاتبعوني يحببكم اللّٰہ [4]) [5]''کیا دین محبت کے علاوہ ہے ؟بیشک خداوندعالم فرماتا ہے: (قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فاتبعوني يحببكم اللّٰہ ''اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا'' حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:(الدين هوالحب والحب هوالدين [6]) ''دین محبت ہے اور محبت دین ہے''محبت کی لذت عبادت اگرچہ محبت،شوق اور حسرت ودرد کے ذریعہ ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر کوئی لذت وحلاوت نہیں ہے ۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جنھوں نے اللہ کی محبت اور اس کے ذائقہ اور حلاوت کا مزہ چکھا ہے وہ فرماتے ہیں: (الهي ماطيب طعم حبك وما اعذب شرب قربك [7]) ''پروردگار تیری محبت کے ذائقہ سے اچھا کوئی ذائقہ نہیں ہے اور تیری قُربت سے گوارا کوئی چیز گوارا نہیں ہے'' یہ حلاوت اور لذت،اولیاء اللہ کے دلوں میں پائی جاتی ہے یہ عارضی لذت نہیں ہے جو ایک

---

[1] بحار الا نوار جلد ۹۸ صفحہ ۲۲۶۔
[2] بحار الانو ار جلد ۷۸ صفحہ ۱۷۵۔
[3] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵۔
[4] سورۂ آل عمرا ن آیت۳۱۔
[5] بحارالانوار جلد ۶۹ صفحہ ۲۳۷
[6] نور الثقلين جلد ۵ صفحہ ۲۸۵ ۔
[7] بحار الانو ار جلد ۹۸ صفحہ ۲۶۔

وقت میں ہو اور دوسرے وقت میں ختم ہوجائے بلکہ یہ دائمی لذت ہے جب کسی بندہ کے دل میں اللہ سے محبت کی لذت مستقر ہو جاتی ہے تو اس کا دل اللہ کی محبت سے زندہ ہو جاتا ہے اور جو دل اللہ کی محبت سے زندہ ہوجائے خداوند وعالم اس پر عذاب نازل نہیں کرتا اور اللہ کی محبت اس کے دل میں گھر کر جاتی ہے ۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: (الٰهي وعزّتک وجلالک لقد أحببتک محبۃ استقرّت حلاوتها في قلبي وماتنعقد ضمائر موحّديک علیٰ انک تبغضُ محبیک[1]) ''خدایا! تجھ کو تیرے عزت و جلال کی قسم تیری محبت کی مٹھاس میرے دل میں گھر کر گئی ہے اور تیرے موحدین کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں گذرتا کہ تو ان سے نفرت کرتا ہے''

اللہ کی محبت کی اسی مستقر اور ثابت حالت کے بارے میں حضرت امام علی بن الحسینؑ فرماتے ہیں: (فوعزّتک یا سیدي لوانتهرتني مابرحت من بابک ولاکففت عن تملقک لما انتهیٰ الي من المعرفۃ بجودک وکرمک[2]) ''تیری عزت کی قسم!اے میرے مالک اگر مجھ کو اپنی بارگاہ سے نکال دے گا تو میں اس دروازے سے نہ جاؤنگا اور نہ تیری خوشامد سے باز رہونگا اس لئے تیرے جود و کرم کو مکمل طور پر پہچان لیا ہے'' محبت کے گہرے اور دل میں مستقر ہونے کی سب سے بلیغ تعبیر یہی ہے کہ وہ محبت دائمی ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر مولا اپنے غلام کو ذبح بھی کردے تو بھی وہ محبت اس کے دل سے زائل نہیں ہو سکتی اور جس غلام کے دل میں اس کے مولا کی محبت ثابت اور مستقر ہوگئی وہ اپنے غلام کو کبھی قتل نہیں کر سکتا ہے ۔

جب انسان اللہ سے محبت کے ذائقہ اور اس سے انسیت کی قوت سے آشنا ہوجاتا ہے تو اس پر کوئی اور چیز اثر نہیں کر سکتی حضرت امام زین العابدین،امام الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں: (مَن ذاالذي ذاق حلاوۃ محبّتک فرام عنک بدلا؟ومن ذاالذي انس بقربک فابتغیٰ عنک حولا[3]) ''وہ کون شخص ہے جس نے تیری محبت کی مٹھاس کو چکھا ہو اور تیرے بدل کا خواہش مند ہو اور وہ

---

[1] مناجات اهل البیت صفحہ ۹۶۔ ۹۷ ۔
[2] بحا رالانوارجلد ۹۸ صفحہ ۸۵۔
[3] بحا رالانوار جلد ۹۴صفحہ ۱۴۸۔

کون شخص ہے جس نے تیری قربت کا انس پایا ہو اور ایک لمحہ کے لئے بھی تجھ سے رو گردانی کرے'' لوگوں کا مسالک اور مذاہب میں تقسیم ہونا اللہ سے محبت کی لذت سے محروم ہونا ہے جو لوگ اپنی زندگی میں اللہ سے محبت کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں وہ اس کے بعد اپنی زندگی میں کسی دوسری چیز کی جستجو نہیں کرتے ہیں ۔حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں :(ماذاوجد من فقدک؟وماالذي فقدمن وجدک؟) ''جس نے تجھ کو کھو دیا اس نے کیا پایا ؟

اور جس نے تجھ کو پالیا اس نے کیا کھویا[1]''حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام اللہ سے محبت کی لذت کے علاوہ محبت سے استغفار کرتے ہیں ،اللہ کے علاوہ کسی دوسرے ذکر میں مشغول ہونے سے استغفار کرتے ہیں اور اللہ کی قربت کے علاوہ کسی دوسری خوشی سے استغفار کرتے ہیں ،اس اعتبار سے نہیں کہ خداوند عالم نے اس کو اپنے بندوں پر حرام قرار دیاہے بلکہ اس لئے کہ وہ محبت دل کو اللہ سے منصرف کر دیتی ہے اور انسان اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے لو لگانے لگتا ہے اگر چہ بہت کم مدت کیلئے ہی کیوں نہ ہو لیکن جس دل کو اللہ سے محبت کی معرفت ہو گئی ہے وہ دل اللہ سے منصرف نہیں ہوتا ہے ۔

اولیائے خدا کی زندگی میں ہر چیز اور ہر کوشش اللہ سے دائمی محبت،اللہ کا ذکر اور اس کی اطاعت کے ذریعہ ہی آتی ہے اس کے علاوہ ہر چیز اللہ کی یاد سے منصرف کرتی ہے اور ہم اللہ سے استغفار کرتے ہیں ۔امام علیہ السلام فرماتے ہیں: (واستغفرک من کل لذة بغیرذکرک ومِن کلّ راحة بغیرأُنسک،ومن کل سرور بغیرقربک،ومن کلّ شغلٍ بغیرطاعتک[2]) ''اور میں تیری یاد سے خالی ہر لذت،تیرے انس سے خالی ہر آرام ،تیرے قرب سے خالی ہر خوشی ،اور تیری اطاعت سے خالی ہر مشغولیت سے استغفار کرتا ہوں'' محبت کے ذریعہ عمل کی تلافی محبت عمل سے جدا نہیں ہے محبت انسان کے عمل ،حرکت اور جد و جہد کی علامت ہے لیکن محبت ،عمل کا جبران کرتی ہے اور جس شخص نے عمل کرنے میں کوئی کوتاہی کی ہے اس کی شفاعت کرتی ہے وہ اللہ کے نزدیک شفیع ومشفع ہے ۔حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام ماہ رمضان میں سحری کی ایک دعا میں جو ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے اور

[1] بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ ۲۲۶۔
[2] بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۵۱۔

بڑی عظیم دعا میں شمار ہوتی ہے فرماتے ہیں: (معرفتي یامولاي دلیلي علیک وحبي لک شفیعي الیک وانا واثق من دلیلي بدلالتک ومن شفیعي الیٰ شفاعتک[۱]) ''اے میرے آقا میری معرفت نے میری،تیری جانب راہنمائی کی ہے اور تجھ سے میری محبت تیری بارگاہ میں میرے لئے شفیع قرار پائیگی اور میں اپنے رہنما پر بھروسہ کئے ہوئے ہوں نیز مجھے اپنے شفیع پر اعتماد ہے'' معرفت اور محبت بہترین رہنما اور شفیع ہیں لہٰذا وہ انسان ضائع نہیں ہوسکتا جس کی اللہ کی طرف رہنمائی کرنے والی ذات اسکی معرفت ہے اور وہ بندہ مقصد تک پہنچنے میں پیچھے نہیں رہ سکتا جس کی خداوند عالم کے سامنے شفاعت کرنے والی ذات محبت ہے ۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: (الٰہي انک تعلم انّي وان لم تدم الطاعۃ منّي فعلاجزما فقد دامت محبۃ وعزما) ''خدایا تو جانتا ہے کہ میں اگرچہ تیری مسلسل اطاعت نہ کرسکا پھر بھی تجھ سے مسلسل محبت کرتا ہوں''

یہ امام علیہ السلام کے کلام میں سے ایک لطیف و دقیق مطلب کی طرف اشارہ ہے بیشک کبھی کبھی اطاعت انسان کو قصور وار ٹھہراتی ہے اور وہ اللہ کی اطاعت پر اعتماد کرنے پر متمکن نہیں ہوتا ہے لیکن اللہ سے محبت کرنے والے انسانوں کے یقین و جزم میں شک کی کوئی راہ نہیں ہے اور جس بندے کے دل میں اللہ کی محبت گھر کر جاتی ہے اس میں شک آہی نہیں سکتا ۔

بندہ بذات خود ہی اطاعت میں کوتاہی کرتا ہے اور وہ ان چیزوں کا مرتکب ہوتا ہے جن کو خدا وند عالم پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اپنی معصیت کرنے کو دوست رکھتا ہے لیکن اس کیلئے یہ امکان نہیں ہے کہ (بندہ اطاعت میں کوتاہی کرے اور معصیت کا ارتکاب کرے)اطاعت کو ناپسند کرے اور معصیت کو دوست رکھے ۔بیشک کبھی اعضا و جوارح معصیت کی طرف پھسل جاتے ہیں،ان میں شیطان اور خواہشات نفسانی داخل ہو جاتے ہیں اور اعضاء و جوارح اللہ کی اطاعت کرنے میں کوتاہی کرنے لگتے ہیں لیکن اللہ کے نیک و صالح بندوں کے دلوں میں اللہ کی محبت ،اس کی اطاعت سے محبت اور اس کی معصیت کے ناپسند ہونے کے علاوہ اور کچھ داخل ہی نہیں ہوسکتا ہے ۔ایک دعا میں آیا ہے: (الٰہي احب طاعتک وان قصرت عنھاواکرہ معصیتک وان رکبتھا فتفضل

---

[۱] بحا ر الانوار جلد ۹۸ صفحہ ۸۲۔

عليّ بالجنة[1]) ''خدایا! میں تیری اطاعت کرنا چاہتا ہوں اگر چہ میں نے اس سلسلہ میں کوتاہی کی ہے اور مجھے تیری معصیت کرنا ناگوار ہے اگر چہ میں تیری معصیت کا ارتکاب کر چکا ہوں لہذا مجھ کو بہشت کرامت فرما'' جوارح اور جوانح کے درمیان یہی فرق ہے بیشک جوارح کبھی جوانح سے ملحق ہونے سے کوتاہی کرتے ہیں اور کبھی جوانح اپنے پروردگار کی محبت میں مکمل طور پر خاضع وخاشع ہو جاتے ہیں اور جوارح ایسا کرنے سے کوتاہی کرتے ہیں لیکن جب دل پاک وپاکیزہ اور خالص ہو جاتا ہے تو جوارح اسکی اطاعت کرنے کیلئے ناچار ہوتے ہیں اور ہمارے لئے جوارح اور جوانح کی مطلوب چیز کا نافذ کرنا ضروری ہے اور ہم جوارح اور جوانح کے درمیان کے اس فاصلہ کو اخلاص قلب کے ذریعہ ختم کر سکتے ہیں محبت انسان کو عذاب سے بچاتی ہے جب انسان گناہوں کے ذریعہ اللہ کی نظروں سے گرجاتا ہے اور انسان کو اللہ کے عذاب اور عقاب کیلئے پیش کیا جاتا ہے تو محبت انسان کو اللہ کے عذاب اور عقاب سے نجات دلاتی ہے ۔

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام مناجات میں فرماتے ہیں: (الهي ان ذنوبي قداخافتني و محبّتي لک قد اجارتني[2]) ''خدایا! میرے گناہوں نے مجھے ڈرادیا ہے اور تجھ سے میری محبت نے مجھے پناہ دے رکھی ہے'' محبت کے درجات اور اسکے طریقے بندوں کے دلوں میں محبت کے درجے اور مراحل ہوتے ہیں: یعنی دل میں اتنی کم محبت ہوتی ہے کہ محبت کرنے والے کو اصلا اس محبت کا احساس ہی نہیں ہوتا ہے ۔ایک محبت ایسی ہوتی ہے جس سے بندے کا دل اس طرح پُر ہو جاتا ہے کہ انسان کے دل میں کوئی ایسی جگہ باقی نہیں رہ جاتی جس سے انسان لہولعب میں مشغول ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرے ۔اور ایک محبت ایسی ہوتی ہے کہ انسان اللہ کے ذکر ،اس سے مناجات کرنے اور اس کی بارگاہ میں کھڑے ہونے میں مہنمک ہو جاتا ہے اور وہ ذکر ،دعا ،نماز اور فی سبیل اللہ عمل کرنے اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے سیراب نہیں ہوتا ہے ۔ایک دعا میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: (سیدی انا من حبک جائع لااشبع ،وانا من حبک ظمآن لاأرویٰ واشوقاہ الیٰ مَن یراني ولاأراہ)

[1] بحارالانوار جلد ۹۴صفحہ ۱۰۱۔
[2] بحار الانوار جلد ۹۵ صفحہ ۹۹۔

''میرے آقا و سردار میں تیری محبت کا بھوکا ہوں کہ سیر نہیں ہوسکتا ،اور تیری محبت کا اتنا پیاسا ہوں کہ سیراب نہیں ہو سکتااور میں کسی ذات کے دیدار کا مشتاق ہوں لیکن وہ مجھے اپنا دیدار نہیں کراتا '' حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین مناجات میں فرماتے ہیں: (وغُلتی لایبردھاالّاوصلک ولوعتی لایطفؤھاالّالقاءک وشوقی الیک لایبُلّہ الاالنّظرُالیکَ[1]) ''اور میری حرارت اشتیاق کو تیرے وصال کے علاوہ کوئی اور چیز ٹھنڈا نہیں کرسکتی اور میرے شعلۂ شوق کو تیری ملاقات کے علاوہ کوئی اور چیز بجھا نہیں سکتی اور میرے شوق کو تر نہیں کر سکتا ہے مگر تیری طرف نظر کرنا '' اللہ کی محبت میں والہانہ پن بھی ہے ،زیارت امین میں آیا ہے: (اللھم ان قلوب المخبتین الیک والھۃ[2]) ''تیرے سامنے تواضع کرنے والوں کے دل مشتاق ہیں'' حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے دعا میں مروی ہے: (الھی بک ھامت القلوب الوالھۃ ۔فلا تطمئن القلوب الابذکراک ولا تسکن النفوس الاعند رؤیاک[3]) ''خدایا !محبت بھرے دل تجھ ہی سے وابستہ ہیں ۔

دل تیرے ذکر کے بغیر مطمئن نہیں ہوتے اور نفوس کو تیرے دیدار کے بغیر سکون نہیں ملتا '' ان والھہ اور ہائمہ قلوب کی یہ خاصیت ہے کہ ان کو اللہ کے ذکر کے بغیر سکون و اطمینان نہیں ہوتا ۔ہم کو محبت کی آخری حد کا سبق امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اس دعا کے کلمات میں ملتا ہے جس کی آپ نے کمیل بن زیادہ نخعی کو تعلیم دی تھی جو دعاء کمیل کے نام سے مشہور ہے:(فھبني یاسیّدي ومولاي وربي صبرت علیٰ عذابک فکیف اصبر علیٰ فراقک،وھبني صبرت علی حرنارک فکیف اصبرعن النظر الیٰ کرامتک ام کیف اسکن فی النار ورجاءي عفوک؟![4]) ''تو اے میرے خدا !میرے پروردگار !میرے آقا !میرے سردار !پھر یہ بھی طے ہے کہ اگر میں تیرے عذاب پر صبر بھی کرلوں تو تیرے فراق پر صبر نہیں کر سکتا ۔اگر آتش جہنم کی گرمی برداشت بھی کرلوں تو تیری کرامت نہ دیکھنے کو برداشت نہیں کر سکتا ۔بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تیری معافی کی امید رکھوں اورپھربھیآتش جہنم

---

[1] بحارالانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۹۔
[2] مفاتیح الجنان دعا ء ابو حمزہ ثمالی۔
[3] بحار ا لا نو ار جلد صفحہ ۱۵۱ ۔
[4] مفا تیح الجنان دعائے کمیل ۔

میں جلادیا جاؤں'' یہ بندہ کی توجہ کو مبذول کرنے کے بہت ہی پاک وپاکیزہ اور سچے نمونے ہیں یعنی بندہ اپنے مولا وآقا کی طرف سے جہنم کے عذاب پر تو صبر کر سکتا ہے لیکن وہ اسکی جدائی اور غضب پر کیسے صبر کرسکتا ہے ؟!کبھی محب اپنے مولا کے عقاب کو برداشت کرتاہے لیکن اس کے غضب کو برداشت نہیں کرتا کبھی وہ سب سے سخت عذاب دوزخ کو تو برداشت کر لیتا ہے لیکن مولا وآقا کے فراق کو برداشت نہیں کرپا تا ہے ۔جہنم کی آگ بندہ کا ٹھکانا کیسے ہو سکتی ہے حا لانکہ بندہ اپنے مولا وآقا سے مہربانی وعطوفت اور جہنم سے نجات دینے کی امید رکھتا ہے ؟ محبت اور رجاء وامید یہ دونوں چیزیں بندے کے دل سے جدا نہیں ہوسکتی ہیں (حالانکہ اس کو اللہ کے غضب کی وجہ سے جہنم کی بھٹی میں جھونک دیا جاتا ہے)اس عظیم و جلیل دعا کی یہ پاک و پا کیزہ صورتیں ہیں ۔کبھی بندہ اپنے مولا سے محبت کرتا ہےاور اس کا مولا و آقا اس کو اپنی نعمت اور فضل سے نوازتا ہے یہ محبت کی تاکید کا ہی اثر ہے لیکن وہ محبت جس کو بندے کے دل سے جدا کرنے اور جدا نہ کرنے سے اس کی محبت میں کوئی اضافہ نہ ہوتا ہو تو اس کو بندے کے مولا وآقا کے عذاب جہنم میں جھونک دیا جا ئیگا ۔

امام زین العا بدینؑ نے جس دعاء سحر کی ابو حمزہ ثمالی کو تعلیم دی تھی اس میں فرماتے ہیں: (فوعزّتک لوانتھرتني مابرحت من بابک ولاکففت عن تملّقک لما اُلھم قلبي من المعرفۃبکرمک وسعۃ رحمتک الی مَن یذھب العبد الاّ الی مولاہ؟والی مَن یلتجی المخلوق الاّالی خالقہ ؟!الھي لوقرنتني بالاصفاد،ومنعتني سیبک من بین الاشھاد،ودللت علیٰ فضائحي عیون العباد،وامرت بي الی النار وحلت بیني وبین الابرارماقطعتُ رجاءي منک،وماصرفتُ تأمیلي للعفوعنک، ولاخرج حبّک من قلبي[۱]) ''تیری عزت کی قسم !اگرتو مجھ کو جھڑک بھی دے گا تو ہم تیرے دروازے سے کہیں جائیں گے نہیں اور تجھ سے آس نہیں توڑیں گے ہمارے دل کو تیرے کرم کا یقین ہے اور ہمیشہ تیری وسیع رحمت پر اعتماد ہے میرے مالک بندہ اپنے مالک کوچھوڑکرکدھر جائے اور مخلوق خالق کے ماسوا کس کی پناہ لے!میرے معبود اگر تو مجھ کو زنجیروں میں جکڑ بھی دے گا اور مجمع عام میں عطا سے انکار بھی کر دیگا اور لوگوں کو ہمارے عیوب

[۱] دعا ابو حمزہ ثمالی ۔

سے آگاہ بھی کر دیگا اور ہم کو جہنم کا حکم بھی دیدیگا اور اپنے نیک بندوں سے الگ بھی کر دیگا تو بھی میں امید کو تجھ سے منقطع نہیں کرونگا اور جو تیری معافی سے آس نہیں توڑونگا اور تیری محبت کو دل سے نہ نکالونگا'' یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ یہی محبت سچی محبت،امید،آرزو،اور پاک صاف محبت ہے یہ بندہ کے دل سے کبھی نکل نہیں سکتی چاہے مولا اس کو زنجیروں میں ہی کیوں نہ جکڑ دے اور اس کو لوگوں کے سامنے رسوا ہی کیوں نہ کرے ۔ ہم محبت اور رجاء کی ان بہترین صورتوں کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن کو مولائے کائنات نے جلیل القدر دعا کمیل میں بیان فرمایا ہے : (فَبِعِزَّتِکَ یَا سَیِّدِيْ وَمَوْلَايَ اُقْسِمُ صَادِقًا لَئِنْ تَرَکْتَنِيْ نَاطِقًا لَاَضِجَّنَّ اِلَیْکَ بَیْنَ اَھْلِھَا ضَجِیْجَ الْآمِلِیْنَ وَلَاَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَلَاَبْکِیَنَّ عَلَیْکَ بُکَاءَ الْفَاقِدِیْنَ وَلَاُنَادِیَنَّکَ اَیْنَ کُنْتَ یَا وَلِيَّ الْمُؤْمِنِیْنَ یَا غَایَةَ آمَالِ الْعَارِفِیْنَ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَا حَبِیْبَ قُلُوْبِ الصَّادِقِیْنَ وَیَا اِلٰهَ الْعَالَمِیْنَ) اَفَتُرَاکَ سُبْحَانَکَ یَا اِلٰهِيْ وَبِحَمْدِکَ تَسْمَعُ فِیْھَا صَوْتَ عَبْدٍ مُسْلِمٍ سُجِنَ فِیْھَا بِمُخَالَفَتِهٖ وَذَاقَ طَعْمَ عَذَابِھَا بِمَعْصِیَتِهٖ وَحُبِسَ بَیْنَ اَطْبَاقِھَا بِجُرْمِهٖ وَجَرِیْرَتِهٖ وَھُوَ یَضِجُّ اِلَیْکَ ضَجِیْجَ مُؤَمِّلٍ لِرَحْمَتِکَ وَیُنَادِیْکَ بِلِسَانِ اَھْلِ تَوْحِیْدِکَ وَیَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِرُبُوْبِیَّتِکَ یَا مَوْلَايَ فَکَیْفَ یَبْقٰی فِی الْعَذَابِ وَھُوَ یَرْجُوْ مَا سَلَفَ مِنْ حِلْمِکَ اَمْ کَیْفَ تُؤْلِمُهُ النَّارُ وَھُوَ یَاْمُلُ فَضْلَکَ وَرَحْمَتَکَ اَمْ کَیْفَ یُحْرِقُهٗ لَھِیْبُھَا وَاَنْتَ تَسْمَعُ صَوْتَهٗ وَتَرٰی مَکَانَهٗ اَمْ کَیْفَ یَشْتَمِلُ عَلَیْهِ زَفِیْرُھَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفَهٗ اَمْ کَیْفَ یَتَقَلْقَلُ بَیْنَ اَطْبَاقِھَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ صِدْقَهٗ اَمْ کَیْفَ تَزْجُرُهٗ زَبَانِیَتُھَا وَھُوَ یُنَادِیْکَ یَا رَبَّهٗ اَمْ کَیْفَ یَرْجُوْ فَضْلَکَ فِیْ عِتْقِهٖ مِنْھَا فَتَتْرُکُهٗ فِیْھَا ھَیْھَاتَ مَا ذٰلِکَ الظَّنُّ بِکَ وَلَا الْمَعْرُوْفُ مِنْ فَضْلِکَ وَلَا مُشْبِهٌ لِمَا عَامَلْتَ بِهِ الْمُوَحِّدِیْنَ مِنْ بِرِّکَ وَاِحْسَانِکَ [1])

''تیری عزت و عظمت کی قسم اے آقا و مولا!اگر تو نے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا اور فریادیوں کی طرح نالہ و شیون کروں گا اور ''عزیز گم کردہ ''کی طرح تیری دوری پر آہ و بکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آواز دوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید،فریادیوں کا فریادرس،صادقین کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے ۔اے میرے پاکیزہ صفات،قابل حمد وثنا پروردگار کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنے بندۂ مسلمان کو اس کی مخالفت کی بنا پر جہنم میں گرفتار اور

[1] مفاتیح الجنان دعاء کمیل۔

معصیت کی بنا پر عذاب کا مزہ چکھنے والااور جرم و خطا کی بنا پر جہنم کے طبقات کے درمیان کروٹیں بدلنے والا بنادے اور پھر یہ دیکھے کہ وہ امید وارِ رحمت کی طرح فریاد کناں اور اہل توحید کی طرح پکارنے والا ،ربوبیت کے وسیلہ سے التماس کرنے والا ہے اور تو اس کی آواز نہیں سنتا ہے ۔خدایا تیرے حلم و تحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا شکار ہوگا ۔جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو،جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہوگا ۔وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے ۔

جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہوگا اور تو اسے جہنم میں کس طرح چھوڑ دے گا جب کہ وہ تیرے فضل و کرم کا امیدوار ہوگا ،ہرگز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے تونے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے ۔میں تویقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تونے اپنے منکروں کے حق میں عذاب کا فیصلہ نہ کردیا ہوتا اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ جہنم میں رکھنے کا حکم نہ دے دیا ہوتا تو ساری آتش جہنم کو سرد اور سلامتی بنا دیتا اور اس میں کسی کا ٹھکانا اور مقام نہ ہوتا ''ہمارے ایک دوست نے ہم سے کہا :شجاعت حضرت علی علیہ السلام کی اصلی خصلت ہے اور یہ خصلت ان سے جدا نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ آپ رب العالمین کی بارگاہ میں اس شہامت کے ساتھ دعا کرتے ہیں ۔آپ نے جناب کمیل کوجو دعا تعلیم فرمائی تھی اس میں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ جب گناہکار بندہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ آگ کے جنگل میں پھنس گیا ہے اور چاروں طرف سے اسکو آگ نے گھیر لیا ہے تو وہ اس وقت نہ توخاموش رہ سکتا ہے نہ کسی جگہ پر اسکو سکون ملتا ہے اور نہ ہی عذاب اور عقوبت کے لئے تسلیم ہوسکتا ہے اور یہی حال اس شخص کا ہے جس پر عذاب کا ہورہا ہو اور آگ کے شعلے اس کو ڈرا رہے ہوں تو وہ روتا ہے چلاتا ہے افسوس کرتا ہے اور آواز بلند کرتا ہے ۔قارئین!کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ اس حالت کی دعامیں کس طرح تعبیر کی گئی ہے؟(فَبِعِزَّتِکَ یَاسَیِّدِيْ وَمَوْلَايَ اُقْسِمُ صَادِقاً لَئِن تَرَکْتَنِيْ نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اِلَیْکَ بَیْنَ اَهْلِهَا ضَجِیْجَ الْآمِلِیْنَ

وَلأَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِينَ وَلأَبْكِيَنَّ عَلَيْكَ بُكَاءَ الْفَاقِدِينَ وَلأُنَادِيَنَّكَ أَيْنَ كُنْتَ يَاوَلِيَّ الْمُؤْمِنِيْنَ) ہم نے عرض کیا : تم نے مولائے کائنات کے کلام کو صحیح طور پر نہیں سمجھا ۔اگر مولائے کائنات یہ بیان فرماتے جوتم نے خیال کیا ہے تو اس خطاب کے مقدمہ میں (لوتَرَکْتَنِیْ نَاطِقاً) نہ فرماتے لیکن میں اس مقام پر حضرت علی علیہ السلام کی فطری حالت کا احساس کررہا ہوں جو آپ نے ان کلمات میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر فرمایا ہے کہ انسان اللہ کی بارگاہ میں اس شیر خوار بچہ کے مانند ہے جو دنیا میں اپنی ماں کی عطوفت، مہربانی، رحمت اور محبت کے علاوہ کوئی پناہگاہ نہیں رکھتا ہے جب بھی اسکوکوئی امر لاحق ہوتا ہے یا کوئی نقصان پہنچتا ہے تو وہ دوڑکر اپنی ماں کی آغوش میں چلاجاتا ہے اسی سے فریاد کرتا ہے اور جب وہ کسی مخالفت کا مرتکب ہوتا ہے اور اسکی ماں اسکو کوئی سزادینا چاہتی ہے اور وہ اپنی ماں کی سزا سے بچ کر کسی اور پناہگاہ میں جانا چاہتا ہے تو اسکے پاس اسکی ماں کے علاوہ کوئی اور پناہگاہ ہوتی ہی نہیں ہے لہٰذا اسکے لئے اسی سے فریاد کرنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی دوسرا شخص اسکو اذیت و تکلیف دیتا ہے تو اسکے پاس اسکی ماں کے علاوہ کوئی اور پناہگاہ نہیں ہوتی ہے۔

یہی حال مولائے کائنات کا اس دعا میں ہے آپ نے اپنے عظیم قلب سے اس دعا کی تعلیم فرمائی :اللہ سے پناہ مانگو،اس سے فریاد کرو اور اسکے علاوہ کسی اور کو اپنا ملجاوماوی نہ بناؤ۔فقط خداوند تبارک وتعالی یکتا اسکا ملجاوماوی ہے جس کے علاوہ وہ کسی کو پہچانتا ہی نہیں ہے جب بندہ یہ خیال کرتا ہے کہ خداوند عالم کا عذاب اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے کیا خداوند تبارک وتعالیٰ اسکا ملجاوماویٰ نہیں ہے؟تو پھر کیوں اس خدا سے استغاثہ کرنے میں تردد کرتا ہے؟امام زین العابدین علیہ السلام مناجات میں اسی معنی کی عکاسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:(فان طردتنی من بابک فبمن الوذ؟وان ردّدتنی عن جنابک فبمن اعوذ؟الٰھي ھل یرجع العبد الابق الّاالٰی مولاہ؟ام ھل یجیرہ من سخطہ احد سواہ[2]) ''پس اگر تو مجھ کو اپنے دروازے سے ہٹا دے گا تو میں کس کی پناہ لونگا اور اگر تو نے مجھ کو اپنی درگاہ سے لوٹا دیا تو کس کی پناہ میں رہونگا کیا فراری (بھاگا ہوا)غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے پاس پلٹتا ہے یا اس کو آقا کی

---

[1] یہاں ہم خود مو لا علیؑ کے کلمات سے مذکورہ مطالب کو اخذ کر رہے ہیں اگر مو لائے کا ئنات سے یہ کلمات صادر نہ ہوئے ہوتے تو اس طرح مو لائے کا ئنات اور خداوند عالم کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں گفتگو کی ہم جرأت نہیں کر سکتے ہیں ۔

[2] بحاالانوار جلد۹۴ص۱۴۲۔

ناراضگی سے خود آقا کے علاوہ کوئی اور بچاتا ہے ''اور آپ نے ابو حمزہ ثمالی کو جو دعا کی تعلیم فرمائی تھی اس میں آپ فرماتے ہیں: (وانا یا سیدي عائذ بفضلک هارب منک الیک[۱]) '' اور میں تیرے فضل کی پناہ چاہنے والا ہوں اور تجھ سے بھاگ کر تیری طرف آنے والا ہوں۔اسی دعا میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: (الیٰ مَن یذهب العبد إلا إلیٰ مولاہ والی مَن یذهب المخلوق الا الیٰ خالقه[۲]) ''کیا غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے پاس جا سکتا ہے اور کیا مخلوق اپنے خالق کے علاوہ کسی اور کے پاس جاتی ہے'' بندہ کے خداوند عالم سے لو لگانے کے سلسلہ میں بندہ کا اللہ سے اللہ کی طرف بھاگ کر جانا یہ بہت دقیق معانی اور بلند افکار ہیں حضرت علی علیہ السلام نے بندہ کے اللہ سے لو لگانے کی جو منظر کشی فرمائی ہے یہ محبت اور رجا و امید کے سب سے زیادہ دقیق اور لطیف مشاعر ہیں اور محبت کرنے والوں کے دلوں میں سچے دل سے گھر کرتی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے دعا کے اس فقرے میں استغاثہ کرتے وقت شعراء کا طریقہ اختیار نہیں فرمایا ہے بلکہ دعا کے اس مرحلہ کو پوار کیا ہے آپ خدا کی بارگاہ میں اپنے احساس اور شعور کی تعبیر کرنے میں بالکل سچے ہیں۔یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہمارے، اللہ کی رحمت اور اسکے فضل کی معرفت رکھتے ہوئے بھی خدا اپنے بندہ سے رجا اور محبت میں سچے اور پاک وصاف احساس کو اس بندہ کی محبت اور اسکی امید کو رد فرما دے۔حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: (فَکَیْفَ یَبْقیٰ فِی الْعَذٰابِ وَهُوَیَرْجُوا سَلَفَ مِنْ حِلْمِکَ اَمْ کَیْفَ تُؤْلِمُهُ النّٰارُ وَهُوَیَاْمُلُ فَضْلَکَ وَرَحْمَتَکَ اَمْ کَیْفَ یُحْرِقُهُ لَهِیْبُهٰا وَاَنْتَ تَسْمَعُ صَوْتَهُ وَتَریٰ مَکٰانَهُ اَمْ کَیْفَ یَشْتَمِلُ عَلَیْهِ زَفِیْرُهٰا وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفَهُ اَمْ کَیْفَ یَتَقَلْقَلُ بَیْنَ اَطْبٰاقِهٰا وَاَنْتَ تَعْلَمُ صِدْقَهُ اَمْ کَیْفَ تَزْجُرُهُ زَبٰانِیَتُهٰا وَهُوَیُنٰادِیکَ یٰارَبَّهُ'' (خدایا تیرے حلم و تحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا شکار ہوگا۔جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو،جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہوگا۔وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت

[۱] بحار الانوار جلد۹۸ص۸۴۔
[۲] بحاالانوار جلد۹۸ صفحہ ۸۸ ۔

کو جانتا ہے ۔ جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہوگا ''کیا یہ ممکن ہے کہ خداوند عالم بندہ کی ردن یناگ کا طوق ڈالدے ،اسکو اس میں جلائے حالانکہ وہ خدا کو پکار رہا ہوا پنے کئے پر پچھتا رہا ہو اور اپنی زبان سے اس کی وحدانیت کا اقرار کررہا ہو ؟ہماری زندگی میں جو کچھ اس کا حلم و فضل گذر چکا ہم اس کی مطلق اور قطعی و یقینی طور پر نفی کرتے ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام خدا وند عالم کے حلم و فضل پر اس کے فضل سے اسطرح استدلال فرماتے ہیں : (وَھُوَیَرْجُوامَاسَلَفَ مِن حِلْمِکَ)امام علیہ السلام قضیہ کے دو نوں طرف یعنی خدا وند عالم کے بندہ سے رابطہ برقرار رکھنے اور بندہ کے خداوند عالم سے لو لگانے میں قاطع اور صاف صاف طور پر بیان فرماتے ہیں۔ جس طرح اس کو یقین ہے کہ اگر بندہ کو جہنم میں بھی ڈالدیا جائیگا تو اس کی محبت اور امید اس سے جدا نہیں ہوسکتی ہے اور ہرگز خداوندعالم کے علاوہ اس کا کوئی ملجا وماویٰ نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح اس کو بھی یقین ہے کہ خداوندعالم سچی محبت اور امید کو بندے کے دل سے ختم نہیں کرتا ہے ۔

اس جزم ،قاطعیت اور صاف گوئی کے متعلق مولائے کائنات کے کلام میں غور فرمائیں: (ھیھات ماذلک الظن بک وَلاالْمَعْرُوْفُ مِن فَضْلِکَ وَلاَمُشْبِہٌ لِمَا عَامَلْتَ بِہِ الْمُوَحِّدِیْنَ مِن بِرِّکَ وَاِحْسَانِکَ فَبِالْیَقِیْنِ اَقْطَعُ لَوْلَامَاحَکَمْتَ بِہِ مِن تَعْذِیْبِ جَاحِدِیْکَ وَقَضَیْتَ بِہِ مِن اِخْلَادِ مُعَانِدِیْکَ لَجَعَلْتَ النَّارَ کُلَّھَا بَرْداً وَسَلَاماًوَمَاکَانَ لِاَحَدٍ فِیْھَا مَقَرّاً وَلَامُقَاماً [1]) ''ہرگز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے ۔تونے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ میں تو یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تونے اپنے منکروں کے حق میں عذاب کا فیصلہ نہ کردیا ہوتا اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ جہنم میں رکھنے کا حکم نہ دے دیا ہوتا تو ساری آتش جہنم کو سرد اور سلامتی بنا دیتا اور اس میں کسی کا ٹھکانا اور مقام نہ ہوتا '' یہ جزم ویقین جو بندہ خداوندعالم سے لولگانے میں رکھتا ہے یہ بلند مرتبہ ہے اور مولا کا اپنے بندے سے تعلق رکھنا یہ مرتبہ پائین ہے ۔ہم ان دونوں باتوں کا مولائے کائنات کے دوسرے کلام میں مشاہدہ کرتے ہیں جہاں پر آپ نے اپنی مشہور مناجات میں خداوند عالم کو مخاطب قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: (الٰھي وعزّتک

[1] مفاتیح الجنان دعائے کمیل ۔

وجلالک لقد احببتک محبۃ استقرّت حلاوتھا فی قلبي،وماتنعقد ضمائر موحدیک علیٰ انک تبغض محبیک[1]) ''خدایا !تجھ کو تیرے عزت و جلال کی قسم تیری محبت کی مٹھاس میرے دل میں گھر کر گئی ہے اور تیرے موحدین کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں گذرتا کہ تو ان سے نفرت کرتا ہے''۔ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کی مناجات میں آیا ہے: (الٰھي نفس اعززتھا بتوحیدک کیف تذلّھا بمھانۃ ھجرانک وضمیر انعقد علیٰ مودّتک کیف تحرقہ بحرارۃ نیرانک[2]) ''اے خدا جس نفس کو تونے اپنی توحید سے عزت دی ہے اسے کیسے اپنے فراق کی ذلت سے ذلیل کرے گا اور جس نے عشق و محبت کی گرہ باندھی ہے اس کو اپنی آگ کی حرارت سے کیسے جلائے گا''۔ حضرت سجاد علیہ السلام ابو حمزہ ثمالی کو تعلیم دینے والی دعا میں فرماتے ہیں: (افتراک یارب تخلف ظنوننا او تخیّب آمالنا؟کلّا یاکریم ،فلیس ھٰذا ظنّنا بک،ولاھٰذا طمعنا فیک یارب اِن لنَا فِیکَ اَمَلاً طوِیْلاً کَثِیراً،اِن لنَا فِیکَ رَجَاءً عَظِیْماً[3]) ''اور تو یقیناً ہمارے یقین کو جھوٹا نہیں کرے گا اور ہماری امید کو ناامید نہیں کرے گا ؟ہر گز نہیں کریم تیرے بارے میں یہ بد گمانی نہیں ہے ہم تجھ سے بہت امید رکھتے ہیں اور بہت کچھ امید لگائے بیٹھے ہیں''

محبت میں انسیت اور شوق کی حالت

محبت کا اظہار دو طرح سے ہوتا ہے ۔کبھی محبت شوق کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی محبت کسی سے انسیت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور ان دونوں حالتوں کو محبت سے تعبیر کیا جاتا ہے مگر دونوں میں یہ فرق ہے کہ بندے کے اندر شوق کی حالت اس وقت زور پکڑتی ہے جب وہ اپنے محب سے دور ہوتا ہے اور انس کی حالت اس وقت زور پکڑتی ہے جب وہ اپنے حبیب کے پاس موجود ہوتاہے۔یہ دونوں حالتیں بندے کے قلب پر اس وقت طاری ہوتی ہیں جب وہ اللہ سے لو لگاتا ہے بیشک خدا وند عالم کبھی بندے پر دور سے تجلی کرتا ہے اور کبھی نزدیک سے تجلی کرتا ہے:(اَلّذِیْ بَعُدَ فَلاَیُریٰ وَقَرُبَ فَشَھِدَ النَّجْویٰ[4]) ''جو اتنا

---

[1] مناجات اہل البیت صفحہ ۶۸۔۶۹۔
[2] بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۳۔
[3] مفا تیح الجنان دعائے ابو حمزہ ثما لی ۔
[4] مفا تیح الجنان دعائے ابو حمزہ ثمالی ۔

دور ہے کہ دکھائی نہیں دیتا ہے اور اتنا قریب ہے کہ ہر راز کا گواہ ہے'' جب وہ بندے پر دور سے تجلی کرتا ہے تو بندے میں شوق کی حالت پیدا ہوتی ہے اور جب وہ بندے پر قریب سے تجلی کرتا ہے اور بندہ اپنے مولا کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا احساس کرتا ہے: (وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ [1]) ''وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی رہو'' (وَنَحْنُ أَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ [2]) ''اور ہم اس کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں'' (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ [3]) ''اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں''تو بندہ میں انسیت کی حالت پیدا ہوتی ہے ۔دعائے افتتاح میں ان دونوں حالتوں کی امام حجت المہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے دقیق طور پر عکاسی کی گئی ہے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَا يُهْتَكُ حِجَابُهُ وَلَا يُغْلَقُ بَابُهُ [4]) ''ساری حمد اس خدا کے لئے جس کا حجاب نور اٹھایا نہیں جا سکتا ہے اور اس کا دروازہ کرم بند نہیں ہو سکتا ہے'' حجاب کی بھی دو قسمیں ہیں :حجاب ظلمت اور حجاب نور ۔کبھی انسان گھپ اندھیرے کی وجہ سے کچھ دیکھ نہیں پاتا یعنی گھٹا ٹوپ اندھیرا اس کے دیکھنے میں مانع ہوتا ہے اس کو حجاب ظلمت اور تاریکی کہا جاتا ہے ۔

کبھی انسان انتہائی روشنی اور نور کی وجہ سے کچھ دیکھ نہیں پاتا ہے جس طرح انسان وسط میں کسی رکاوٹ و حائل ہونے والی چیز کے بغیر سورج کی طرف نہیں دیکھ سکتا ہے یہ سورج کی انتہائی روشنی کی وجہ سے ہے اسی کو حجاب نور کہا جاتا ہے ۔''دنیا سے محبت ''،برائیوں کی مقارنت اور ''ما یُرِین القلب ''انسان کے اللہ سے لو لگانے میں حجاب ظلمت شمار ہوتے ہیں ۔انسان کے اللہ سے لو لگانے کیلئے حجاب نور دوسری چیز ہے، حجاب نور وہ حجاب ہے جو کبھی نہیں چھٹتا ہے ۔جیسا کہ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے اس دعا میں فرمایا ہے ۔یہ وہ حجاب ہے جو بندوں کے دلوں میں شوق و اشتیاق زیادہ کرتا ہے حضرت امام زین العابدین اپنی مناجات میں اللہ سے لو لگانے کے شوق و اشتیاق کو یوں بیان فرماتے ہیں: (وَغُلَّتِيْ لَا يُبَرِّدُهَا إِلَّا وَصْلُكَ وَلَوْعَتِيْ لَا يُطْفِيْهَا

---

[1] سورۂ حدید آیت ۴۔
[2] سورۂ ق آیت ۱۶۔
[3] سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔
[4] مفا تیح الجنان دعا ئے افتتاح ۔

اِلَّالِقاؤکَ وشُوقِيْ اِلیکَ لایبُلّہٗ اِلّاالنّظر اِلیٰ وجھکَ وقراري لایُقرّدُون دُنُوّي مِنکَ و لھفَتِيْ لایرُدُّھا اِلّارَوحُکَ وسُقْمِي لایشْفیہِ اِلّاطبُّکَ وغمّيْ لایُزیلُہٗ اِلّاقُربُکَ وجُرحِيْ لایُبرِءُہٗ اِلّاصفحُکَ ورَین قلبِیْ لایجْلُوہٗ اِلّاعفُوکَ فیا مُنْتھیٰ اَمَلِ الآملین، ویاغایۃَ سُؤلِ السّاءِلین ویااَقصیٰ طلبۃِ الطّالبین ویااَعلیٰ رَغبۃِ الرّاغبین ویاوَلِیَّ الصّالحین ویااَمان الخاءِفین،ویا مُجیب دَعوۃِ الْمُضطَرّین ویاذُخرالمُعدِمین ویاکنزالْباءِسین [1]) ''اور میرے اشتیاق کی حرارت کو تیرے وصال کے علاوہ کوئی اورچیز ٹھنڈا نہیں کر سکتی اور میرے شعلۂ شوق کو تیری ملاقات کے علاوہ کوئی چیز بجھا نہیں سکتی اور میرے شوق کو تر نہیں کرسکتا ہے مگر تیری طرف نظر کر نا میرا دل تیرے قرب کے علا وہ قرار نہیں پاتا ہے اور میری حسرت کو تیری رحمت کے سوا کوئی زائل نہیں کر تا اور میرے درد کو تیرے علاج کے سوا کوئی شفا نہیں دیتا ہے اور میرے غم کو تیرے قرب کے سوا کوئی زائل نہیں کرتا اور میرے زخم کو تیری چشم پوشی کے علا وہ کوئی ٹھیک نہیں کرتا اور میرے دل کے زنگ کو تیری معافی کی علا وہ کوئی جلا نہیں دیتا ۔

اے امید واروں کی امید کی انتہا اے سوال کرنے والوں کے منتہاء مقصود ،اے طلب کرنے والوں کے بلند ترین مطلوب اے رغبت رکھنے والوں کی بلند ترین آرزو ،اے نیکوں کے ولی اے خوف رکھنے والوں کے امان دینے والے اور اے مضطر کی دعا قبول کرنے والے اور اے بینواؤں کے ہمنوا اور اے بیچا روں کے لئے امید کا خزانہ'' اس تجلی کے با لمقابل تجلی کا ایک اور طریقہ ہے اور وہ اپنے اور بندوں کے درمیان دروازہ بند کئے ہوئے بغیر تجلی کرنا ہے وہ ان کی مناجات کو سنتا ہے ،وہ ان کی شہ رگ گردن سے بھی زیادہ ان سے قریب ہے، یحول بین المرء و قلبہ ،اس سے بندوں کے دلوں میں آنے والی کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے ،بندہ خود کو اپنے آقا کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے وہ اپنے آقا کی کوئی بھی مخالفت اور معصیت کرنے سے ڈرتا ہے ،اس کے ذکر و یاد سے مانوس ہوتا ہے ،اپنی مناجات اور دعا میں ثابت قدم رہتا ہے ،منا جات کوطول دیتا ہے ،خدا کا ذکر اور اس کو یاد کرتا ہے اور اس کے سامنے ٹھہر تا ہے ۔حدیث قد سی میں آیا ہے کہ پر ور دگار عالم رات کی تاریکی میں اپنی بارگاہ میں اپنے بعض انبیاء کور کو

---

[1] بحا رالانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۵۰۔

ع و سجو د سے متصف کرتا ہے جبکہ لوگ گہری نیند میں سوئے ہوئے ہوتے ہیں: (ولوتراھم وھم یقیمون لي في الدجیٰ،وقد مثلت نفسی بین اعینھم یخاطبوني،وقد جللت عن المشاھدۃ ویکلموني وقد عززت عن الحضور [1]) ''اگر تم ان کو رات کی تاریکی میں دیکھو گے تو وہ حالت قیام میں ہونگے وہ میرے وجود کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مجھ سے مخاطب ہوتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں درحالیکہ میں ان سے غائب ہوں'' ،بندہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے نہیں اکتا تا اور نہ ہی وقت گذرنے کا احساس کرتا ہے ۔کیاآپ نے یہ مشاہدہ نہیں کیا کہ جب انسان اپنے کسی ایسے دوست کے پاس جاتا ہے جس سے اس کو بہت زیادہ محبت ہوتی ہے تو وہ نہ اس کے پاس جانے سے اکتاتا ہے اور نہ ہی اس کو اپنے وقت گذرنے کا احساس ہوتا ہے ؟تو پھر انسان،اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے کیسے اکتا ئے گا ؟ جبکہ پر وردگار عالم اس کی بات سنتا ہے ،اس کو دیکھتا ہے اس کے خطاب اور کلام کو سنتا ہے اور وہ اس کے ساتھ ہے۔ (وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَاکُنْتُمْ [2]) ''تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے''

اللہ کے ذکر سے اس کو اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے: (الابذکراللہ تطمئن القلوب [3]) ''اور آگاہ ہو جا ؤ کہ اطمینان یاد خدا سے ہی حاصل ہوتا ہے'' امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف مشہو رو معروف دعا ئے افتتاح میں فر ما تے ہیں: فصرت ادعوک آمناواسألک مستانساً،لاخائفاًولاوجلاًمدلاًعلیک فیماقصدت فیہ الیک [4]) ''تو اب میں بڑے اطمینان کے ساتھ تجھے پکار رہا ہوں اوربڑے انس کے ساتھ تجھ سے سوال کررہا ہوں نہ خوفزدہ ہوں نہ لرزاں ہوں اپنے ارادوں میں تجھ سے اصرارکررہا ہوں''

بیشک یہ حالت اللہ سے اُنس اور اس سے اطمینان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے،اللہ سے مدد اور امن کا احساس ایسی کیفیت ہے جو اللہ کی بارگاہ میں حاضری،اس کی قُربت اور معیت سے وجود میں آتی ہے اوریہ بندہ کی اللہ سے لولگا نے کی سب سے افضل حالت ہے لیکن ہر چیز کی اللہ سے لولگا نے کی مثال نہیں دی جاسکتی ہے،بلکہ اس سے حالت شوق کا ملاہوا ہونا ضرور ی ہے یہاں تک کہ اس

[1] لقاء اللہ صفحہ ۱۰۱۔
[2] سورۂ حدید آیت ۴۔
[3] سورہ رعدآیت ۲۸۔
[4] مفا تیح الجنان دعاء افتتاح ۔

حالت کو کامل متوازن اور منظم ہونا چاہئے ۔اولیاء اللہ اور اس کے نیک بندوں کی عبادت اور ان کے اللہ سے لو لگانے کے سلسلہ میں یہ دو اہم حالتیں ہیں کبھی ان کی عبادت اور اللہ سے لو لگانے میں شوق اور ہم و غم غالب رہتا ہے اور کبھی ان کی عبادت اور اللہ سے لو لگانے میں اُنس ،سکون واطمینان غالب رہتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے اور کبھی ویسا ہوتا ہے یہی سب سے افضل حالتیں ہیں اور اللہ سے لو لگانے میں نظم وانس کی حالت سے بہت قریب ہیں ۔

حما دبن حبیب عطار کوفی سے مروی ہے :ہم حاجیوں کا قافلہ اپنا رخت سفر باندھ کر نکلا تو ہم رات کے وقت ''زبالہ ''(عراق سے حاجیوں کے راستہ میں آنے والا مقام)نامی جگہ پر پہنچے تو کالی آندھی آئی اور میں قافلہ سے بچھڑ گیا اور بقیہ رات اسی جنگل و بیابان میں گذری جب میں ایک چٹیل میدان پر پہنچا جب رات آئی تو میں نے ایک درخت کے نیچے قیام کیا اور جب گھپ اندھیرا چھا گیا تو میرے پاس ایک نوجوان آیا جو سفید لباس پہنے ہوئے تھا ،اس کے منھ سے مسک کی خوشبو آرہی تھی میں نے سوچا :یہ کوئی اللہ کا ولی ہے ۔

میں کچھ ڈرا کہ یہ شخص کیا چاہتا ہے ،وہ ایک جگہ پر پہنچا اور نماز کیلئے تیاری کرنے لگا ،پھر جب وہ نماز کیلئے کھڑا ہونے لگا تو اس کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے :یامَن احازکل شيءٍ ملکوتاوقھرکل شيءٍ جبروتا،اولج قلبي فرح الاقبال علیک والحقني بمیدان المطیعین لک '' (اے وہ کہ جو ہر چیز پر محیط ہے اور غالب ہے میرے دل میں ہر مناجات کی خوشی ڈالدے اور اپنے اطاعت گذار بندوں میں شمار فرما ''اس کے بعد وہ نماز میں مشغول ہوگیا ۔

جب اندھیرا چھٹ گیا تو اس کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے :(یامَن قصدہ الطالبون فاصابوہ مرشدا،وامّہ الخائفون فوجدوہ متفضّلا و لجأالیہ العابدون فوجدوہ نوالا متیٰ وجد راحۃ مَن نصب لغیرک بدنہ ومتیٰ فرح مَن قصد سواک بنیتہ الٰھي قد تقشّع الظلام ولم اقض من خد متک وطراً، ولامن حاض مناجاتک مدراً،صلّ اللہ علیٰ محمد وآلہ،وافعل بي اولی الامرین بک یاارحم الراحمین) ''اے وہ ذات جس کا

حقیقت کے طالبوں نے قصد کیا تو اس کو رہنما پایا اور خائفین نے اس کو اپنا پیشوا قرار دیا تو اس کو سخی پایا ،عابدین نے اس کو اپنی پناہ گاہ قرار دیا تو اس کو آسان پناہ گاہ پایا وہ شخص کیسے آرام پا سکتا ہے جو تیرے علاوہ کسی اور کیلئے خود کو خستہ کرے اور وہ کب خوش ہو سکتا ہے جو اپنے باطن میں تیرے علاوہ کسی اور کا قصد کرے ۔ خدایا! تاریکیاں چھٹ گئیں لیکن میں تیری ذرہ برابر خدمت نہ کر سکا اور نہ ذرہ برابر تجھ سے مناجات کر سکا ،محمد وآل محمد پر درود بھیج اور دو سروں کے ساتھ وہ سلوک کر جو تیرے لئے زیادہ سزاوار ہے اے ارحم الراحمین ''میں نے خیال کیا کہ کہیں یہ شخص دنیا سے نہ گذر جائے اور اس کا اثر مجھ تک پہنچے تو میں نے اس سے کہا :آپ سے رنج و تعب کیسے دور ہوا اور آپ کو ایسا شوق شدید اور لذت و رغبت کس نے عطا کی ہے ۔آپ کون ہیں ؟تو انھوں نے مجھ سے فرمایا :میں علی بن الحسین بن علی بن ابو طالب ہوں[1]۔

اصمعی سے مروی ہے :میں رات میں خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا تو میں نے دیکھا ایک خوبصورت جوان کعبہ کے پردے کو ہاتھوں میں تھامے ہوئے کہہ رہا ہے: (نامت العیون وعلت النجوم وانت الملک الحي القیوم،غلقت الملوک ابوابھا،واقامت علیھا حرّاسھا،وبابک مفتوح للسائلین،جئتک لتنظر اليَّ برحمتک یاارحم الراحمین) ''آنکھیں محو خواب ہیں ستارے نکل آئے ہیں اور تو حی و قیوم بادشاہ ہے ،بادشاہوں کے دروازے بند ہیں اور ان پر پہرے دار کھڑے ہیں جبکہ حاجتمندوں کیلئے تیرا دروازہ کھلا ہوا ہے میں تیرے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نظر رحمت ڈال دے ''

پھر اس کے بعد زبان پر یہ اشعار جاری کئے: (یامَن یُجیب دعا المضطرّفي الظلم یاکاشف الضرّوالبلویٰ مع السقم) ''اے وہ ہستی جو تاریکیوں میں مجبور شخص کی دعا قبول کرتی ہے اے وہ ہستی جو ہماری پریشانیاور بلا کو دور کرنے والی ہے '' قد نام وفدک حول البیت قاطبۃ وانت وحدک یاقیوم لم تنم '' خانۂ کعبہ کے ارد گرد تیری تمام مخلوق سو گئی جبکہ اے قیوم !تو نہیں سویا ''ادعوک رب دعاء قد امرت بھا فارحم بکاءي بحقِ البیت والحرم '' پرور دگارا !تیرے حکم کے مطابق میں تجھے پکار رہا ہوں لہٰذا خانۂ کعبہ اور حرم کے

[1] بحار الانوار جلد ۴۶ صفحہ ۷۷۔۷۸ ۔

واسطے میرے گریہ پر لطف نازل فرما'' ان کان عفوک لایرجوه ذو سرف فمن یجود علی العاصین بالنعم ''اگر چہ زیادہ روی کرنے والا تیری معافی کا امیدوار نہ ہو تو گنا ہگاروں پر نعمتوں کی بارش کون کرے گا'' جب میں نے تحقیقات کی تو، معلوم ہوا کہ آپ امام زین العا بدین علیہ السلام ہیں[1]۔طاؤو س فقیہ سے مروی ہے'': رأیتہ یطوف من العشاء الیٰ السحر ویتعبّد فلمالم یرأحداً رمق السماء بطرفہ وقال:الهي غارت نجوم سماواتک ،وهجعت عیون انامک،وابوابک مفتحات للسائلین،جئتک لتغفرلي وترحمني وتریني وجہ جدی محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم في عرصات القیامۃ'''میں نے آپ کو عشاء کے وقت سے لیکر سحر تک خانہ کعبہ کا طواف اور عبادت کرتے دیکھا جب وہاں پر کوئی دکھائی نہ دیا تو آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا: ثم بکیٰ وقالو عزّتک وجلالک ماااردت بمعصیتي مخالفتک، وما عصیتک اذ عصیتک وانا بک شاکٌ ولابنکالک جاهل،ولالعقوبتک متعرض،ولکن سوّلت لي نفسي واعانني علیٰ ذالک سترک المرخیٰ بہ عليّ،فالآن من عذابک من یستنقذني ؟وبحبل من اعتصم ان قطعت حبلک عني؟فواسواتاه غداً من الوقوف بین یدیک ،اذا قیل للمخفّین جُوزوا،وللمثقلین حطّوا،أمع المخفین،أجوز ؟أم مع المثقلین احط؟ویلي کلما طال عمري کثرت خطایاي ولم اتب،أماآن لی ان استحیي من ربّي''؟ثم بکیٰ وانشأیقول:اتحرقني بالناریاغایۃ المنیٰ فأین رجا ءي ثم این محبّتي اتیت بأعمال قباح رزیّۃ ومافي الوریٰ خلق جنیٰ کجنایتي ثم بکیٰ وقال: سبحانک تُعصي کانّک لاتریٰ،وتحلم کانّک لم تُعصَ۔تتودّدالیٰ خلقک بحسن الصنیع کأن بک الحاجۃ الیهم،وانت یاسیدي الغنی عنهم۔ثمّ خرّالی الأرض ساجداً۔قال:فدنوت منہ وشلت برأسہ ووضعتہ علیٰ رکبتي وبکیت حتیٰ جرت دموعي علیٰ خدہ،فاستویٰ جالساًوقال:من الذّي أشغلني عن ذکرربّي؟فقلت:أناطاووس یابن رسول اللّٰہ ماهذاالجزع والفزع؟ونحن یلزمناأن نفعل مثل هذاونحن عاصون جانون۔أبوک الحسین بن عليّ وأمّک فاطمۃالزهراء،وجدُّک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ۔قال:فالتفت اليّ وقال:هیهات هیهات یاطاووس دع عنّي حدیث أبي وأمّي وجدّي خلق اللّٰہ الجنّۃ لمن أطاعہ وأحسن،ولوکان عبداً حبشیّاً،وخلق النارلمن عصاه ولوکان ولداً قرشیّاً۔أماسمعت قولہ تعالیٰ:(فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّورِ فَلَاأَنسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَلَا یَتَسَاءَلُونَ[2]) واللہ لاینفعک غداً الاّتقدمۃتقدّمها من عمل صالح''[3]

[1] بحارالانوار جلد ۴۶صفحہ ۸۰۔۸۱۔
[2] سورۂ آل عمران آیت ۱۹۰۔
[3] بحارالانوار جلد ۴۶ صفحہ ۸۱ ۔۸۲ ۔

''معبود تیرے آسمان کے ستارے غروب کر چکے ہیں تیری مخلوق کی آنکھیں بند ہیں جبکہ حاجتمندوں کیلئے تیرے دروازے کھلے ہیں میں تجھ سے رحمت اور مغفرت کا خواہاں اور عرصۂ قیامت میں اپنے جد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی آرزو لیکر آیا ہوں''پھر آپؑ نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا'': تجھ کو اپنی عزت و جلال کی قسم، میں نے گناہ کے ذریعہ تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا اور میں نے جو تیری مخالفت کی ہے وہ اس حالت میں مخالفت نہیں کی ہے کہ مجھ کو تیری ذات میں شک رہا ہو اور میں تیرے عذاب سے نا واقف رہا ہوں نیز تیری سزا کی طرف بڑھنے والا ہوں بلکہ میرے نفس نے میرے لئے امور کو مزین کردیا اور سونے پر سہاگا یہ ہوا کہ تو نے میری پردہ پوشی کی تو اب مجھ کو تیرے عذاب سے کون بچائے گا ؟نیز اگر تو مجھ سے اپنی ریسمان کو توڑلے تو میں کس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑوں ؟کل تیرے سامنے کھڑا ہونا میرے لئے کتنا رسوائی کا سبب ہوگا جب ہلکے بوجھ والوں سے آگے بڑھ جانے کیلئے کہا جائیگا اور زیادہ بوجھ والوں سے کہا جائیگا کہ اتر جاؤ ؟کیا میں ہلکے بوجھ والوں کے ساتھ گذر جاؤنگا یا زیادہ بوجھ والوں کے ساتھ گر جاؤنگا ؟کتنا افسوس ہے کہ جتنی میری عمر بڑھ رہی ہے مجھ سے غلطیاں زیادہ سرزد ہو رہی ہیں جبکہ میں نے ابھی توبہ بھی نہیں کی ہے ؟کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے پروردگار سے توبہ کروں؟ پھر آپ نے روکر اس مفہوم کے یہ اشعار کہنا شروع کئے: اتحرقنی بالنار یاغایۃ المنیٰ فأین رجائی ثم این محبتی'' اے آرزؤوں کی انتہا کیا تو مجھ کو آگ میں جلائیگا تو میری امید اور محبت کہاں گئی ؟

اتیت بأعمال قباح رزیۃ ومافی الوریٰ خلق جنیٰ کجنایتی'' میں برے کام کرکے آیا ہوں اور میری طرح کسی نے جرم نہیں کیا ہے'' پھر آپ نے روکر فرمایا: تو پاک و منزہ ہے تیری نا فرمانی کی جاتی ہے گویا تو نہیں دیکھتا اور تو برداشت کرتا ہے گویا تیری نا فرمانی نہیں کی گئی ہے،تو اپنی مخلوقات سے اچھے کام کے ذریعہ محبت کرتا ہے گویا تجھ کو ان کی ضرورت ہے جبکہ اے میرے آقا تو اس سے بے نیاز ہے ۔پھر آپ سجدے میں گر پڑے ۔طاؤس فقیہ کا کہنا ہے کہ میں ان کے نزدیک گیا اور ان کا سر اٹھا کر اپنے زانوپر رکھا اور اتنا رویا کہ میرے آنسو ان کے رخسار پر بہنے لگے ۔امام علیہ السلام اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا :کس نے مجھ کو میرے

رب کی یاد سے روک دیا ؟میں نے عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں طاؤس ہوں یہ بیتابی کس لئے ہے ؟ایسا تو ہمیں کرنا چاہئے درانحالیکہ ہم گناہگار اور مجرم ہیں۔آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں ،مادر گرامی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں جد بزرگوار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔طاؤس کہتے ہیں کہ پھر میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا : اے طاؤس ہرگز ہرگز مجھ سے میرے والدین اور جد بزرگوار کی گفتگو مت کرو خدا وند عالم نے بہشت اطاعت گذار اور نیک افراد کیلئے خلق کی ہے چاہے وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو ،اور دوزخ گناہگار کیلئے خلق کی ہے چاہے وہ قریشی ہی کیوں نہ ہو ؟کیا تم نے خداوند عالم کا یہ فرمان نہیں سنا ہے: (فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ[1]) '' پھر جب صور پھونکا جائیگا تو نہ رشتہ داریاں ہوں گی اور نہ آپس میں کوئی ایک دوسرے کے حالات پوچھے گا '' خدا کی قسم کل تمھیں وہی نیک عمل فائدہ پہنچائے گا جس کو تم پہلے سے بجالا چکے ہوگے '' حبہ عرنی سے مروی ہے '' : بینا أنا و ''نوف '' نائمین فی رحبة القصر،اذ نحن بأمیر المؤمنین،فی بقیةمن اللیل،واضعاًیدہ علیٰ الحائط شبہ الوالہ،وھویقول:(اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ)ثم جعل یقرأھذہ الآیات،ویمر شبہ الطائر عقلہ فقال:أراقد یاحبة أم رامق؟ قلت:رامق،ھذاأنت تعمل ھذا العمل فکیف نحن؟!فأرخیٰ عینہ فبکی،ثم قال لي:یاحبة ان للّٰہ موقفاًولنا بین یدیہ موقف،فلا یخفیٰ علیہ شیء من أعمالنا،یاحبة ان اللّٰہ أقرب الیک والیّ من حبل الورید،یاحبة انہ لن یحجبني ولاایاک عن اللّٰہ شیء ثم قال:أراقد أنت یانوف؟ قال:لایاأمیر المؤمنین ماأنابراقد،ولقدأطلت بکائی ھذہ اللیلة ثم وعظھاوذکرھما،وقال في أواخرہ :فکونوا من اللّٰہ علیٰ حذر فقدأنذرتکما ثم جعل یمرّ وھویقول:(لیت شعري في غفلاتي أمعرض أنت عني أم ناظراليّ ولیت شعری فی طول منامي وقلةشکري في نعمک عليّ ماحالي؟ قال:فواللّٰہ مازال فی ھذہ الحال حتیٰ طلع الفجر[2] ''میں اور نوف قصر کی کشادہ زمین پر سورہے تھے کہ اتنے میں مولائے کائنات رات کے آخری حصہ میں حیران شخص کی طرح دیوار پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہے تھے: (اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) ''بیشک زمین وآسمان کی خلقت ''اور ایک حیران و پریشان پرندہ کی طرح چلے جارہے تھے ؟پھر آپ نے فرمایا :اے نوف سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو

[1] سورۂ مؤمنون آیت۱۰۱۔
[2] فلاح السائل لابن طاؤس صفحہ ۲۶۶ ۔

؟میں نے عرض کیا :جاگ رہا ہوں ۔جب آپ ایسا کہہ رہے ہیں تو ہمارا کیا حال ہو گا ؟!پھر آپ نے آنکھیں نیچی کرکے گریہ فرمایا اس کے بعد مجھ سے فرمایا :بیشک خدا کا ایک موقف ہے اور ہمارا ایک موقف ہے لہٰذا ہمارا اس پر کوئی عمل مخفی نہیں رہتا ۔اے حبہ! خداوند عالم ہم سے اور تم سے شہ رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے ۔اے حبہ مجھ کواور تم کو خداوند عالم سے کوئی چیز نہیں روک سکتی ہے ۔پھر آپ نے فرمایا :اے نوف سو رہے ہو ؟ میں نے عرض کیا :نہیں امیر المومنین میں بیدار ہوں ،کیونکہ اس شب میں آپ نے بہت زیادہ گریہ فرمایا ۔پھر آپ نے نوف اور حبہ کو نصیحت فرمائی اور یاد دہانی کرائی ،اور آخر میں فرمایا :خدا سے ڈرتے رہو میں نے تم کو ڈرادیا ۔پھر آپ یہ کہہ کر گذرنے لگے '' :کاش مجھ کو اپنی غفلتوں کی حالتوں میں معلوم ہوتا کہ اے خدا تو مجھ سے بے توجہی کر رہا ہے یا میری طرف نظر کرم کئے ہوئے ہے ،کاش مجھ کو اپنی طولانی نیند کی حالت میں نیز نعمتوں کے سلسلہ میں کم شکری کے وقت معلوم ہوتا کہ میری کیا حالت ہے ۔

خدا کی قسم آپ طلوع فجر تک اسی حالت میں رہے'' اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعائیں اور مناجات میں خاص طور سے وہ پندرہ مناجات جن کو علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے اُنس اور شوق کی حامل ہیں ۔

ہمارے لئے اہل بیت علیہم السلام کی میراث (دعاؤں)میں ان صورتوں اور معانی کا لازوال خزانہ موجود ہے جبکہ اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے پاس اس طرح کا ذخیرہ بہت کم پایا جاتا ہے ہم اس محبت کو ختم کرنے سے پہلے بعض صورتوں کو ذیل میں بیان کر رہے ہیں: (الٰہي من ذاالذي ذاق حلاوۃ محبتک فرام منک بدلاومن ذالذي انس بقربک فا بتغیٰ عنک حولا ؟ الٰہي فاجعلنامن اصطفیتہ لقربک وولایتک واخلصتہ لودک و محبّتک،وشوقتہ الیٰ لقائک،ورضّیتہ بقضائک،ومنحتہ النظرالیٰ وجھک،و حبوتہ برضاک،واعذ تہ من ھُجرک وقلا ک،وبوّاتہ مقعد الصدق في جوارک،وخصصتہ بمعرفتک،واھلتہ لعبادتک،وھیّمت قلبہ لارادتک واجتبیتہ لمشاھدتک،واخلیت وجھہ لک،وفرّغت فؤادہ لحبک،ورغّبتہ فیما عندک،والھمتہ ذکرک،واوزعتہ شکرک،وشغلتہ بطاعتک،وصیرّتہ من صالحی

بربتک،واخترته لمناجاتک،وقطعت عنه کل شئی یقطعه عنک۔ اللھم اجعلنا ممن دابھم الارتیاح الیک والحنین ودھرھم الزفرة الانین،جباھھم ساجدة لعظمتک،وعیونھم ساھرة لخدمتک،ودموعھم سائلة من خشیتک وقلوبھم متعلقة بمحبتک،وافئدتھم منخلعة من مھابتک یامن انوارقدسه لابصار محبیه رائقة وسبحات وجھه لقلوب عارفیه شائقة،ویامنیٰ قلوب المشتاقین،ویاغایة آمال المحبین اسألک حبک وحب من یحبک،وحب کلّ عمل یوصلني الی قربک،وان تجعلک احب الیّ مماسواک وان تجعل حبی ایاّک قائداًالی رضوانک وشوقي الیک ذائداًعن عصیانک،وامنن بالنظرالیک عليّ وانظربعین الودوالعطف الیّ،ولاتصرف عني وجھک [1]) ''خدایا! وہ کون ہے جس کو تیری محبت کا مزہ مل گیا ہے ہو اوراس کے بعد بھی تیرا بدل تلاش کر رہا ہے اور وہ کون ہے جو تیرے انس سے مانوس ہوگیا اور اس کے بعد تجھ سے ہٹنا چاہتا ہے ؟خدایا !ہمیں ان لوگوں میں قراردے جن کو قرب اوراپنی محبت کیلئے منتخب کیا ہے اور دوستی کیلئے خالص قرار دیا ہے اپنی ملاقات کا مشتاق بنایا ہے اپنے فیصلہ سے راضی کیا ہے اور اپنی طرف نظر کرنے کی توفیق عنایت کی ہے اپنی رضا کا تحفہ دیا ہے اپنے فراق اور ناراضگی سے بچایاہے اور اپنے ہمسایہ میں بہترین جگہ عنایت کی ہے اپنی معرفت سے مخصوص کیا ہے اور اپنی عبادت کا اہل بنایا ہے اپنی چاہت کے لئے ان کے دلوں کو گرویدہ کر لیاہے اور اپنے مشاہدہ کیلئے انھیں چُن لیا ہے اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عنایت کی ہے اور اپنی محبت کیلئے ان کے دلوں کو خالی کر لیا ہے اپنے ثواب کے لئے راغب بنایا ہے اور اپنے ذکر کا الہام کیا ہے اپنے شکر کی توفیق دی ہے اور اپنی اطاعت کے لئے مشغول کیا ہے اپنے نیک بندوں میں قرار دیا ہے اور اپنی منا جات کیلئے چُن لیا ہے اور ہراس چیز سے الگ کر دیا ہے جوبندے کو تجھ سے الگ کر سکے۔

خدا یا !مجھے ان لوگوں میں قرار دے جن کا طریقہ تیری طرف توجہ اور اشتیاق ہے اور ان کی زندگی عاشقانہ نا لۂ وآہ سے پُر ہیں اور پیشانیاں تیرے سجدہ میں جھکی ہوئی ہیں اور آنکھیں تیری خدمت میں بیدار ہیں ان کے آنسو تیرے خوف سے رواں ہیں اوران کے دل تیری محبت سے وابستہ ہیں۔ ان کے قلوب تیرے خوف سے دنیا سے الگ ہوگئے ہیں اے وہ کہ جس کے انوار قدسیہ

[1] بحارالانوار جلد ۶۴ صفحہ ۱۴۸ ۔

چاہنے والوں کی نگاہوں کیلئے روشن ہیں اور اس کی ذات کی تجلّیاں عارفین کے دلوں کیلئے نمایاں ہیں اے مشتاقین کے دلوں کی آرزو اوراے چاہنے والوں کی آرزو کی انتہا میں تجھ سے تیری اورتیرے چاہنے والوں کی،اور ہر نیک عمل کی محبت چاہتا ہوں جو مجھ کو تیرے قرب تک پہونچادے اور تجھے ساری کائنات سے محبوب بنادے اور اس کے بعد تواسی رضا کو اپنی رضا تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور اسی شوق کو اپنی معصیت سے بچنے کاوسیلہ بنا دینا، مجھ پریہ احسان کر کہ میری نگاہ تیری طرف رہے اور توخود مجھے عطوفت کی نگاہ سے دیکھتارہے اور اپنے منھ کو مجھ سے موڑنہ لینا ''دعاء کے یہ فقرے محبت، شوق اور اُنس کا بیکراں خزانہ ہیں ہم دعاکے ان فقروں پر کوئی حاشیہ نہیں لگانا چاہتےاور ہرگز ہمارے اندر اتنی استطاعت بھی نہیں ہے جوان دعاؤں کے فقروں کواور خوبصورت بناکر بیان کریں اور ہم اتنی صلاحیت واستعداد کے مالک بھی نہیں ہیں کہ اللہ سے دعا محبت اور ادب پر کوئی حاشیہ لگا سکیں ۔سب سے پہلے ہماری نظر دعا کے ان فقروں پر مرکوز ہو جاتی ہے جن کے ذریعہ امام ؑنے اپنے رب کو پکارا ہے : (یامنیٰ قلوب المشتاقین ویاغایۃ آمال المحبّین)۔(یامن انوارقدسہ لابصار محبیہ رائقۃ وسبحات وجھہ لقلوب عارفیہ شائقۃ)''اے وہ کہ جس کے انوار قدسیہ چاہنے والوں کی نگاہوں کیلئے روشن ہیں اور اس کی ذات کی تجلّیاں عارفین کے دلوں کیلئے نمایاں ہیں اے مشتاقین کے دلوں کی آرزو ''اس دعا میں امام علیہ السلام نے تین باتیں بیان فرمائی ہیں اور بندہ اپنے پروردگار سے ان ہی تین عظیم چیزوں کو طلب کرتا ہے ۔

١۔آپ نے سب سے پہلے اللہ سے دعا فرمائی کہ وہ ان نفس کا انتخاب فرمائے اُن کے نفس (قلب)کو اپنی محبت کیلئے خالص کردے ،جن چیزوں کا وہ مالک ہے ان کی طرف رغبت دلائے ،ان کے دل کو اپنی محبت میں مشغول کردے ،جوچیزیں اس نے خود سے منقطع کی ہیں اُن سے بھی منقطع کردے اور جو چیزیں خود سے دور کی ہیں ان سے بھی دور فرما دے ۔امام علیہ السلام نے خداوندعالم سے جو کچھ طلب فرمایاہے اس پر گامزن ہونے کیلئے سب سے پہلے اس چیز کا ہونا ضروری ہے اور اس کے آغاز وابتداء کے بغیر انسان اللہ سے ملاقات کرنے کیلئے اس مشکل راستہ پر گامزن نہیں ہوسکتا اور وجہ اللہ کا ہر نبی اور صدیق بآسانی مشاہدہ

کر سکتا ہے ۔اگر چہ وجہ اللہ پر نظر کرنا رزق ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے یہ رزق عطا کرنے کیلئے منتخب کر لیتا ہے لہذا بندے کیلئے اللہ کے رزق کو حاصل کر کے اس کی کنجیاں حاصل کرنا ضروری ہے جب خداوند عالم اپنے بندہ کو رزق عطا کر تا ہے تو اس کو اس رزق کے دروازے اور کنجیاں بھی عطا کر دیتا ہے اور اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے ۔کچھ لوگ اللہ تعالیٰ سے بغیر دروازے اور کنجیوں کے رزق طلب کرتے ہیں وہ اللہ کو اس کی ان سنتوں اور قوانین کے خلاف پکارتے ہیں جن کو اس نے اپنے بندوں کو عطا کیا ہے۔انسان کو جن دروازوں سے خداوند عالم سے ملاقات اور وجہ کریم کا مشاہدہ کرنے کیلئے اقدام کرنا چاہئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:ا ۔دل کو ہر طرح کے گناہ رنج وغم اور دنیا سے لولگانے سے پرہیز کرنا چاہئے جس کو علماء تخلیہ کہتے ہیں (یعنی دل کو ہر طرح کے رنج وغم اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے لولگانے سے خالی ہونا چاہئے) امام علیہ السلام فرماتے ہیں: (واجعلنا ممن اخلصتہ لودّک ومحبّتک،واخلیت وجھہ لک، وفرّغت فؤادہ لحبّک،وقطعت عنہ کل شيءیقطعہ عنک) ''خدایا! ہم کوان لوگوں میں سے قرار دے جن کو اپنی محبت اور مودت کیلئے خالص کیا ہے اور اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عطا کی ہے اور اپنی محبت کیلئے ان کے دلوں کوخالی کر لیا ہے اور ہر اس چیز سے الگ کر دیا ہے جو بندہ کو تجھ سے الگ کر سکے'' منفی پہلو کے اعتبار سے ابتداء میںیہ پہلا مرحلہ ہے۔

علماء کے قول کے مطابق ابتداء میں دوسرا مرحلہ (التحلیہ ۔التخلیہ)کے بالمقابل ہے یہ وہ ایجابی مطلب ہے جس کو امام علیہ السلام نے مندرجہ ذیل فقروں میں خداوند عالم سے طلب فرمایا ہے: (رضّیتہ بقضائک،وحبوتہ برضاک وخصصتہ بمعرفتک،واھلتہ لعبادتک،ورغبتہ فیما عندک ،والھمتہ ذکرک،واوزعتہ شکرک،وشغلتہ بطاعتک،وصیرّتہ من صالحي بریتک،واخترتہ لمناجاتک)واجعلنا جباھھم ساجدۃ لعظمتک،وعیونھم ساھرۃ فی خدمتک،ودموعھم سائلۃ من خشیتک،وافئدتھم منخلعۃ من رھبتک'' (اپنے فیصلہ سے راضی کیا ہے اور اپنی طرف نظر کرنے کی توفیق عنایت کی ہے اپنی رضا کا تحفہ دیا ہے اپنے فراق اور ناراضگی سے بچایاہے اور اپنے ہمسایہ میں بہترین جگہ عنایت کی ہے اپنی معرفت سے مخصوص کیا ہے اور اپنی عبادت کا اہل بنایا ہے اپنی چاہت کے لئے ان کے دلوں کو گرویدہ کر

لیاہے اور اپنے مشاہدہ کیلئے انھیں چُن لیا ہے'''' اور پیشانیاں تیرے سجدہ میں جھکی ہوئی ہیں اور آنکھیں تیری خدمت میں بیدار ہیں ان کے آنسو تیرے خوف سے رواں ہیں اوران کے دل تیری محبت سے وابستہ ہیں''ان دونوں باتوں سے گفتگو کا آغاز اللہ سے لو لگانے کی کنجی ہے یہ وہ راستہ ہے جس پر انسان کے گامزن رہنے کی غرض اللہ سے ملاقات ،اس کے وجہہ کریم اور جمال و جلال کا مشاہدہ کرنا ہے ۔

۲۔دوسرا مرحلہ بھی پہلے مرحلہ پر مترتب ہے اور یہ اللہ سے ملاقات کرنے کا درمیانی راستہ ہے ۔اور اسکے بغیر انسان اللہ تک نہیں پہنچ سکتا اور اسکے قرب و جوار تک نہیں پہونچ سکتا ہے ۔(فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُقْتَدِرٍ[۱]) ''اس پاکیزہ مقام پر جو صاحب اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں ہے'' انسان کو اس مقصد تک پہنچانے والی سواری جس کی ہر نبی ،ولی ،صدیق اور شہید نے تمنا کی ہے وہ محبت اللہ سے انس اور اللہ سے شوق ملاقات ہے محبت شوق اور انس کے بغیر انسان اللہ کے بتا ئے ہوئے اس بلند مرتبہ تک ترقی کرنا ممکن نہیں ہے ۔ محبت شوق اور اُنس ،اللہ کے رزق میں بیشک اللہ اپنا رزق بندوں میں سے جس بندہ کا چاہے انتخاب کر کے عطا کر سکتاہے لیکن جن مقدمات کو امام نے ذکر کیا ہے ہم ان مقدمات کو اس مناجات کے فقروں میں الگ الگ مشاہدہ کر تے ہیں۔امام علیہ السلام بڑے ہی اصرار کے ساتھ ان چیزوں کو خدا سے طلب کرتے ہیں اور مختلف وسیلوں اور تعبیروں سے خداسے متوسّل ہوتے ہیں آپ عمدہ جملوں سے خداوند عالم کو پکا رتے ہیں : (یا منیٰ قلوب المشتا قین ویاغایۃ آمال المحبین) ''اے مشتاقین کے دلوں کی آرزو اوراے چاہنے والوں کی آرزو کی انتہا ''

پھر آپ اللہ کی محبت ،خدا جس کو دوست رکھتا ہے اس کی محبت اور ہر اس عمل کی محبت مانگتے ہیں جو بندہ کو اللہ کے قرب و جوار تک پہنچا تا ہے ۔ہم براہ راست امام علیہ السلام کے کلمات میں غور و فکر کرتے ہیں اس لئے کہ حاشیہ پردازی ہما رے براہ راست آفاق میں محبت کے سلسلہ میں غور و فکر کرنے کے لمحات واوقات کو تباہ و برباد کردے گی جس محبت کو امام علیہ السلام

[۱] سورۂ قمر آیت ۵۵

نے ہمارے لئے اس دعا میں پیش کیا ہے: (أسألک حبک وحب من یحبک،وحب کل عمل یوصلني الیٰ قربک،وان تجعلک احب الیّ مما سواک،وان تجعل حبي ایاک قاءِداً الیٰ رضوانک،وشوقي الیک ذائدا عن عصیانک وامنن بالنظر الیک عليّ وانظر بعین الود والعطف الیولا تصرف عنِي وجھک'' اور آپ نے فرمایا :(واجعلنا ممن شوقتہ الیٰ لقائک ،واعذتہ من ھجرک وقلاک وھیمت قلبہ لارادتک (اس کے بعد آپ نے فرمایا: (اللھم اجعلنا ممّن دابھم الارتیاج الیک والحنین ،ودھرھم الزفرۃ والانین ۔قلوبھم متعلقۃ بمحبتک،وافئدتھم منخلعۃ من مھابتک)ان جملوں کو مندرجہ ذیل چار چیزوں میں اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے: ا۔ہم اس کے ہجر و فراق سے پناہ چاہتے ہیں ۔

۲۔ہم کو اپنی محبت اور مودّت کا رزق عطا کر ۔

۳۔ہم کو اپنے سے مانوس ہونے کا رزق عطا کر ۔

۴۔ہم کو اپنی ملاقات کا شوق عطا کر ۔

امام علیہ السلام نے ''انس اور شوق ''کو اس مختصر سے جملہ میں سمو دیا ہے: (واجعلنا ممن دابھم الارتیاح الیک والحنین)اللہ سے خوش ہونا اس کی طرف راغب ہونے کے علاوہ ہے اور ان دونوں چیزوں کو امام علیہ السلام نے اللہ سے طلب کیا ہے ارتیاح (خوش ہونا)وہ انسیت ہے جو ملاقات سے پیدا ہوتی ہے اور رغبت وہ شوق ہے جو انسان کو اللہ سے ملاقات کرنے کیلئے اُکساتا ہے ۔

۳۔اس عظیم و بزرگ دعا میں اللہ سے لو لگانے کے لئے سواری، سب سے عظیم آخری مقصد جس کو انبیاء علیھم السلام اور صدیقین نے بھی طلب فرمایا ہے وہ خداوند عالم کے وجہ کا دیدار کرنا ہے ،اس مقصد تک وہی افراد پہنچ سکتے ہیں جن کو خداوندذ عالم نے اپنے قرب و جوارکیلئے منتخب فرمایا ہے ۔امام علیہ السلام فرماتے ہیں: (وَاجْعَلْنَا مِمَّن مَنَحْتَہَ النَّظَرَالیٰ وَجْہِکَ وَبَوَّأتَہُ مَقْعَدَالصِّدْقِ في جَوا

رِکَ وَاجْتَبَیْتَہٗ لِمُشَاهَدَتِکَ وَاَمْنُنْ بِالنَّظَرِ اِلَیْکَ عَلَيَّ) ''اور ہم کو ان لوگوں میں قرار دے جن کو اپنی طرف نظر کرنے کی توفیق عنایت کی ہے اور اپنے ہمسایہ میں بہترین جگہ عنایت کی ہے اور اپنے مشاہدہ کے لئے انھیں چُن لیا ہے ۔اور مجھ پر یہ احسان کرکہ میری نگاہ تیری طرف رہے'' انسان اپنے پروردگار کے وجہ کا دیدار اور اس کے جلال و جمال کا قریب سے مشاہدہ کرنے کی آرزو رکھتا ہے ،اس کے قرب و جوار میں بیٹھنے کی خواہش و تمنا رکھتا ہے اور اپنے پروردگار سے شراباً طهوراً سے سیراب ہونا چاہتا ہے ۔

دوسری صورت

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں میں شوق اور انس و محبت کی دوسری صورت پریوں روشنی ڈالی گئی ہے: (اِلٰهی فَاسْلُکْ بِنَا سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلَیْکَ وَسَیِّرْنَا فِیْ اَقْرَبِ الطُّرُقِ لِلْوُفُوْدِ عَلَیْکَ قَرِّبْ عَلَیْنَا الْبَعِیْدَ وَسَهِّلْ عَلَیْنَا الْعَسِیْرَ الشَّدِیْدَ وَاَلْحِقْنَا بِعِبَادِکَ الَّذِیْنَ هُمْ بِالْبِدَارِ اِلَیْکَ یُسَارِعُوْنَ وَبَابَکَ عَلَی الدَّوَامِ یَطْرُقُوْنَ وَاِیَّاکَ فِی اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ یَعْبُدُوْنَ وَهُمْ مِنْ هَیْبَتِکَ مُشْفِقُوْنَ الَّذِیْنَ صَفَّیْتَ لَهُمُ الْمَشَارِبَ وَبَلَّغْتَهُمُ الرَّغَائِبَ وَاَنْجَحْتَ لَهُمُ الْمَطَالِبَ وَقَضَیْتَ لَهُمْ مِنْ فَضْلِکَ الْمَآرِبَ وَمَلَأْتَ لَهُمْ ضَمَائِرَهُمْ مِنْ حُبِّکَ وَرَوَّیْتَهُمْ مِنْ صَافِيْ شُرْبِکَ فَبِکَ اِلٰی لَذِیْذِ مُنَاجَاتِکَ وَصَلُوْا وَمِنْکَ اَقْصٰی مَقَاصِدِهِمْ حَصَّلُوْا فَیَامَنْ هُوَعَلَی الْمُقْبِلِیْنَ عَلَیْهِ مُقْبِلٌ وَبِالْعَطْفِ عَلَیْهِمْ عَائِدٌ مُفْضِلٌ وَبِالْغَافِلِیْنَ عَنْ ذِکْرِهِ رَحِیْمٌ رَؤُوْفٌ وَبِجَذْبِهِمْ اِلٰی بَابِهٖ وَدُوْدٌ عَطُوْفٌ اَسْاَلُکَ اَنْ تَجْعَلَنِيْ مِنْ اَوْفَرِهِمْ مِنْکَ حَظّاً وَاَعْلَاهُمْ عِنْدَکَ مَنْزِلاً وَاَجْزَلِهِمْ مِنْ وُدِّکَ قِسْماً وَاَفْضَلِهِمْ فِیْ مَعْرِفَتِکَ نَصِیْباً فَقَدِ انْقَطَعَتْ اِلَیْکَ هِمَّتِيْ وَانْصَرَفَتْ نَحْوَکَ رَغْبَتِيْ فَاَنْتَ لَاغَیْرُکَ مُرَادِيْ وَلَکَ لَاسِوَاکَ سَهَرِيْ وَسُهَادِيْ وَلِقَاؤُکَ قُرَّةُ عَیْنِيْ وَوَصْلُکَ مُنٰی نَفْسِيْ وَاِلَیْکَ شَوْقِيْ وَفِيْ مَحَبَّتِکَ وَلَهِيْ وَاِلٰی هَوَاکَ صَبَابَتِيْ وَرِضَاکَ بُغْیَتِيْ وَرُؤْیَتُکَ حَاجَتِيْ وَجِوَارُکَ طَلَبِيْ وَقُرْبُکَ غَایَةُ سُؤْلِيْ وَفِيْ مُنَاجَاتِکَ رَوْحِيْ وَرَاحَتِيْ وَعِنْدَکَ دَوَاءُ عِلَّتِيْ وَشِفَاءُ غُلَّتِيْ وَبَرْدُ لَوْعَتِيْ وَکَشْفُ کُرْبَتِيْ فَکُنْ اَنِیْسِيْ فِیْ وَحْشَتِيْ وَمُقِیْلَ عَثْرَتِيْ وَغَافِرَ زَلَّتِيْ وَقَابِلَ تَوْبَتِيْ وَمُجِیْبَ دَعْوَتِيْ وَوَلِيَّ عِصْمَتِيْ وَمُغْنِيَ فَاقَتِيْ وَلَاتَقْطَعْنِيْ عَنْکَ وَلَاتُبْعِدْنِيْ مِنْکَ یَانَعِیْمِيْ وَجَنَّتِيْ وَیَادُنْیَايَ وَآخِرَتِيْ[1]) ''خدایا ہم کو اپنی طرف پہنچنے کے راستوں کی ہدایت فرما دے اور ہمیں اپنی بارگاہ میں حاضری کے قریب ترین راستہ پر چلادے ،ہر دور کو قریب،

[1] بحارالانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۸۔

ہر سخت اور مشکل کو آسان بنا دے اور ہمیں ان بندوں سے ملا دے جو تیزی کے ساتھ تیری طرف بڑھنے والے ہیں اور ہمیشہ تیرے درکرم کو کھٹکھٹانے والے ہیں اور دن رات تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی ہیبت سے خوفزدہ رہتے ہیں جن کے لئے تو نے چشمے صاف کردئے ہیں اور ان کو امیدوں تک پہنچا دیا ہے اور ان کے مطالب کو پورا کردیا ہے اور اپنے فضل سے ان کی حاجتوں کو مکمل کردیا ہے اپنی محبت سے ان کے دلوں کو بھر دیا ہے اور اپنے صاف چشمہ سے انھیں سیراب کردیا ہے وہ تیرے ہی ذریعہ تیری لذیذ مناجات تک پہنچے ہیں اور تیرے ہی ذریعہ انھوں نے اپنے بلندترین مقاصد کو حاصل کیا ہے اے وہ خدا جو اپنی طرف آنے والوں کا استقبال کرتا ہے اور ان پر مسلسل مہربانی کرتا ہے اپنی یاد سے غافل رہنے والوں پر بھی مہربان رہتا ہے اور انھیں محبت کے ساتھ اپنے دروازے کی طرف کھینچ لیتا ہے خدایا میرا سوال یہ ہے کہ میرے اپنی بہترین نعمت کا سب سے زیادہ حصہ قرار دے اور بہترین منزل کا مالک بنا دے اور اپنی محبت کا عظیم ترین حصہ عطا فرمادے اور اپنی معرفت کا بلند ترین مرتبہ دیدے چونکہ میری ہمت تیری ہی طرف ہے فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کیلئے نہیں تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور تیرا وصال میرے نفس کی امید ہے اور تیری جانب میرا شوق ہے اور تیری ہی محبت میں میری بے قراری ہے تیری ہی خواہش کی طرف میری توجہ ہے اور تیری ہی رضا میری آرزو ہے تیری ہی ملاقات میری حاجت ہے اور تیرا ہی ہمسایہ میرا مطلوب ہے تیرا قرب میرے سوالات کی انتہا ہے ۔

اور تیری مناجات میں میری راحت اور سکون ہے تیرے پاس میرے مرض کی دوا ہے اور میری تشنگی کا علاج ہے، غم کی بیقراری کی ٹھنڈک، رنج و غم کی دوری تیرے ہی ذمہ ہے، تو میری وحشت میں میرا انیس لغزشوں میں کا سنبھالنے والا اور خطاؤں کومعاف کرنے والا اور میری توبہ کو قبول کرنے والا اور میری دعا کا قبول کرنے والا، میری حفاظت کا ذمہ دار فاقہ میں غنی بنانے والا ہے مجھے اپنے سے الگ نہ کرنا اپنی بارگاہ سے دور نہ کرنا اے میری نعمت، اے میری جنت اے میری دنیا و آخرت'' یہ مناجات کا نہایت ہی بزرگ ٹکڑا ہے اور دعا کے آداب میں سے بہت ہی عمدہ طریقہ ہے، اہل بیت علیہم السلام کے عمدہ و بہترین

کلمات میں سے ایک بہترین کلمہ ہے :دعا ،تضرع اور محبت کے سلسلہ میں ،اور یہ بہت زیادہ غور و فکر کا مستحق ہے۔ ہم اس مناجات میں بیان کی گئی حب الٰہی کی بعض صورتوں اور افکار پر صرصری نظر ڈالتے ہیں: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مناجات کے آغاز میں پروردگار عالم سے سہارے کی تمنا کرتے ہیں کہ اے خدا ہم کو اپنی طرف پہنچنے والے راستوں پر چلا دے اس پوری دعا کا خلاصہ یہی جملے ہیں اور دعا کے سب سے اہم مطالب ہیں اس دعا میں حضرت امام زین العابدینؑ خدا سے دنیا اور آخرت کی دعا نہیں مانگتے ہیں بلکہ آپؑ خدا سے اپنے سے شرعی محبت کا مطالبہ فرماتے ہیں، اس کا قرب،اس تک رسائی اور اس کا جوار طلب کرتے ہیں اور اپنا ٹھکانا انبیاء علیہم السلام،شہداء اور صدیقین کے ساتھ طلب کرتے ہیں ۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں : (اِلٰہی فَاسْلُکْ بِنَا سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلَیْکَ)آپؑ نے واحد صیغہ ''سبیل الْوُصُوْلِ اِلَیْکَ ''نہیں فرمایا ہے بلکہ آپ نے ''سُبُلَ الْوُصُوْلِ ''جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے چونکہ خدا وند عالم تک رسائی کا راستہ ایک ہی ہے متعدد راستے نہیں ہیں اور قرآن کریم نے بھی واحد ''صراط ''راستہ کا تذکرہ کیا ہے: (اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّالِّیْنَ [1]) ''ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے نعمتیں نازل کی ہیں ان کا راستہ نہیں جن پر غضب نازل ہوا ہے یا جو بہکے ہوئے ہیں''آیت:(وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلیٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ [2]) ''اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت دے دیتا ہے''اور آیت : (وَیَھْدِیْھِمْ اِلیٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ [3]) ''اور انھیں صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے''اور آیت:(وَاجْتَبَیْنَاھُمْ وَھَدَیْنَاھُمْ اِلیٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ [4]) ''انھیں بھی منتخب کیا اور سب کو سیدھے راستے کی ہدایت کردی''،لیکن ''سبیل ''،جمع کے صیغہ کے ساتھ قرآن کریم میں حق اور باطل کے سلسلہ میں بہت زیادہ استعمال ہوا ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے: (یَھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہُ سُبُلَ السَّلَامِ [5]) ''جس کے ذریعہ خدا اپنی خشنودی کا اتباع کرنے والوں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت

[1] سورۂ فاتحہ آیت ۶۔۷۔
[2] سورۂ بقرہ آیت ۲۱۳۔
[3] سورۂ مائدہ آیت ۱۶۔
[4] سورۂ انعام آیت ۸۷۔
[5] سورۂ مائدہ آیت ۱۶۔

کرتا ہے'' آیت: (لاَتَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ [1]) ''اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ راہ خدا سے الگ ہو جاؤ گے '' آیت: (وَمَا لَنَا اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا [2]) ''اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ کریں جب کہ اسی نے ہمیں ہمارے راستوں کی ہدایت دی ہے'' آیت: (وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ [3]) ''اور جن لوگوں نے ہمارے حق میں جہاد کیا ہے ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے اور یقیناً اللہ حسن عمل والوں کے ساتھ ہے'' اللہ نے انسانوں کے چلنے کیلئے متعدد راستے بنائے ہیں جن پر وہ اللہ تک رسائی کیلئے گامزن ہوتے ہیں اور علماء کے درمیان یہ مشہور ہے: (ان الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق) ''خداوند عالم کی طرف جانے والے راستے اتنے ہی ہیں جتنی مخلوقات کے سانس کی تعداد ہے''

یہ تمام راستے اللہ تک پہنچنے والے صراط مستقیم کے ما تحت جاری ہوتے ہیں لیکن خداوند عالم نے ہر انسان کیلئے ایک طریقہ قرار دیا ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے رب کی معرفت حاصل کرتا ہے اور خدا تک پہنچنے کیلئے اس پر گامزن ہوتا ہے ۔کچھ لوگ علم اور عقل کے راستہ کے ذریعہ خدا تک رسائی حاصل کرتے ہیں ،کچھ لوگ اور دل کے ذریعہ خدا تک پہنچتے ہیں اور کچھ لوگ اللہ کے ساتھ معاملات اور تجارت کے ذریعہ اس کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں اور سب سے افضل و بہتر طریقہ یہی ہے کہ انسان براہ راست خداوند عالم سے معاملہ کرے اور اس کی عطا و بخشش اخذ کرے ۔

اس سلسلہ میں خداوند عالم کا ارشاد ہے: (يَا اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ اَلِيمٍ [4]) ''ایمان والو کیا تمھیں ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچالے'' اور خداوند عالم کا یہ فرمان ہے: (وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ [5]) ''اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو مرضئ پروردگار کیلئے بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے'' حضرت امام زین العابدین علیہ السلام خداوند عالم سے اس تک پہنچنے کے متعدد راستے طلب کر

[1] سورۂ انعام آیت ۱۵۳۔
[2] سورۂ ابراہیم آیت ۱۲۔
[3] سورۂ عنکبوت آیت ۶۹۔
[4] سورۂ صف آیت ۱۰۔
[5] سورۂ بقرہ آیت ۲۰۷۔

تے ہیں ۔جب انسان خدا وند عالم تک رسائی کی خاطر متعدد راستے طے کرے گا تو اس کا خدا کے قرب و جوار تک پہنچنا زیادہ قوی و بلیغ ہو گا ۔اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پروردگار عالم سے اُس کے اُن صالحین بندوں سے ملحق ہونے کی خواہش کرتے ہیں جو اللہ سے لو لگانے میں دوسروں سے سبقت کرتے ہیں اور رات دن اللہ کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہتے ہیں ۔اللہ تک رسائی کا راستہ بہت دشوار ہے اس طریقہ کی قرآن کریم نے ''ذات الشوکۃ''کے نام سے تعبیر کی ہے ۔بہت سے لوگ ہیں جو اس طریقہ کی بڑے عزم و صدق و صفا سے سیر کا آغاز کرتے ہیں لیکن وہ آدھا راستہ طے کرنے کے بعد ڈنوا ڈول (بہک)ہو جاتے ہیں ۔

اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام خدا سے یوں سوال کرتے ہیں کہ اے خدا مجھ کو اپنی قربت عطا کر ،اس مشکل سفر میں میرے راستہ کو آسان کر مجھے گذشتہ صالحین سے ملحق فرما چونکہ اولیاء اورخار دار راستہ کو طے کرنے کیلئے صالحین کی معیت اور مصاحبت سب کے دلوں کو محکم کر دیتی ہے اور راستہ تک پہچانے کیلئے ان کے عزم و ارادہ میں اضافہ کرتی ہے ۔

بیشک اللہ تک رسائی بہت مشکل ہے جب کچھ صالحین بندے اس راستہ کو طے کرتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے تمسک اختیار کرتے ہیں،حق اور صبر کی وصیت کرتے ہیں ۔اسی طرح ان کے لئے ''ذات الشوکہ''راستہ طے کرنا آسان ہو جاتا ہے ۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اس مشکل اور طویل راستہ کو طے کرنے اور صالحین کے تقرب اور ان سے ملحق ہونے کیلئے فرماتے ہیں: (وَسَیِّرْنَافِیْ اَقْرَبِ الطُّرُقِ لِلْوُفُوْدِعَلَیْکَ قَرِّبْ عَلَیْنَاالْبَعِیْدَوَسَهِّلْ عَلَیْنَا الْعَسِیْرَالشَّدِیْدَ،وَاَلْحِقْنَابِعِبَادِکَ الَّذِیْنَ هُمْ بِالْبِدَارِاِلَیْکَ یُسَارِعُوْنَ وَبَابَکَ عَلیٰ الدَّوَامِ یَطْرُقُوْنَ وَاِیَّاکَ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِیَعْبُدُوْنَ)''خدا یا ہمیں اپنی بارگاہ میں حاضری کے قریب ترین راستہ پر چلادے ،ہر دور کو قریب ، ہر سخت اور مشکل کو آسان بنا دے اور ہمیں ان بندوں سے ملا دے جو تیزی کے ساتھ تیری طرف بڑھنے والے ہیں اور ہمیشہ تیرے درکرم کو کھٹکھٹانے والے ہیں اور دن رات تیری ہی عبادت کرتے ہیں''

دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام صالحین کی صفات بیان فرماتے ہیں جن سے آپ ملحق ہونے کیلئے اللہ سے سوال کرتے ہیں اور ان کو ایسی عظیم صفت سے متصف کرتے ہیں جس کے بارے میں بہت زیادہ تفکر اور غور و فکر کی ضرورت ہے: (صَفَّیْتَ لَهُمُ الْمَشَارِبَ وَ بَلَّغْتَهُمُ الرَّغَائِبَ وَمَلَأْتَ لَهُمْ ضَمَائِرَهُمْ مِنْ حُبِّكَ وَرَوَّيْتَهُمْ مِن صَافِيْ شِرْبِكَ) ''جن کے لئے تو نے چشمے صاف کردئے ہیں اور ان کو امیدوں تک پہنچا دیا ہے۔ اپنی محبت سے ان کے دلوں کو بھر دیا ہے اور اپنے صاف چشمہ سے انھیں سیراب کردیا ہے

''یہ کونسی صاف،شفاف اورپاکیزہ شراب ہے جس سے ان کا پروردگار انھیں دنیا میں سیراب کریگا ؟اور وہ کونسا ظرف ہے جن کو اللہ نے اپنی محبت سے پُر کردیا ہے ؟بیشک وہ پاک وپاکیزہ اور صاف وشفاف شراب، محبت ،یقین ،اخلاص اور معرفت ہے اور ظرف دل ہے ۔

خداوندعالم نے انسان کو معرفت ،یقین اور محبت کیلئے بہت سے ظروف کا رزق عطا کیا ہے لیکن ۔قلب ۔دل ۔ان سب میں اعظم ہے ۔جب خداوندعالم کسی بندہ کو منتخب کر لیتا ہے تو اس کے دل کو پاک وپاکیزہ اور صاف وشفاف شراب سے سیراب کردیتاہے تو اس کا عمل رفتار وگفتار اور اس کی عطا و بخشش بھی اس شراب کے مثل پاک وپاکیزہ اور صاف وشفاف ہوگی ۔

بیشک دل کی واردات اور صادرات میں مشا بہت اور سنخیت پائی جاتی ہے جب دل کی واردات پاک صاف خالص اور گوارا ہیں تو دل کی صادرات بھی اسی کے مشابہ ہونگی تو پھر بندہ کا فعل گفتار ،نظریات اخلاق موقف اور اس کی عطا و بخشش صاف اور گوارا ہوگی جب دل کی واردا ت گندی یا کثافت سے مخلوط ہوگی جن کو شیا طین اپنے دوستوں کو بتایا کر تے ہیں تو لامحالہ دل کی صادرات کذب ونفاق ،خبث نفس اور اللہ ورسول سے روگردانی کے مشابہ ہوگی ۔رسول اسلام ﷺ سے مروی ہے کہ: (ان في القلب لمّتين :لمّة من الملک،وايعاد بالخير وتصديق بالحق،ولمّة من العدو :ايعاد بالشرّ وتکذيب للحق ۔فمن وجد ذالک فليعلم انہ من اللہ،ومن وجد

الآخر فلیتعوذ باللہ من الشیطان)ثمّ قرأ (اَلشَّیطان یَعِدُکُمُ الفَقرَ وَیا مُرُکُم بِالفَحشَاءِ وَاللہُ یَعِدُکُم مَغفِرَۃً مِنہُ وَفَضلاً [۱]) اور حق کی تصدیق کے لئے ہوتی ہے جبکہ دوسری حالت دشمن کی جانب سے ہوتی ہے جو برائی کے وعدے اور حق کی تکذیب کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے جس کو پہلی حالت مل جائے اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ خداوند عالم کی جانب سے ہے اور جس کو دوسری حالت ملے اس کو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنا چاہئے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: (اَلشَّیطان یَعِدُکُمُ الفَقرَ وَیا مُرُکُم بِالفَحشَاءِ وَاللہُ یَعِدُکُم مَغفِرَۃً مِنہُ وَفَضلاً [۲]) ''شیطان تم سے فقیری کا وعدہ کرتا ہے اور تمھیں برائیوں کا حکم دیتا ہے اور خدا مغفرت اور فضل و احسان کا وعدہ کرتا ہے''فرشتہ والی حالت یہ دل کی طرف ربّانی واردات ہے اور شیطان کی حالت یہ دل کی طرف شیطانی واردات ہے۔کیا تم نے شہد کی مکھی کا مشاہدہ نہیں کیا جو پھولوں سے رس چوستی ہے لوگوں کیلئے میٹھا شہد مہیا کرتی ہے اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے لہٰذا جب وہ کثیف جگہوں سے اپنی غذا مہیا کرے گی تو اس کا بھی ویسا ہی اثر ہوگا ۔

خداوند عالم اپنے خلیل ابراہیم اسحاق اور یعقوب علیہم السلام سے فرماتا ہے:(وَاذکُر عِبَادَنَا اِبرَاہِیمَ وَاِسحَاقَ وَیَعقُوبَ اُولِی الاَیدِیْ وَالاَبصَارِ اِنَّا اَخلَصنَاہُم بِخَالِصَۃٍ ذِکرَی الدَّارِ وَاِنَّہُم عِندَنَا لَمِنَ المُصطَفَینَ الاَخیَارِ [۳]) ''اور اے پیغمبر ہمارے بندے ابراہیم اسحاق اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو صاحبان قوت اور صاحبان بصیرت تھے ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھا اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک بندوں میں سے تھے''یہ عظیم صفت جو اللہ نے ان جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کو عطا کی ہے وہ قوت اور بصیرت ہے ایدی اور ابصار یہ اس خالص شراب کا نتیجہ ہے جو اللہ نے ان کو عطا کی ہے: (اِنَّا اَخلَصنَاہُم بِخَالِصَۃٍ ذِکرَی الدَّارِ [۴]) ''ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھا''اگر خداوند عالم نے ان کو اس خالص ذکری الدار سے مزیّن

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت۲۶۸
[۲] تفسیر المیزان جلد ۲صفحہ ۴۰۴ ۔
[۳] سورۂ ص آیت ۴۵۔۴۷۔
[۴] سورۂ ص آیت۴۶۔

نہ فرمایا ہوتا تو وہ ان کیلئے نہ قوت ہوتی اور نہ بصیرت [1]۔اگر انسان پاک و صاف اور اچھے اعمال انجام دیتا ہے تو اس کیلئے پاک و شفاف غذا نوش کرنا ضروری ہے اور انسان کا دل وہی واپس کرتا ہے جو کچھ وہ اخذ کرتا ہے ۔

اصل اختیار

ہم قلب و دل کی واردات اور صادرات اور ان کے ما بین مشا بہت اور سنخیت کو بیان کرنے کے بعد یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں :یہ گفتار اصل اختیار سے کوئی منا فات نہیں رکھتی ہے جو متعدد قرآنی مفا ہیم اور افکار کی بنیاد ہے ۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دل ایک خالی ظرف ہے جو کچھ خیر و شر اس میں ڈالا جاتا ہے اسی کو واپس کرتا ہے بلکہ دل ایسا ظرف ہے جو کچھ اس میں ڈالا جاتا ہے اس کو اخذ کرلیتا ہے اور حق کو باطل اور خیر کو شر سے جدا کرتا ہے ۔افکار اسلامی اصولوں میں سے یہ ایک اصل ہے اس اصل کی بنیاد ''وعا القلب'' ہے اور اسی ''اختیار'' پر اسلام کے متعدد مسائل ،اصول اور قضایا موقوف ہیں ۔

اسلامی روایات میں وارد ہوا ہے کہ انسانی حیات میں دل کے کردار کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ حق و باطل کو جدا کرنے پر قادر ہے ۔روایت میں آیا ہے کہ حضرت دا ؤ دؑ نے اپنے پروردگار سے یوں منا جات کی ہے'': الٰہي لکل ملک خزانۃ،فأین خزائنک؟فقال جلّ جلالہ:لی خزانۃ أعظم من العرش،واوسع من الکرسي،واطیب من الجنۃ،وأزین من الملکوت، أرضھاالمعرفۃ،وسماءوھاالایمان،وشمسھاالشوق،وقمرھاالمحبۃ ،و نجومھاالخواطر،وسحابھاالعقل،ومطرھاالرحمۃ،وشجرھاالطاعۃ،وثمرھا الحکمۃ،ولھااربعۃ ارکان:التوکّل والتفکیر،والأُنس والذکرولھااربعۃابواب:العلم والحکمۃ والصبروالرضاالاوھي القلب [2]) ''اے میرے پروردگار ہر ملک کا خزانہ ہو تا ہے تو تیرا خزانہ کہا ں ہے ؟پروردگار عالم نے فرمایا : میرا خزانہ عرش اعظم ہے ،کر سی سے وسیع ہے ،جنت سے زیادہ پاکیزہ ہے

---

[1] اس مقام پر قلب کی واردات اور صادرات کے ما بین جدلی تعلق ہے اگر دل کی واردات اچھی ہو ں گی اس کے بر عکس بھی صحیح ہے یعنی جب انسان نیک اعمال انجام دیتا ہے تو خدا وند عالم اس کو منتخب کر لیتا ہے اور جب انسان برے کام انجام دیتا ہے تو خدا وند عالم اس سے پاک و صاف خالص شراب سے پردہ کر لیتا ہے اور اس کو خود اسی کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور وہ اسی طرح کھاتاپیتا ہے جس طرح شیطان اور خو اہشات نفسانی اس کی رہنما ئی کرتے ہیں اور لوگ شیطان اور خو اہشات نفسانی کے دسترخوان سے غذا نوش کرتے ہیں ۔

[2] بحارالانوارجلد ۱۵صفحہ۳۹۔

،ملکوت سے زیادہ مزین ہے زمین اس کی معرفت ہے ،آسمان اس کا ایمان ہے ،سورج اس کا شوق ہے، قمر اس کی محبت ہے، ستا رے اس کے خیالات ہیں، عقل اس کے بادل ہیں بارش اس کی رحمت ہے ،طاقت اس کا درخت ہے، حکمت اس کا پھل ہے ،اسکے چار رکن ہیں :توکل، تفکر ،انس اور ذکر ۔اس کے چار دروازے ہیں : علم، حکمت، صبر اور رضا ۔آگاہ ہو جاؤ وہی دل ہے''

روایت (جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے)سوال اور جواب کی صورت میں رمزی طور پر گفتگو کرتی ہے اور اسلامی روایات میں یہ مشہور و معروف لغت ہے ۔روایت میں ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ سے فرمایا'' : یاموسیٰ جرد قلبک لحبّي،فاني جعلت قلبک میدان حبي،وبسطت في قلبک ارضاً من معرفتي،وبنیت في قلبک شمساً من شوقي،وامضیت في قلبک قمراً من محبتي،وجعلت في قلبک عیناً من التفکّروادرت في قلبک ریحاً من توفیقي، وامطرت في قلبک مطراً من تفضّلي،وزرعت في قلبک زرعاً من صدقي،وانبت في قلبک اشجاراً من طاعتي،ووضعت في قلبک جبالاً من یقیني [۱])'' اے موسیٰ اپنے دل کو میری محبت کے لئے خالی کر دو ،کیونکہ میں نے تمہارے دل کو اپنی محبت کا میدان قرار دیا ہے، اور تمہارے دل میں اپنی معرفت کی کچھ زمین ایجاد کی ہے ،اور تمہارے دل میں اپنے شوق کا سورج تعمیر کیا ہے تمہارے دل میں اپنی محبت کا چاند بنایا ہے ،تمہارے دل میں فکر کی آنکھ بنا ئی ہے تمہارے دل میں اپنی توفیق کی ہوا چلا ئی ہے تمہارے دل میں اپنے فضل کی بارش کی ہے تمہارے دل میں اپنی سچا ئی کی کھیتی کی ہے تمہارے دل میں اپنی اطاعت کے درخت اگا ئے ہیں تمہارے دل میں اپنے یقین کے پہاڑ رکھے ہیں'' اس روایت میں بھی راز دارانہ گفتگو کی گئی ہے اور دونوں روایات دل کیلئے حق کو باطل اور ہدایت کو ضلالت و گمراہی سے جدا کرنے کیلئے واعی کی شرح کر رہی ہیں ۔

ہم پھر مناجات کا رخ کرتے ہیں اس کے بعد امام علیہ السلام خدا وند عالم کو اس لطیف و رقیق انداز میں پکا رتے ہیں: (فَیَا مَن هُوَعَلیٰ الْمُقْبِلِینَ عَلَیْهِ مُقْبِلُ،وَ بِالْعَطْفِ عَلَیْهِم عَاءِدُ مُفْضِلُ،وَبِا الْغَافِلِینَ عَن ذِکْرِہِ رَحِیمُ رَء وف،وَبِجَذْ بِهِمْ اِلیٰ بَابِهِ وَدُوْدُ عَطُوف) ''اے وہ خدا جو اپنی طرف آنے والوں کا استقبال کرتا ہے اور ان پر مسلسل مہربانی کرتا ہے اپنی یاد سے غافل رہنے والوں پر بھی مہربان رہتا

[۱] بحارالانوار جلد ۱۵ صفحہ۳۹۔

ہے اور انھیں محبت کے ساتھ اپنے دروازے کی طرف کھینچ لیتا ہے'' اس مناجات میں دو باتیں شامل ہیں: بیشک پروردگار عالم اس بندے کا استقبال کرتا ہے جو اس کی خدائی کا اقرار کرتا ہے اور اس پر اپنا فضل و کرم کرتا ہے ۔خدا وند عالم اپنے سے غفلت کرنے والے بندوں پر مہربانی و عطوفت کرتا ہے اور ربانی جذبات کے ذریعہ ان سے غفلت دور کردیتا ہے ۔اس کے بعد امام علیہ السلام اللہ سے اس طرح مناجات کرتے ہیں: (اَسْئَلُکَ اَن تَجْعَلَنِيْ مِن اَوْفَرِهِمْ مِنْکَ حَظّاً وَاَعْلَاهُمْ عِنْدَکَ مَنْزِلاً وَاَجْزَلِهِمْ مِن وُدِّکَ قِسْماًوَاَ فْضَلِهِمْ فِيْ مَعْرِفَتِکَ نَصِیْباً) ''خدایا میرا سوال یہ ہے کہ میرے لئے اپنی بہترین نعمت کا سب سے زیادہ حصہ قرار دے اور بہترین منزل کا مالک بنا دے اور اپنی محبت کا عظیم ترین حصہ عطا فرمادے اور اپنی معرفت کا بلند ترین مرتبہ دیدے''

دعا کے اس فقرہ سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے :اس جملہ سے پہلے توامام علیہ السلام خدا وند عالم سے یہ درخواست کر رہے تھے کہ مجھ کو ان سے ملحق کردے اور اب یہ تمنا و آرزو کر رہے ہیں کہ اپنے پاس سے میرے زیادہ فضل اور بلند ترین مقام و منزلت قرار دے ،اب اس سوال کو پہلے سوال سے کیسے ملایا جا سکتا ہے ؟دعا میں اور دعا کرتے وقت امام علیہ السلام کے نفس میں کونسی چیز موجزن ہو رہی تھی کہ امام علیہ السلام نے صالحین سے ملحق ہونے کی دعا کرنے سے پہلے ان پر اپنی سبقت اور امامت کی دعا فرمائی ؟اس سوال کا جواب دینے سے پہلے اس سوال کی تشریح ضروری ہے اور یہ دعا کے اسرار میں سے ایک راز ہے ۔خداوند عالم نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ ہم اس سے دعا کرنے سے فرار اختیار نہ کریں ،دعا کرنے میں بخل سے کام نہ لیں ،جب ہمارا مولا کریم ہے ،جب مسٔول (جس سے سوال کیا جا رہا ہے)کریم ہے تو اس سے سوال کرنے میں بخل سے کام لینا بہت بری بات ہے ،جس کی رحمت کے خزانوں کی کوئی انتہا نہیں ہے ،جو ختم ہونے والے نہیں ہیں اور اس کی کثرت عطا سے صرف اس کا جود و کرم ہی زیادہ ہوتا ہے [1]۔خدا وند عالم نے ہم کو ''عباد الرحمن ''کے آداب و اخلاق میں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم خدا وند عالم ''ساری حمد اس خدا کیلئے ہے جس کا امر اوراس کی حمد مخلوقات میں نمایاں ہے اور جس کی بزرگی اس کے کرم کے ذریعہ

---

[1] دعا ئے افتتاح میں آیا ہے:
''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْفَا شِیْ فِیْ الْخَلْقِ اَمْرُہُ وَحَمْدُ ہُ الظَّاهِرِ بِالْکَرَمِ مَجْدُہُ الْبَاسِطِ بِالْجُوْدِ یَدَہُ اَلَّذِیْ لَاتَنْقُصُ خَزَاءِنُہُ وَلَاتَزِیْدُہُ کَثْرَۃُ الْعَطَاءِ اِلَّاجُوْداًوَکَرَماًاِنَّہُ هُوَالْعَزِیْزُالْوَهَّابُ)

نمایاں ہے،اور اس کے دونوں ہاتھ بخشش کیلئے کھلے ہوئے ہیں ،اس کے خزانوں میں کمی نہیں ہے ،اور کثرت عطا اس کے یہاں سوائے جود و کرم کے کسی بات کا اضافہ نہیں ہوتا ہے‘‘سے یہ سوال کریں کہ وہ ہم کو متقین کا امام قرار دے:(واجعلنا للمتقین اماماً [1])’’اور ہم کو متقین کا امام قرار دے‘‘ہم معصوم علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں یہ اولوا العزمی والا جملہ بہت زیادہ پڑھا کرتے ہیں: (آثرنِی وَلاتُؤثِرْ عَلَیَّ اَحداً)’’مجھ کو ترجیح دے اور مجھ پر کسی کو ترجیح نہ دے‘‘

دعائے قاع اور قمہ

دعاؤں کی دو قسمیں ہیں ایک میں بندہ کے مقام اور ان برائیوں اور گناہوں کو مجسم کیا جاتا ہے جن سے انسان مرکب ہے جس کو عربی میں قاع کے نام سے یاد کیا گیاہے دوسری قسم میں خداوند عالم کے سلسلہ میں انسان کے شوق اور رجحان کو مجسم کیا جاتاہے اور خدا وند عالم کے جود و کرم وسخاوت اور اس کی رحمت کے خزانوں کی کوئی حد نہیں ہے اس کوعربی میں قمہ کہا جاتاہے ۔حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعائے اسحار میں دونوں کے مابین اسی نفسی فاصلہ کو بیان فرماتے ہیں: (اِذارَاَیتُ مَوْلَيَ ذُنُوبِيْ فَزِعْتُ،وَاِذارَاَیتُ کَرَمَکَ طَمِعْتُ)’’جب میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو ڈرجاتا ہوں اور جب میں تیرے کرم کو دیکھتا ہوں تو پُرامید ہوجاتا ہوں‘‘

اور اسی دعا میں آپؑ فرماتے ہیں :(عَظُمَ یاسَیِّدِيْ اَمَلِي وَسَاءَ عَمَلِي فَاَعْطِنِيْ مِنْ عَفْوِکَ بِمِقْدَارِ عَمَلِيْ وَلاتُؤاخِذْنِي بِأَسْوَءِ عَمَلِيْ)’’اے میرے مالک میری امیدیں عظیم ہیں اور میرے اعمال بدترین ہیں مجھے اپنے عفوکرم سے بقدرامید دیدے اور میرے بدترین اعمال کا محاسبہ نہ فرما‘‘ حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے جو دعا کمیل بن زیاد نخعی کو تعلیم فرمائی تھی اس میں آپؑ نے قاع سے ہی آغاز فرمایا ہے: (اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِيْ تَھْتِکُ الْعِصَمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُنْزِلُ النِّقَمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُغَیِّرُ النِّعَمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَحْبِسُ الدُّعاءَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُنْزِلُ الْبَلاءَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيْ کُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُہُ وَکُلَّ خَطِیْءَۃٍ

---

[1] سورۂ فرقان آیت۷۴

اَخطاتُهَا اللّٰهُم اِنّي اَتقرّبُ اِلَيکَ بِذِکرِکَ وَ اَستَشفِعُ بِکَ اِلیٰ نَفسِکَ وَ اَسءلُکَ بِجُودِکَ اَن تُدنِيَنِي مِن قُربِکَ وَ اَن تُوزِعَنِي شُکرَکَ وَ اَن تُلهِمَنِي ذِکرَکَ اَللّٰهُم اِنّي أَسءلُکَ سُؤالَ خَاضِعٍ مُتَذَلّلٍ خَاشِعٍ اَن تُسامِحَنِي وَ تَرحَمَنِي وَ تَجعَلَنِي بِقِسمِکَ رَاضِياً قانِعاً وَفِي جَمِيعِ الأحوالِ مُتَواضِعاً اَللّٰهُم وَ اَسءلُکَ سُءوالَ مَنِ اشتَدّت فَاقَتُهُ وَ اَنزَلَ بِکَ عِندَ الشّدائدِ حَاجَتَهُ وَ عَظُمَ فِيمَا عِندَکَ رَغبَتُهُ اَللّٰهُمّ عَظُمَ سُلطانُکَ وَ عَلا مَکانُکَ وَ خَفِيَ مَکرُکَ وَ ظَهَرَ اَمرُکَ وَ غَلَبَ قَهرُکَ وَ جَرَت قُدرَتُکَ وَلا يُمکِنُ الفِرارُ مِن حُکُومَتِکَ اَللّٰهُم لا اَجِدُ لِذُنُوبِي غَافِراً وَ لا لِقَبائحِيَ سَاتِراً وَ لا لِشَيءٍ مِن عَمَلِيَ القَبِيحِ بِالحَسَنِ مُبَدّلاً غَيرَکَ لا اِلٰهَ اِلّا اَنتَ سُبحَانَکَ وَ بِحَمدِکَ ظَلَمتُ نَفسِي وَ تَجَرّأتُ بِجَهلِي وَ سَکَنتُ اِلیٰ قَدِيمِ ذِکرِکَ لِي وَ مَنِّکَ عَلَيّ اَللّٰهُم مَولايَ کَم مِن قَبِيحٍ سَتَرتَهُ وَکَم مِن فادِحٍ مِنَ البَلاءِ اَقَلتَهُ وَکَم مِن عِثارٍ وَقَيتَهُ وَکَم مِن مَکرُوهٍ دَفَعتَهُ وَکَم مِن ثَناءٍ جَمِيلٍ لَستُ اَهلاً لَهُ نَشَرتَهُ اَللّٰهُمّ عَظُمَ بَلاءِي وَ اَفرَطَ بِي سُوءِ حَالِي وَ قَصُرَت بِي اَعمَالِي وَ قَعَدَت بِي اَغلالِي وَ حَبَسَنِي عَن نَفعِي بُعدُ اَمَلِي وَ خَدَعَتنِيَ الدُّنيا بِغُرُورِهَا وَ نَفسِي بِجِنايَتِهَا وَ مِطالِي يَا سَيّدِي فَأَسءلُکَ بِعِزّتِکَ اَن لا يَحجُبَ عَنکَ دُعاءِي سُوءِ عَمَلِي وَ فِعالِي وَلا تَفضَحنِي بِخَفِيّ مَا اطّلَعتَ عَلَيهِ مِن سِرّي) ''خدایا میرے گناہوں کو بخش دے جو ناموس کو بٹہ لگادیتے ہیں۔ان گناہوں کو بخش دے جو نزول عذاب کا باعث ہوتے ہیں،ان گناہوں کو بخش دے جو نعمتوں کو متغیر کر دیا کرتے ہیں،ان گناہوں کو بخش دے جو دعاؤں کو تیری بارگاہ تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں،خدایا میرے ان گناہوں کو بخش دے جن سے بلائیں نازل ہوتی ہیں خدایا میرے تمام گناہوں اور میری تمام خطاؤں کو بخش دے خدایا میں تیری یاد کے ذریعہ تجھ سے قریب ہو رہا ہوں اور تیری ذات کو تیری بارگاہ میں شفیع بنا رہا ہوں تیرے کرم کے سہارے میرا یہ سوال ہے کہ مجھے اپنے سے قریب بنا لے اور اپنے شکر کی توفیق عطا فرمااور اپنے ذکر کا الہام کرامت فرما خدایا! میں نہایت درجہ خشوع خضوع اور ذلت کے ساتھ یہ سوال کر رہا ہوں کہ میرے ساتھ مہربانی فرما مجھ پر رحم کر اور جو کچھ مقدر میں ہے مجھے اسی پر قانع بنا دے،مجھے ہر حال میں تواضع اور فروتنی کی توفیق عطا فرما،خدایا! میرا سوال اس بے نوا جیسا ہے جس کے فاقے شدید ہوں اور جس نے اپنی حاجتیں تیرے سامنے رکھ دی ہوں اور جس کی رغبت تیری بارگاہ میں عظیم ہو،خدایا! تیری سلطنت عظیم،تیری منزلت بلند،تیری تدبیر مخفی،تیرا امر ظاہر،تیرا قہر غالب،اور تیری قدرت نافذ ہے اور تیری حکومت سے فرار ناممکن ہے۔خدایا میرے گناہوں کے لئے بخشنے

والا۔ میرے عیوب کے لئے پردہ پوشی کرنے والا، میرے قبیح اعمال کو نیکیوں میں تبدیل کرنے والا تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ خدایا میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے،اپنی جہالت سے جسارت کی ہے اور اس بات پر مطمئن بیٹھا ہوں کہ تونے مجھے ہمیشہ یا د رکھا ہے اور ہمیشہ احسان فرمایا ہے۔ خدایا میری مصیبت عظیم ہے۔

میری بدحالی حد سے آگے بڑھی ہوئی ہے۔ میرے اعمال میں کوتاہی ہے۔ مجھے کمزوریوں کی زنجیروں نے جکڑ کر بٹھا دیا ہے اور مجھے دور دراز امیدوں نے فوائد سے روک دیا ہے، دنیا نے دھوکہ میں مبتلا رکھا ہے اور نفس نے خیانت اور ٹال مٹول میں مبتلا رکھا ہے۔ میرے آقا و مولا! تجھے تیری عزت کا واسطہ۔ میری دعاؤں کو میری بد اعمالیاں روکنے نہ پائیں اور میں اپنے مخفی عیوب کی بنا پر بر سر عام رسوانہ ہونے پاؤں'' یہ قاع عبودیت اور اس پر محیط برائیوں کا مخزن ہے۔

پھر دعا کے آخر میں ہم محبت کی اس بلندی تک پہونچتے ہیں جو بندہ کی آرزو اور اللہ کی وسیع رحمت کے سایہ میں اس کی عظیم آرزو کو مجسم کرتی ہے: وَھَبْ لِیَ الْجِدَّ فِیْ خَشْیَتِکَ وَالدَّوَامَ فِیْ الاِتِّصَالِ بِخِدْمَتِکَ حَتّٰی اَسْرَحَ اِلَیْکَ فِیْ مَیَادِیْنِ السَّابِقِیْنَ وَاُسْرِعَ اِلَیْکَ فِیْ الْبَارِزِیْنَ وَأَشْتَاقَ اِلٰی قُرْبِکَ فِیْ الْمُشْتَاقِیْنَ وَاَدْنُوَ مِنْکَ دُنُوَّ الْمُخْلِصِیْنَ وَاَخَافَکَ مَخَافَۃَ الْمُوْقِنِیْنَ وَاَجْتَمِعَ فِیْ جِوَارِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَللّٰھُمَّ وَمَنْ اَرَادَنِیْ بِسُوْءٍ فَاَرِدْہُ وَمَنْ کَادَنِیْ فَکِدْہُ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَحْسَنِ عَبِیْدِکَ نَصِیْباً عِنْدَکَ وَاَقْرَبِھِمْ مَنْزِلَۃً مِنْکَ وَاَخَصِّھِمْ زُلْفَۃً لَدَیْکَ فَاِنَّہٗ لَایُنَالُ ذٰلِکَ اِلَّا بِفَضْلِکَ [1]) '' اپنا خوف پیدا کرنے کی کوشش اور اپنی مسلسل خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرما تاکہ تیری طرف سابقین کے ساتھ آگے بڑھوں اور تیز رفتار افراد کے ساتھ قدم ملا کر چلوں۔ مشاقین کے درمیان تیرے قرب کا مشاق شمار ہوں اور مخلصین کی طرح تیری قربت اختیار کروں۔ خدایا جو بھی کوئی میرے لئے برائی چاہے یا میرے ساتھ کوئی چال چلے تو اسے ویسا ہی بدلہ دینا اور مجھے بہترین حصہ پانے والا ،قریب ترین منزلت رکھنے والا اور مخصوص ترین قربت کا حامل بندہ قرار دینا کہ یہ کام تیرے جود وکرم کے بغیر نہیں ہو سکتا'' ہم ابو حمزہ ثمالی سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ماہ رمضان المبارک کی دعائے اسحار میں ''قاع ''اور

---

[1] دعائے کمیل

''قمہ ''کے مابین بہت زیادہ فاصلہ کا مشاہدہ کرتے ہیں اس دعا میں امام علیہ السلام ''قاع '' سے شروع فرماتے ہیں :(وما انا یارب وما خطری هبنی بفضلک وتصدق علیّ بعفوک ای رب جللنی بسترک واعف عن توبیخی بکرم وجهک)''اے میرے خدا میں کیا اور میری اوقات کیا ؟ تو مجھ کو اپنے فضل وکرم و مغفرت سے بخش دے اے میرے خدا اپنی پردہ پوشی سے مجھے عزت دے اور اپنے کرم سے میری تنبیہ کو نظرانداز گناہ فرمادے'' (فلاتحرقني بالنّار وانت موضع املي ولاتسكنّي الهاوية فانّك قرّة عيني ارحم في هذه الدّنيا غربتي وعند الموت كربتي وفي القبر وحدتي وفي اللّحد وحشتي واذا نشرت في الحساب بين يديک ذلّ موقفي واغفرلي ما خفي على الآدميّين من عملي وادم لی مابه سترتني وارحمني صريعاً على الفراش تقلّبني ايدي احبّتي وتفضّل عليّ ممدوداً على المغتسل يقلّبني صالح جيرتي وتحنّن عليّ محمولاً قد تناول الأقرباء اطراف جنازتي وجد عليّ منقولاً قد نزلت بک وحيداً في حفرتي)''تو مجھ کو ایسے حالات میں جہنم میں جلانہ دینا اور قعر جہنم میں ڈال نہ دینا کیونکہ تو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اس دنیا میں میری غربت اور موت کے وقت میرے کرب ,قبر میں میری تنہائی اور لحد میں میری وحشت اور وقت حساب میری ذلت پر رحم کرنا ،اور میرے تمام گناہوں کو معاف کر دینا جن کی لوگوں کو اطلاع بھی نہیں ہے اور اس پردہ داری کو برقرار رکھنا۔ پروردگار!اس وقت میرے حال پر رحم کرنا جب میں بستر مرگ پر ہوں اور احباب کروٹیں بدلوا رہے ہوں اس وقت رحم کرنا جب میں تختہ غسل پر ہوں اور ہمسایہ کے نیک افراد مجھ کو غسل دے رہے ہوں اس وقت رحم کرنا جب تابوت میں اقرباء کے کاندھوں پر سوار ہوں اس وقت مہربانی کرنا جب میں تنہا قبر میں وارد ہوں'' اس کے بعد امام علیہ السلام مرحلۂ او لواالعزمی اور قمۂ دعا کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: (اللّهمّ انّي اسألک من خير ما سألک منه عبادک الصّالحون يا خير من سئل واجود من اعطى اعطني سؤلي في نفسي واهلي وولدي،وارغد عيشي، واظهر مروّتي،واصلح جميع احوالي،واجعلني اطلت عمره وحسّنت عمله واتممت عليه نعمتک ورضيت عنه واحييته حيوة طيّبة اللّهمّ خصّني بخاصّة ذكرک واجعلني من اوفر عبادک نصيباً عندک في كلّ خير انزلته وتنزله)''اے خدا میں تجھ سے وہ سب کچھ مانگ رہا ہوں جو بندگان صالحین نے مانگا ہے کہ تو بہترین مسؤل اور سخی ترین عطا کرنے والا ہے میری دعا کو میرے نفس، میرے اہل و عیال ،میرے والدین ،میری

اولاد، متعلقین اور برا دران سب کے با رے میں قبول فرما، میری زندگی کو خو شگوار بنا مروت کو واضح فرماکر میرے تمام حالات کی اصلاح فرمامجھے طولا نی عمر،نیک عمل،کامل نعمت اور پسندیدہ بندوں کی مصاحبت عطا فرما خدا یا!مجھے اپنے ذکر خاص سے مخصوص کردے ۔

اور میرے لئے اپنے بندوں میں ہر نیکی میں جس کو تونے نا زل کیا ہےاور جس کو تو نا زل کرتا ہے سب سے زیادہ حصہ قرار دے ‘ اس ’’قاع ‘‘سے ’’قمہ ‘‘تک کے سفر کو انسان کے اللہ تک سفر کی تعبیر سے یاد کیا گیا ہے یہ سواری آرزو ،امید اور اولواالعزمی ہے جب انسان کی آرزو ،رجاء (امید)اور او لواالعزمی اللہ سے ہو تو اس سفر کی کو ئی حد نہیں ہے ۔تین وسیلے حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام تین چیزوں کوخداوند عالم تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں اور اللہ نے ہم کو اس تک پہنچنے کیلئے وسیلے تلاش کرنے کا حکم دیاہے ارشادخداوندعالم ہے: (یاایُّهاالَّذِینَ آمَنُوْااتَّقُوْااللّٰہ وَابتَغُوْااِلَیهِ الْوَسِیْلَةَ[1]) ’’اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو‘‘ (اُولٰءِکَ الَّذِینَ یَدْعُونَ یَبْتَغُونَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ[2]) ’’یہ جن کو خدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کے لئے وسیلہ تلاش کر رہے ہیں‘‘ جن وسائل سے امام علیہ السلام اس سفر میں متوسل ہوئے ہیں وہ حاجت سوال اور محبت ہیں امام علیہ السلام کا کیا کہنا آپ دعا کی کتنی بہترین تعلیم دینے والے ہیں ۔وہ یہ جانتے ہیں کہ اُنھیں اللہ سے کیا طلب کرنا چاہئے،اور کیسے طلب کرنا چاہئےاور اللہ کی رحمت کے مواقع کہاں ہیں: پہلا وسیلہ :حاجت

حاجت بذات خوداللہ کی رحمت کی ایک منزل ہے بیشک خداوندعالم کریم ہے وہ اپنی مخلوق یہاں تک کہ حیوان اور نباتات پر ان کی ضرورت کے مطابق بغیر کسی سوال کے اپنی رحمت نازل کرتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خداسے طلب اور سوال نہیں کرنا چاہئےاس لئے کہ حاجت کے پہلومیں سوال اور طلب اللہ کی رحمت کے دروازوں میں سے ایک دوسرا دروازہ ہے ۔جب لوگ پیاس کا احساس کرتے ہیں تو خداوندعالم ان کو سیراب کرتا ہے جب ان کو بھوک لگتی ہے تو خداوندعالم انکو کھانا دیتا ہے اور

[1] سورۂ مائدہ آیت ۳۵ ۔
[2] سورۂ اسراء آیت ۵۷۔

جب وہ برہنہ ہوتے ہیں تو خداوندعالم ان کو کپڑا عطا کرتا ہے: (وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ [۱]) ’’اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی شفا بھی دیتا ہے‘‘ یہاں تک کہ اگر ان کو خدا کی معرفت نہ ہو وہ یہ بھی نہ جانتے ہوں کہ کیسے اللہ سے دعا کرنا چاہئے اور اس سے کیا طلب کرنا چاہئے: (یامَن یُعطي من سَالہ یامن یعطي من لم یسألہ ومَن لم یعرفہ تحنّنامنہ ورحمۃ [۲]) ’’اے وہ خدا جو اپنے تمام سائلوں کو دیتا ہے اے وہ خدا جو اسے بھی دیتا ہے جو سوال نہیں کرتاہے بلکہ اسے پہچانتا بھی نہیں ہے‘‘ ہم حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کی مناجات میں اللہ کی رحمت نازل کرنے کے لئے اس عمدہ اور ربّانی نکتہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں: (مولاي یامولاي انت المولیٰ وانا العبد،وھل یرحم العبدالاالمولیٰ۔ مولايَ یامولاي انت المالک وانا المملوک،وھل یرحم المملوک الاالمالک۔ مولایَ یامولایَ انت العزیزوانا الذلیل وھل یرحم الذلیل الاالعزیز مولايَ یامولاي انت الخالق وانا المخلوق،وھل یرحم المخلوق الا الخالق۔مولايَ یامولايَ انت العظیم وانا الحقیر،وھل یرحم الحقیرالاالعظیم،مولايَ یامولايَ انت القوي واناالضعیف،وھل یرحم الضعیف الاالقوی۔مولايَ یامولايَ انت الغنيّ واناالفقیر،وھل یرحم الفقیرالاالغنيّ۔مولايَ یامولایانت المعطي واناالسائل، وھل یرحم السائل الاالمعطي،مولايَ یامولاي انت الحي واناالمیت،وھل یرحم المیت الاالحي۔مولاي یامولايَ انت الباقي وانا الفاني،وھل یرحم الفاني الاالباقي مولايَ یامولايَ انت الدائم وانا الزائل،وھل یرحم الزائل الاالدائم۔مولايَ یامولاي انت الرازق واناالمرزوق،وھل یرحم المرزوق الاالرازق۔مولايَ یامولايَ انت الجوادوانا البخیل وھل یرحم البخیل الا الجواد۔مولايَ یامولاي انت المعافي وانا المبتلیٰ،وھل یرحم المبتلیٰ الاالمعافي۔مولايَ یامولايَ انت الکبیر واناالصغیر،وھل یرحم الصغیرالّا الکبیر۔مولايَ یامولایانت الھادی وانا الضال،وھل یرحم الضال الاالھادی۔مولايَ یامولايَ انت الغفوروانا المذنب،وھل یرحم المذنب الاالغفور۔مولايَ یامولايَ انت الغالب وانا المغلوب، وھل یرحم المغلوب الاالغالب۔مولايَ یامولايَ انت الرب وانا المربوب،وھل یرحم المربوب الاالرب۔مولايَ یامولايَ انت المتکبروانا الخاشع،وھل یرحم الخاشع الاالمتکبر۔مولاي یامولاي ارحمني برحمتک،وارض عنی بجودک و

---

[۱] شعراء آیت ۸۰۔
[۲] رجب کے مہینہ کی دعائیں ۔

کرمک وفضلک۔یاذاالجودوالاحسان،والطول والامتنان[1]) ''اے میرے مولا تو مولا ہے اور میں تیرا بندہ ۔ اب بندہ پر مولا کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔ اے میرے مولا اے میرے مالک تومالک ہے اور میں مملوک اور مملوک پرمالک کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔ میرے مولا اے میرے مولا توعزیزہے اور میں ذلیل ہوں اور ذلیل پر عزیز کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔ میرے مولا اے میرے مولا توخالق ہے اور میں مخلوق ہوں اور مخلوق پر خالق کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔ میرے مولا اے میرے مولا توعظیم ہے اوریں حقیر ہوں اور حقیر پر عظیم کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔ میرے مولا اے میرے مولا توقوی ہے اور میں کمزور ہوں اور کمزور پر طاقتور کے علاوہ کون رحم کرے گا میرے مولا اے میرے مولا توغنی ہے اور میں فقیر ہوں اور فقیر پر غنی کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔ میرے مولا اے میرے مولا تومعطی ہے اور میں سائل ہوں اور سائل پر معطی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔اے میرے مولا میرے مولا تو زندہ ہے اور میں مرنے والا ہوں اور مرنے والے پر زندہ کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔ میرے مولا میرے مولا تو باقی ہے اور میں فانی ہوں اور فانی پر باقی کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔ اے میرے مولا میرے مولا توہمیشہ رہنے والا ہے اور میں مٹنے والا ہوں اورمٹنے والے پر رہنے والے کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔میرے مولا میرے مولا تورازق ہے اور میں محتاج رزق ہوں اور محتاج پر رازق کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔میرے مولا اے میرے مولا توجواد ہے اور میں بخیل ہوں اور بخیل پر جواد کے علاوہ کون رحم کرے گا ؟میرے مولااے میرے مولا توعافیت دینے والا ہے اور میں مبتلا ہوں اور درد بتلاپر عافیت دینے والے کے علاوہ کون رحم کرسکتاہے۔ میرے مولا اے میرے مولا توکبیر ہے اور میں صغیر ہوں اور صغیر پر کبیر کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔میرے مولا اے میرے مولا توہادی ہے اور میں گمراہ ہوں اور گمراہ پر ہادی کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔میرے مولا اے میرے مولا تورحمن ہے اور میں قابل رحم ہوں اور قابل رحم پر رحمان کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا توبادشاہ ہے اور میں منزل امتحان

---

[1] مفاتح الجنان اعمال مسجد کوفہ مناجت امیرالمو منین علیہ السلام ۔

میں ہوں اور ایسے بندۂ امتحان پر بادشاہ کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔ میرے مولا اے میرے مولا تو راہنما ہے اور میں سر گرداں ہوں اور کیا سر گرداں پر راہنما کے علاوہ اور کون رحم کرے گا ۔ میرے مولا اے میرے مولا تو بخشنے والا ہے اور میں گناہگار ہوں اور گناہگار پر بخشنے والے کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔ میرے مولا اے میرے مولا تو غالب ہے اور میں مغلوب ہوں اور مغلوب پر غالب کے علاوہ اور کون رحم کرے گا ۔ میرے مولا اے میرے مولا تو رب ہے اور میں مربوب ہوں اور پرورش پانے والے رب کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔ میرے مولا اے میرے مولا تو صاحب کبریائی ہے اور میں بندۂ ذلیل ہوں اور بندۂ ذلیل پر خدائے کبیر کے علاوہ کون رحم کرے گا ۔ میرے مولا اے میرے مولا تو اپنی رحمت سے مجھ پر رحم فرما اور اپنے جود و کرم و فضل سے مجھ سے راضی ہو جا اے صاحب جود و احسان اور اے صاحب کرم و امتنان'' حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اس بہترین مناجات کے ان جملوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی حاجت اور فقر کیلئے متوسل ہوتے ہیں اور بندہ کی حاجت اور اس کے فقر کو اللہ کی رحمت نازل ہونے کا مورد قرار دیتے ہیں ۔

بیشک مخلوق اللہ کی رحمت نازل کرانا چاہتی ہے حقیر عظیم کی رحمت نازل کرانا چاہتا ہے ضعیف قوی کی فقیر غنی کی مرزوق رازق کی،مبتلا معافی کی، گمراہ ہادی کی ،گناہگار غفور کی ،حیران و سرگردان، ذلیل اور مغلوب غالب کی رحمت کی رحمت نازل ہونے کے خواستگار ہیں ۔یہ اللہ کی تکوینی سنتیں ہیں اور اللہ کی سنتوں میں ہرگز تبدیلی نہیں آسکتی جب حاجت اور فقر ہوگا تو ان موقعوں کیلئے اللہ کی رحمت اور فضل ہوگا جس طرح پانی نیچی جگہ پر گرتا ہے اللہ کی رحمت حاجت وضرورت کے مقام پر نازل ہوتی ہے اللہ کریم وجواد ہے اور کریم حاجت وضرورت کے مقامات کی رعایت کرتا ہے اور اپنی رحمت اس سے مخصوص کردیتا ہے ۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعائے سحر میں جس کو آپ نے ابو حمزہ ثمالی کو تعلیم فرمایا تھا میں فرماتے ہیں :(اعطني فقري،وارحمني لضعفي)یعنی آپ نے فقر اور ضعف کو وسیلہ قرار دیا ہے اور انھیں کے ذریعہ آپ اللہ کی رحمت سے متوسّل ہوتے ہیں ۔یہ فطری بات ہے کہ اس کلام کو مطلق قرار دینا ممکن نہیں ہے اور ایک ہی طریقہ میں منحصر نہیں کیا جا سکتا ہے بیشک اللہ کی رحمت نازل

ہونے کے دوسرے اسباب بھی ہیں اور دوسرے موانع و رکاوٹیں بھی ہیں جن سے اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی اور اللہ کی سنتوں میں مبتلاہونے کا سبب بھی ہیں ۔ہمارا یہ کہنا ہے :بیشک حاجت اور فقر کی وجہ سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو ہمارے لئے اس گفتار کو اس الٰہی نظام کے مطابق اور اس کے دائرہ میں رہنا چاہئے اور یہ معرفت کا وسیع باب ہے جس کو ہم اس وقت چھیڑنا نہیں چاہتے ہیں عنقریب ہم توفیق پروردگار کے ذریعہ اس حقیقت کی مناسب یا ضروری تشریح کریں گے ۔ہم قرآن کریم میں بہت سے ایسے نمونے دیکھتے ہیں جن میں حاجت اور فقر کو پیش کیا گیا ہے اور ان کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوئی ہے اور اللہ نے ان کو قبولیت کے درجہ تک پہنچایا ہے حاجت بھی اُسی طرح قبول ہوتی ہے جس طرح سے دعا اور سوال قبول ہوتے ہیں بیشک خداوندعالم کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا بھی دعا کی ایک قسم ہے ان نمونوں کو قرآن کریم نے اللہ کے صالحین بندوں کی زبانی نقل کیا ہے ۔ا۔ عبد صالح حضرت ایوب علیہ السلام کا خداوندعالم کی بارگاہ میں سختیوں اور مشکلات کے وقت اپنی حاجت پیش کرنا ۔(وَاَیُّوبَ اِذْنَادیٰ رَبَّہُ اَنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّوَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَہُ فَکَشَفْنَامَابِہِ مِنْ ضُرٍّوَآتَیْنَاہُ اَھْلَہُ وَمِثْلَھُمْ مَعَھُمْ رَحْمَۃً مِنْ عِنْدِنَاوَذِکْریٰ لِلْعَابِدِیْنَ[1]) ''اور ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکاراکہ مجھے بیماری نے چھولیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کردیا اور انھیں ان کے اہل وعیال دیدئے اور ویسے ہی اور بھی دیدئے کہ یہ ہماری طرف سے خاص مہربانی تھی اور یہ عبادت گذار بندوں کے لئے ایک یاد دہانی ہے'' قرآن کریم اس فقرہ میں کوئی بھی دعا نہیں کی گئی ہے جس کی قرآن کریم نے اس امتحان دینے والے صالح بندہ کی زبانی نقل کیا ہے لیکن خداوندعالم نے فرمایا ہے :(فاستجبنالہ فکشفنامابہ ضُرّ[2]) ''تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کردیا'' گویا حاجت اور فقر کا خدا کی بارگاہ میں پیش کرنا دعا کی ایک قسم ہے ۔

[1] سورۂ انبیاء آیت ۸۳۔۸۴ ۔
[2] سورۂ انبیاء آیت ۸۴۔

۲۔ عبد صالح ذوالنون نے اپنے فقر وحاجت اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کیا جب آپ سمندر میں شکم ماہی کے گھپ اندھیرے میں تھے: (وَذَاالنُّونِ اِذْذَهَبَ مُغَاضِباً فَظَنَّ اَنْ لَنْ نَقْدِرَعَلَيْهِ فَنَادٰی فِیْ الظُّلُمَاتِ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَالَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِيْنَ [1]) ''اور یونس کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جاکر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک وبے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلادی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں'' اس طرح کی استجابت طلب کیلئے نہیں ہے یہ حاجت اور فقر کیلئے ہے عبد صالح ذوالنون نے اس کلمہ :(سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ [2]) ''اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا'' کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا خدوندعالم نے اس کو قبول کیا اور ان کو غم سے نجات دی :(فَاسْتَجَبْنَالَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ [3]) ''تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلادی''

۳۔ ہم کوقرآن کریم میں اللہ،موسیٰ بن عمران اور ان کے بھائی ہارون کا یہ کلمہ بھی ملتا ہے جب انھوں نے فرعون تک اپنی رسالت کا پیغام پہنچانے کیلئے اللہ سے دعاکی: (اِذْهَبَااِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰی فَقُوْلَالَهُ قَوْلاًلَيِّناًلَعَلَّهُ يَتَذَکَّرُاَوْيَخْشٰی قَالَارَبَّنَااِنَّنَانَخَافُ اَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَااَوْاَنْ يَطْغٰی [4]) ''تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ سرکش ہوگیا ہے،اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا خوفزدہ ہو جائے،ان دونوں نے کہا کہ پروردگار ہمیں یہ خوف ہے کہ کہیں وہم پر زیادتی نہ کرے یا اور سرکش نہ ہو جائے'' ان دونوں نے اللہ سے فرعون اور اس کی بادشاہت کے مقابلہ میں خدا سے اپنی حمایت اور مدد کی درخواست نہیں کی اور نہ ہی اپنی ضرورت کیلئے امن وامان کی درخواست کی ہے بلکہ انھوں نے اپنی کمزوری، فرعون کی عوام الناس پر گرفت ،فرعون کی طاقت اور

[1] سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔۸۸۔
[2] سورۂ انبیاء آیت ۸۸۔
[3] سورۂ انبیاء آیت۸۷۔
[4] سورۂ طہ آیت۴۳۔۴۵۔

اس کی سرکشی کا تذکرہ کیا: (اِنَّنَا نَخَافُ اَن یَّفرُطَ عَلَیْنَا اَوْاَن یَّطْغیٰ) ''ان دونوں نے کہا کہ پروردگار ہمیں یہ خوف ہے کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا وہ سرکش نہ ہو جائے'' اللہ نے ان کی اس درخواست کو مستجاب کرتے ہوئے ان کی حمایت اور تائید میں فرمایا :(قَالَ لَاتَخَافَااِنَّنِیْ مَعَکُمَااَسْمَعُ وَاَریٰ[1]) ''ارشاد ہوا تم ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سب کچھ سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں''

۴۔چوتھا نمونہ عبد صالح حضرت نوح علیہ السلام کا وہ کلمہ ہے جو آپ نے اپنے بیٹے کوطوفان میں غرق ہونے سے بچانے کی خاطر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا تھا: (وَنَادیٰ نُوحٌ رَبَّہُ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ[2]) ''اور نوح نے اپنے پروردگارکو پکاراکہ پروردگار میرا فرزند میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ اہل کو بچانے کا برحق ہے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے'' بہر حال حاجت اور فقر کے وقت بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے یہاں تک کہ حیوانات اورنباتات کی ضرورتوں اور فقر کیلئے بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے ۔جب پیاس لگتی ہے تواللہ ان کو سیراب کرتا ہے اور جب بھوک لگتی ہے تو اللہ ان کو سیر کرتا ہے اور کھانا کھلاتا ہے یہ معرفت کا بہت وسیع وعریض باب ہے اور ہم اس کے ایک پہلو کو رحاب القرآن کے سلسلہ کی کتاب (شرح الصدر)میں بیان کر چکے ہیں ۔

دوسرا وسیلہ :دعا :یہ اللہ کی رحمت کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے خداوند عالم فرماتا ہے: (ادعونی استجب لکم[3]) ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''اور خدا کا فرمان ہے:(قُلْ مَایَعْبَؤُابِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَادُعَاؤُکُمْ[4]) ''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پرواہ بھی نہ کرتا''

---

[1] سورۂ طہ آیت ۴۶ ۔
[2] سورۂ ہودآیت۴۵۔
[3] سورۂ غافر آیت ۶۰ ۔
[4] سورۂ فرقان آیت ۷۷۔

تیسرا وسیلہ : محبت :بیشک بندہ محبت کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل کراتاہے جو کسی دوسرے امر کے ذریعہ نازل نہیں ہوتی ہے اب ہم ان تینوں وسیلوں کے سلسلہ میں تفکر کرتے ہیں جن کو امام نے خداوندعالم تک رسائی کیلئے اپنا وسیلہ قراردیا ہے ۔ (رِضَاکَ بُغْیَتِيْ وَرُؤْیَتُکَ حَاجَتِيْ وَعِنْدَکَ دَوَاءُ عِلَّتِيْ وَشِفَاءُ غُلَّتِيْ وَبَرْدُلَوْعَتِيْ وَکَشْفُ کُرْبَتِيْ[1]) ''تیری ہی رضا میرا آرزو ہے اور تیرا ہی دیدار میری حاجت ہےاور تیرا ہی ہمسایہ میرا مطلوب ہے تیرے پاس میرے مرض کی دواہےاور میری تشنگی کا علاج ہے غم کی بے قراری کی ٹھنڈک، رنج و غم کی دوری تیرے ہی ذمہ ہے ''یہ وسیلۂ حاجت وفقر ہے ۔ (جوارک طلبي وقربک غاية سؤلي فکن انيسي في وحشتي و مقيل عثرتي وغافرزلّتي وقابل توبتي،و مجيب دعوتي،وولي عصمتي ومغني فاقتي) ''اور تیرا ہی ہمسایہ میرا مطلوب ہےاور تیرا قرب میرے سوالات کی انتہا ہے ۔پس تو میری وحشت میں میرا انیس، ہوجا لغزشوں میں سنبھالنے والا خطاؤں کو معاف کرنے والا اور میری توبہ کوقبول کرنے والا ،میری دعا کاقبول کرنے والا ،میری حفاظت کا ذمہ داراور فاقہ میں غنی بنانے والاہے ''یہ وسیلہ دعا ہے ۔

(فانت لاغيرک مرادي،ولک لاسواک سهري وسهادي،ولقاءک قرّة عيني ووصلک منیٰ نفسي واليک شوقي ،وفی محبّتک ولهي والی هواک صبابتي) ''فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتاہوں کسی اور کے لئے نہیں ۔ اور تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور تیرا وصال میرے نفس کی امید ہے اورتیری جانب میرا شوق ہے اور تیری ہی محبت میں میری بیقراری ہےتیری ہی خواہش کی طرف میری توجہ ہے ''یہ وسیلہ محبت ہے۔اب ہم امام کے کلام کے اس فقرہ کے بارے میں غوروفکر کرتے ہیں اور یہ دعا کا عمدہ جملہ ہے بیشک فن اور ادب کے مانند دعا کے عمد ہ وبہترین درجہ میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں: (فقدانقطعت اليک همتي وانصرفت نحوک رغبتي،فانت لاغيرک مرادی،ولک لاسواک سهری وسهادی ولقاءک قره عينی) ''اس لئے کہ میری ہمت تیری ہی طرف ہے اور میری رغبت تیری ہی بارگاہ کی طرف ہے فقط تو میری مراد ہےاور تیرے ہی لئے

[1] مناجات مريدين

میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کے لئے نہیں تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے'' جو چیز ''انقطاع ''میں ہے وہ ''تعلق''میں نہیں ہے امام علیہ السلام نے فرمایا ہے:(فقد تعلقت بک ھمتي)نہیں فرمایا ہے بیشک اللہ سے لولگانا دوسروں سے لولگانے کو منع نہیں کرتا ہے ۔جب بندہ خدا سے لولگانے میں صادق ہے اور یہ کہتا ہے: (فقدانقطعت الیک ھمتي)بیشک ''انقطاع ''ایجابی اور سلبی دونوں معنی کا متضمن ہے ۔ پس انقطاع ''من الخلق الی اللہ''،انقطاع ''الی اللہ ''اس جملہ کے ایجابی معنی ہیں جن کا امام نے قصد فرمایا ہے۔بیشک محبت میں اخلاص فصل اور وصل ہے فصل یعنی اللہ کے علاوہ دوسروں سے فاصلہ و دوری اختیار کرنا ،اللہ اورا للہ نے جن کی محبت کا حکم دیا ہے ان سے وصل (ملنا)ہے اور یہ دونوں ایک قضیہ کے دو رخ ہیں۔جب محبت خالص اور پاک وصاف ہوتی ہے تو وہ دو باتوں کی متضمن ہوتی ہے: محبت و برائت ،اور وصل و فصل وانقطاع من الخلق ''الی اللہ''ہے۔یہی معنی دوسرے جملے ''وانصرفت الیک رغبتي''کے بھی ہیں۔

انصراف الی اللہ سے ''اعراض''اور ''اقبال''دونوں مراد ہیں ۔اعراض یعنی اللہ کے علاوہ دوسروں سے روگردانی کرنا اور ''اقبال ''سے مراد اللہ ا ور اللہ نے جس سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے ان کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے ۔ پھراس حقیقت کیلئے تیسری تاکید جوان سب میں بلیغ ہے،اس میں محبت اور انصراف الی اللہ کے معنی کو شامل ہے اور خدا کے علاوہ دوسروں سے منقطع ہونا ہے:(فانت لاغیرک مرادي ولک لالسواک سھوي وسھادي)''سھو''اور ''سھاد''نیند کے برعکس ہیں سہر یعنی محبت کی وجہ سے رات میں نمازیں پڑھنا ۔ سھاد:بیداری کی ایک قسم ہے اور یہ حالت انسان کو اپنے کسی اہم کام میں مشغول ہونے کے وقت پیش آتی ہے جس سے اس کی نیند اڑجاتی ہے اور انسان اللہ سے لولگانے کا مشتاق ہوتا ہے۔یہ دونوں محبت کی حالتیں ایک دوسرے کے مثل ہیں :انس اور شوق ۔

بندہ کا اللہ کے ذکر سے مانوس ہونا ،اور اللہ کا بندہ کے پاس اس طرح حاضر ہونا کہ بندہ اپنی دعا،ذکر، مناجات اور نماز میں خدا کے حاضر ہونے کا احساس کرتا ہے اور اللہ سے ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔ محب اللہ کی بارگاہ میں ان دونوں باتوں کو سمجھ کر حاضر ہوتا

ہے تو یہ دونوں حالتیں اسکی نینداڑادیتی ہیں اس کوبیدار کر دیتی ہیں جب لوگ گہری نیند میں سوجاتے ہیں اور نیند کی وجہ سے اپنے احساس بیداری اور شعور کو کھو بیٹھتے ہیں ۔بیشک نیند ایک ضرورت ہے تمام لوگ اس سے اپنا حصہ اخذ کرتے ہیں جس طرح وہ کھانے پینے سے اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں چاہے وہ لوگ صالح و نیک ہوں یا برے ہوں ۔یہاں تک کہ انبیاء اور صدیقین بھی سوتے تھے۔لیکن ایک شخص جوضرورت بھر سوتا ہے جس طرح وہ کھانے پینے سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص نیند کے سامنے سر تسلیم خم کردیتا ہے اور نیند اس پر غالب آجاتی ہے ان دونوں آدمیوں کے درمیان فرق ہے۔اولیاء اللہ نیند کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے ہیں بیشک نیند ان کی ضرورت ہے اور وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس سے اپنا حصہ اخذ کرتے ہیں ۔رسول اللہ ﷺ بھی خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد ہی سوتے تھے اور آپ کا فرمان تھا کہ میرے سر کے پاس وضو کا پانی رکھ دیناتاکہ میں خدا کی بارگاہ میں حاضری دے سکوں۔

جب آپ کیلئے نرم اور آرام وہ بستر بچھایا جاتا تھا تو آپ اسکو اٹھانے کا حکم دیدتے تھے اس لئے کہ کہیں ان پر نیند غالب نہ آجائے ۔آپ سخت چٹائی پر آرام فرماتے تھے یہاں تا کہ چٹائی ان کے پہلوپر اثر انداز ہو اور آپ پر نیند غالب نہ آجائے۔خداوند عالم نے رات میں مناجات،ذکر اور اپنے تقرب کے وہ خزانے قرار دئے ہیں جو دن میں نہیں قرار دئے ہیں۔ان کی طرح رات کے لئے بھی افراد ہیں جو رات میں نمازیں پڑھتے ہیں جب لوگ سوجاتے ہیں،جب لوگ سستی میں پڑے رہتے ہیں تو یہ ہشاش بشاش ہوتے ہیں۔ جب لوگ اپنے بستروں پر گہری نیند میں سوئے رہتے ہیں۔تو یہ اللہ سے ملاقات کرکے عروج پر پہنچتے ہیں ۔رات کیلئے بھی دولت ہے جس طرح دن کیلئے دولت ہے،رات میں بھی دن کی طرح خزانے ہیں۔ عوام الناس دن کی دولت،اسکے خزانے کو پہچانتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ہیں جو رات کی دولت اور اسکے خزانے کی قیمت سے واقف ہیں اور جب انسان رات اور دن کی دولت سے ایک ساتھ بہرہ مند ہوتا ہے تو اسے انصاف پسند،متوازن اور راشد کہا جاتا ہے ۔رسول اللہ ایک ساتھ دونوں سے بہرہ مند ہوتے تھے اور بالکل متوازن طورپر دونوں کو اخذ کئے ہوئے تھے ۔

آپ نے رات سے محبت،اخلاص اور ذکر اخذ کیااور دن سے طاقت، حکومت اور مال اخذ کیا تاکہ دین کی دعوت اور اسکے محکم ومضبوط ہونے پر ممتکن ہوجائیں اور رات میں آپ معین وقت پر عبادت کیلئے اٹھتے تھے اور رسالت جیسے ثقیل وسنگین عہدے کو اٹھانے پر ممتکن تھے:(یاایُّھاالمُزّمّلُ قُم اللَّیلَ اِلّاقَلیلًا نِصفَہ اَوِنقُص مِنہُ قَلیلًا اَوزِد عَلیہِ وَرَتِّلِ القُرآن تَرتِیلًا اِنا سَنُلقِی عَلَیکَ قَولًاثَقِیلًا اِن ناشِءَۃَ اللَّیلِ ھِیَ اَشَدُّوطْاًوَّاَقْوَمُ قِیلًا اِن لَکَ فِی النَّھارِ سَبْحًا طَوِیلًا[1]) ''اے میرے چادر لپیٹنے والے رات کو اٹھو مگر ذرا کم آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کردو یا کچھ زیادہ کرو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو ہم عنقریب تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا نفس کی پامالی کے لئے بہترین ذریعہ اور ذکر کا بہترین وقت ہے یقیناً آپ کے لئے دن میں بہت سے مشغولیات ہیں'' اور ہمارے لئے اس مقام پر رات اور اسکے رجال کے سلسلہ میں حدیث قدسی سے ایک روایت کا نقل کرنا بہتر ہے۔روایت میں آیا ہے کہ خداوند عالم نے بعض صدیقین پر وحی نازل کی ہے:(انّي عبادمن عبادي یحبّونی فاحبّھم ویشتاقون الی واشتاق الیھم و یذکروني واذکرھم ویتظرون اليّ وانظرالیھم وان حذوت طریقھم احببتُک وان عدلت منھم مقتّک قال:یارب وماعلا متھم ؟قال:یراعون الظلال بالنھارکمایراعي الراعي الشفیق غنمہ،ویحنّون الیٰ غروب الشمس کمایحن الطیرالیٰ وکرہ عند الغروب،فاذاجنّھم اللیل واختلط الظلام ،وفرشت الفرش،ونصبت الاسرۃ وخلاکلّ حبیب بحبیبہ نصبوااليّ اقدامھم وافترشوااليّ وجوھھم،وناجوني بکلامي،وعلقوااليّ بانغامي فمن صارخ وباکٍ ،وَمتأوّہٍ شاکٍ،ومن قائم وقاعد وراکع وساجد بعیني مایتحمّلون من اجلي،وبسمعي مایشکون من حبّي اول مااعطیھم ثلاث:١۔أقذف من نوري في قلوبھم فیخبرون عنّي کمااخبر عنھم۔ ٢۔والثانیۃ:لوکانت السماوات والارض فی موازینھم لاستقلّلتھالھم۔

٣۔والثالثۃ:اُقبل بوجھي الیھم،افتریٰ من اقبلت بوجھی علیہ یعلم احد مااریداعطیہ؟[2]) ''میرے کچھ بندے مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں،وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا مشتاق ہوں وہ میرا ذکر کرتے ہیں میں ان ذکر کرتا ہوں وہ مجھے

[1] سورۂ مزمل آیت ١۔٧۔
[2] لقاء اللہ ص١٠۴۔

دیکھتے ہیں اور میں ان کو دیکھتا ہوں اگر تم بھی انھیں کا طریقہ اپناؤ گے تو میں تم سے بھی محبت کرونگا اور اگر اس سے رو گردانی کروگے تو تم سے ناراض ہو جاؤنگا ۔سوال کیا گیا پروردگار عالم ان کی پہچان کیا ہے؟آواز آئی کہ وہ دن میں اپنے سایہ تک کی اس طرح مراعات کرتے ہیں کہ جیسے کوئی مہربان چوپان اپنے گلہ کی،اور وہ غروب شمس کے اسی طرح مشتاق رہتے ہیں جیسے پرندہ غروب کے وقت اپنے آشیانہ میں پہنچنے کے مشتاق رہتے ہیں پس جب رات ہوتی ہے اور ہر طرف اندھیرا چھا جاتا ہے بستر بچھ جاتے ہیں پلنگ بچھادئے جاتے ہیں ہر حبیب اپنے محبوب کے پاس خلوت میں چلا جاتا ہے تو وہ اپنے قدم میری طرف بڑھا دیتے ہیں میری طرف اپنے رخ کر لیتے ہیں میرے کلام کے ذریعہ مجھ سے مناجات کرتے ہیں نیز منظوم کلام کے ذریعہ میری طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو کتنے ہیں جو چیخ چیخ کر روتے ہیں، کتنے ہیں جو آہ اور شکوہ کرتے ہیں، کتنے ہیں جو کھڑے رہتے ہیں، کتنے ہیں جو بیٹھے رہتے ہیں،رکوع کرتے رہتے ہیں سجدہ کرتے رہتے ہیں میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ میری خاطر کیا کیا برداشت کرتے رہتے ہیں میں سنتا رہتا ہوں جو وہ میری میری محبت کی خاطر پیش آنے والی مشکلات کا شکوہ کرتے ہیں میں سب سے پہلے ان کو تین چیزیں عطا کرونگا ::ا۔میں ان کے دلوں میں اپنا نور ڈال دونگا تو وہ میرے بارے میں اسی طرح بتائیں گے جیسے میں ان کے بارے میں بتاؤنگا ۔

٢۔اگر آسمان و زمین ان کی ترازؤوں میں ہو تو میں ان کے لئے آسمان و زمین کا وزن بھی کم کر دونگا ۔

٣۔میں ان کی طرف توجہ کرونگا اور جس کی طرف میں اپنا رخ کرلوں تو کسی کو کیا معلوم میں اسے کیا دیدونگا ''

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:(کان مما اوحیٰ اللہ تعالی الی موسی بن عمران:کذب مَن زعم انہ یحبّني فاذا جنہ اللیل نام عنّي،یابن عمران،لورأیت الذین یقومون لي في الدجیٰ وقد مثلت نفسیین اعینھم،یخاطبوني وقد جللت عن المشاھدة،ویکلموني وقد عززت عن الحضور۔یابن عمران،ھب لي من عینک الدموع،ومن قلبک الخشوع،ثم ادعني في ظلمة اللّیالي تجدني قریبا مجیبا[1]) ''خداوند عالم نے

[1] لقاء اللہ صفحہ ١٠۔

حضرت موسیٰ بن عمران سے کہا کہ :جو شخص رات میں مجھ سے راز و نیاز نہیں کرتا وہ میرا محب نہیں ،فرزند عمران اگر تم ان افراد کو دیکھو گے کہ جو تاریکیٔ شب میں میری بارگاہ میں آتے ہیں اور میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوں تو وہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہیں جبکہ میں نظر نہیں آتا ہوں تو وہ مجھ سے کلام کرتے ہیں حالانکہ میں ان کے سامنے حاضر نہیں ہوتا ،اے فرزند عمران اپنی آنکھوں سے اشک گریاں اور دل سے خشوع مجھے ہدیہ کرو پھر مجھے تاریکیٔ شب میں پکارو تو مجھے اپنے قریب اور اپنی دعا کا قبول کرنے والا پاؤ گے ''نہج البلاغہ کے خطبہ متقین میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رات کی تاریکی میں مناجات کرنے والے اولیاء اللہ کی پروردگار عالم کی بارگاہ میں حاضری کے حالات کی اس طرح عکاسی فرماتے ہیں:(اما اللّیلُ فصافُّون اقْدا مھُم تالِیْن لاجزاءِ القُرآنِ یُرتلونھا ترتیلاً، یحزنُون بہِ انفُسھُم ویستثیرُون بہِ دَواء داءِھِم فاِذامرُّوا بآیۃٍ فیھا تشْوِیق رکنُوا الیھا طمعاً وتطلّعتْ نفُوسھُم الیھا شوْقاً وظنُّوا انّھا نُصب اعْیُنِھم واِذا مرُّوا بآیۃٍ فیھا تخْوِیْف اصْغوْا اِلیھا مسامعَ قلُوْبھِم وظنُّوا ان زفیرَ جھنّم وشھِیقھا فِيْ اُصُولِ اٰذانھِم فھُم حانُون علیٰ اوْساطھِم مُفترِشُون لِجِباھِھم وا کُفّھم ورُکبِھم واطرافِ اقْدامِھِم یطلبُون الیٰ اللہ تعالیٰ فِيْ فکاکِ رِقابھِم ۔وامّا النّھارُ فحُلماء عُلماء قد براھُم الخُوْف برْیَ القِداحِ)[1] ''رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈھتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو،تو اس کی طمع میں ادھر جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھینچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پر کیف)منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے جس میں (جہنم سے)ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ دوزخ کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار اُن کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے ،وہ (رکوع)اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں)اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے)زمین پر بچھائے ہوئے اللہ سے گلو خلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں ۔

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ۳۰۳۔

دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم ،نیکوکار اور پرہیز گار نظر آتے ہیں ۔ ''اللہ سے ملاقات کے شوق کی ایک اور حالت اللہ سے ملاقات کرنے کے شوق کی ایک اور صورت کا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:(اِلٰهِي فَاجْعَلْنَا مِنَ الَّذِيْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُ الشَّوْقِ اِلَيْكَ فِيْ حَدَائِقِ صُدُوْرِهِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَتُ مُحَبَّتِكَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ اِلٰى اَوْكَارِ الْاَفْكَارِ يَاْوُوْنَ وَفِيْ رِيَاضِ الْقُرْبِ وَالْمُكَاشَفَةِ يَرْتَعُوْنَ وَمِنْ حِيَاضِ الْمُحَبَّةِ بِكَاْسِ الْمُلَاطَفَةِ يَكْرَعُوْنَ وَشَرَايِعِ الْمُصَافَاتِ يَرِدُوْنَ قَدْ كُشِفَ الْغِطَاءُ عَنْ اَبْصَارِهِمْ وَانْجَلَتْ ظُلْمَتُ الرَّيْبِ عَنْ عَقَاءِدِهِمْ وَضَمَاءِرِهِمْ وَانْتَفَجَتْ مُخَالَجَةُ الشَّكِّ عَنْ قُلُوْبِهِمْ وَسَرَاءِرِهِمْ وَانْشَرَحَتْ بِتَحْقِيْقِ الْمَعْرِفَةِ صُدُوْرُهُمْ وَعَلَتْ لِسَبْقِ السَّعَادَةِ فِى الزَّهَادَةِ وَ هِمَمُهُمْ وَعَذُبَ فِىْ مَعِيْنِ الْمُعَامَلَةِ شِرْبُهُمْ وَطَابَ فِيْ مَجْلِسِ الْاُنْسِ سِرُّهُمْ وَاَمِنَ فِيْ مَوَاطِنِ الْمَخَافَةِ سِرْبُهُمْ وَاطْمَاَنَّتْ بِالرُّجُوْعِ اِلٰى رَبِّ الْاَرْبَابِ اَنْفُسُهُمْ وَتَيَقَّنَتْ بِالْفَوْزِ وَالْفَلَاحِ اَرْوَاحُهُمْ وَقَرَّتْ بِالنَّظَرِ اِلٰى مَحْبُوْبِهِمْ اَعْيُنُهُمْ وَاسْتَقَرَّ بِاِدْرَاكِ السُّؤْلِ وَنَيْلِ الْمَاْمُوْلِ قَرَارُهُمْ وَرَبِحَتْ فِيْ بَيْعِ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ تِجَارَتُهُمْ اِلٰهِيْ مَا اَلَذَّ خَوَاطِرَ الْاِلْهَامِ بِذِكْرِكَ عَلَى الْقُلُوْبِ وَمَا اَحْلَى الْمَسِيْرَ اِلَيْكَ بِالْاَوْهَامِ فِيْ مَسَالِكِ الْغُيُوْبِ وَمَا اَطْيَبَ طَعْمَ حُبِّكَ وَمَا اَعْذَبَ شِرْبَ قُرْبِكَ فَاَعِذْنَا مِنْ طَرْدِكَ وَاِبْعَادِكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَخَصِّ عَارِفِيْكَ وَاَصْلَحِ عِبَادِكَ وَاَصْدَقِ طَاءِعِيْكَ وَاَخْلَصِ عُبَّادِكَ[1]) ''خدا یا !ہم کو ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہوگئے ہیں اور تیری محبت کے سوز و گداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے وہ فی الحال آشیانۂ افکار میں پناہ لئے ہوئے ہیں اور ریاض قرب اور مکاشفات میں گردش کر رہے ہیں تیری محبت کے حوض سے سیراب ہو رہے ہیں اور تیرے اخلاص کے گھاٹ پر وارد ہو رہے ہیں ان کی نگاہوں سے پردے اٹھادئے گئے ہیں اور ان کے دل و ضمیر سے شکوک کی تاریکیاں زائل ہو گئی ہیں ان کے عقائد سے شک و شبہ کی تاریکی محو ہو گئی ہے اور تحقیقی معرفت سے ان کے سینے کشادہ ہو گئے ہیں اور سعادت حاصل کرنے کے لئے زہد کی راہ میں ان کی ہمتیں بلند ہو گئی ہیں اورا طاعت کے ذریعہ سے ان کا چشمہ شیریں ہو گیا ہے مجلس انس میں ان کا باطن پاکیزہ ہو گیا ہے اور محل خوف میں ان کا راستہ محفوظ ہوگیا ہے وہ مطمئن ہیں کہ ان کے دل رب العالمین

---

[1] مفاتیح الجنان مناجات عارفین۔

کی طرف راجع ہیں اور ان کی روحوں کو کامیابی اور فلاح کا یقین ہے اور ان کی آنکھوں کو محبوب کے دیدار سے ٹھنکی حاصل ہو گئی ہے اور ان کے دلوں کو اور مدعا کے حصول سے سکون مل گیا ہے دنیا کو آخرت کے عوض بیچنے میں ان کی تجارت کامیاب ہو گئی ہے خدایا !دلوں کیلئے تیرے ذکر کا الہام کس قدر لذیذ ہے اور تیری بارگاہ کی طرف آنے میں ہر خیال کس قدر حلاوت کا احساس کرتا ہے۔ تیری محبت کا ذائقہ کتنا پاکیزہ ہے اور تیرے قُرب کا چشمہ کس قدر شیریں ہے ہمیں اپنی دوری سے بچالے اور اپنے مخصوص عارفوں اوراپنے صالح بندوں میں سے سچے اطاعت گذار اور خالص عبادت گذاروں میں قرار دینا'' ہم اس مقام پراہل بیت علیہم السلام کی دعا اور مناجات توقف نہیں کرنا چاہتے لیکن ہم امام علی بن الحسین علیہ السلام کی مناجات کے اس جملہ کے بارے میں کچھ غوروفکر کرنا چاہتے ہیں جس جملہ سے آپ نے مناجات کا آغاز فرمایا ہے:(اِلٰھِیْ فَاجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُ الشَّوْقِ اِلَیْکَ فِیْ حَدَائِقِ صُدُوْرِھِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَۃُ مَحَبَّتِکَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِھِمْ) ''خدایا! ہم کو ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہو گئے ہیں اور تیری محبت کے سوز و گداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے''

بیشک اولیاء اللہ کیلئے جیسا کہ امام علیہ السلام کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے خوبصورت باغ،طیب وطاہر ہیں اور عوام الناس سے مختلف طرح کی چیزیں صادر ہوتی ہیں:کچھ لوگوں کے دلوں سے مکاتب اور علمی مدرسے وجود میں آتے ہیں اور علم خیر اور نور ہے بشرطیکہ اللہ سے ملاقات کا شوق باقی رہے بعض لوگوں کے سینہ تجارت گاہ بینک اور مال و دولت کے مخزن ہوتے ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے اور شارش کے نقشے ہوتے ہیں اور فائدہ و نقصان کے مقام ہوتے ہیں مال اور تجارت اچھے ہیں۔

لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ کام اسکے دل کو مشغول نہ کردے اور ایسا رنج وغم نہ ہو جو اس سے جدا نہ ہو سکتا ہو کچھ لوگوں کے دل ایسی زمین ہوتے ہیں جس میں ببول کے درخت،حنظل (اندرائن جو کڑوا ہونے میں ضرب المثل ہے) زہریلے،کینہ مال پر لڑائی جھگڑا ، بادشاہت اور دوسروں کیلئے کید ومکر ہوا کرتے ہیں،اور کچھ افراد کے صدور (قلوب) کھیلنے کودنے والے افعال پر ہوتے ہیں دنیا وسیع پیمانہ پر ایک گروہ کیلئے لہو ولعب ہے ۔

لوگوں میں سے کچھ لوگوں کا دل دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے:ایک حصہ زہر،کینہ ،مکروکید سے پر ہے اور دوسرا حصہ لہو ولعب سے لبریز ہے۔جب پہلے حصہ کا راحت وآرام چھن جاتا ہے تو وہ دوسرے حصہ سے پناہ مانگتا ہے اور لہو ولعب سے مدد چاہتا ہے تاکہ وہ نفس کو پہلے حصہ کے عذاب سے نجات دلا سکے۔لیکن اولیاء اللہ کے سینے اس شوق کے باغ (جیسا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے)کے سلسلہ میں بارونق اور طیب وطاہر میوے ہوتے ہیں کبھی ان میں شوق کے درخت جڑ پکڑ جاتے ہیں اور اس میں اپنی شاخیں پھیلادیتے ہیں ۔اللہ سے ملاقات کا شوق ایسا امر نہیں ہے کہ اگر اس پر خواہشات نفسانی غالب آجائے یا دنیا اپنے کو زیب وزینت کے ساتھ اسکے سامنے پیش کردے تو وہ شوق ملاقات ختم ہوجائے ،اور جب صاحب دنیا کیلئے دنیا تنگ ہوجاتی ہے اور وہ مشکلوں میں گھر جاتا ہے نہ تو اس شوق میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ ہی اس کے اوراق (پتّے)مرجھاتے ہیں۔ بیشک جب اللہ سے شوق ملاقات کے اشجار ان دلوں میں اپنی جڑ محکم و مضبوط کر لیتے ہیں تو تمام مشکلوں کے باوجود ہمیشہ ہرے بھرے اور پھل دیتے رہتے ہیں۔اللہ سے ملاقات کرنے کے شوق کی حالت روح کے ہلکے ہونے کی حالت ہے اور یہ حالت سنگینی اور دنیا پر اعتماد کرنے کی حالت کے برعکس ہے جس کے سلسلہ میں قرآن کریم میں گفتگو کی گئی ہے:(مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْافِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیَاۃِالدُّنْیَامِنَ الآخِرَۃِ[1])''جب تم سے کہا گیاکہ راہ خدا میں جہاد کیلئے نکلو تو تم زمین سے چپک کر رہ گئے کیا تم آخرت کے بدلے زندگا نی دنیا سے راضی ہوگئے ہو ''بیشک جب انسان دنیا سے لولگاتا ہے،اسی سے راضی ہوتاہے اور اس پر اعتماد وبھروسہ کرلیتا ہے تو اسکا نفس بھاری اور ڈھیلا ہوجاتا ہے اور جب اسکا نفس [2]دنیا سے آزاد ہوجاتا ہے تو ہلکا ہوجاتا ہے اور اللہ کی محبت اور اس سے شوق ملاقات کو جذب کرتا ہے۔ہم اہل بیت سے ماثورہ دعاؤں کے بارے میں روایات کی روشنی میں محبت،شوق اور انس کی بحث کا اختتام کرتے ہیں اور اب ''محبت خدا ''کی بحث کا آغاز کرتے ہیں ۔

---

[1] سورۂ توبہ آیت ۳۸۔

[2] دنیا سے آزاد ہونے کا مطلب اس کو ترک کردینا نہیں ہے رسول خدا ﷺ بھی دنیا سے آزاد تھے لیکن پھر بھی اپنی دعوت کے سلسلہ میں دنیا کا سہارالیتے تھے

اللہ کیلئے خالص محبت یہ مقولہ توحید حب کے مقولہ سے بلند ہے بیشک توحید حب اللہ کی محبت کے علاوہ دوسری محبتوں کی نفی نہیں کرتی ہے لیکن اللہ کی محبت کو دوسری محبتوں پر غلبہ دیتی ہے پس اللہ کی محبت حاکم اور غالب ہے: (وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّالِلّٰہِ[1]) ''ایمان والوں کی تمام تر محبت خدا سے ہوتی ہے'' یہ ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط اور توحید کی شقوں میں سے ایک شق ہے۔ لیکن اللہ سے خالص محبت،اللہ کے علاوہ دوسروں سے کی جانے والی محبت کی نفی کرتی ہے لیکن اگر محبت خدا (الحب للہ،البغض للہ) کے ساتھ باقی رہے۔یہ ایمان اور توحید کی شان میں سے نہیں ہے،لیکن صدیقین اور ان کے مقامات کی شان ہے۔بیشک خداوند عالم اپنے اولیاء اور نیک بندوں کے دلوں کو اپنی محبت کے علاوہ دوسروں کی محبت سے خالی کرنے پر ممتکن کردیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (القلب حرم اللہ فلا تسکن حرم اللہ غیر اللہ[2]) ''دل اللہ کا حرم ہے اور اللہ کے حرم میں اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں رہ سکتا ہے'' یہ دل کی مخصوص صفت ہے چونکہ اعضاء وجوارح انسان کی زندگی میں مختلف قسم کے کام انجام دیتے ہیں جن کو خداوند عالم نے اس کیلئے مباح قرار دیا ہے اور ان کو بجالانے کی اجازت دی ہے لیکن دل اللہ کا حرم ہے اور اس میں اللہ کے علاوہ دوسرے کی محبت کا حلول کرنا سزاوار نہیں ہے۔

روایت میں دل کی حرم سے تعبیر کرنے کے متعلق نہایت ہی دقیق نکتہ ہے بیشک حرم کا علاقہ امن وامان کا علاقہ ہے اور اسکا دروازہ ہراجنبی آدمی کیلئے بند رہتا ہے اور اس میں رہنے والوں کو کوئی ڈروخوف نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کوئی اجنبی داخل ہوسکتا ہے اسی طرح دل اللہ کا امن وامان والا علاقہ ہے اس میں اللہ کی محبت کے علاوہ کسی اور کی محبت داخل نہیں ہوسکتی اور اس میں اللہ کی محبت کو کوئی برائی یا خوف پیش نہیں آسکتا ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۶۵۔
[2] بحار الانوار جلد ۷۰صفحہ۲۵۔

صدیقین اور اولیاء اللہ سے خالص محبت کرنے والے بندے ہیں اللہ کی محبت اور دوسروں کی محبت کو ایک ساتھ جمع نہیں کیا جاسکتا ہاں اللہ کی محبت کے زیر سایہ تو دوسروں کی محبت ہوسکتی ہے ۔ہم مندرجہ ذیل حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں محبت کی سوزش اور محبت میں صدق اخلاص دیکھتے ہیں: (سَيِّدِي اِلَيکَ رَغْبَتِي،وَاِلَيکَ رَهْبَتِي،وَاِلَيکَ تَأمِيلِي وَقَدْ سَاقَنِي اِلَيکَ اَمَلِي وَعَلَيکَ يَاوَاحِدِي عَكَفَتْ هِمَّتِي وَفِيمَا عِنْدَكَ انْبَسَطَتْ رَغْبَتِي وَلَكَ خَالِصُ رَجَاءِي وَخَوْفِي وَبِكَ اَنِسَتْ مَحَبَّتِي وَاِلَيكَ اَلْقَيتُ بِيَدِي وَبِحَبْلِ طَاعَتِكَ مَدَدْتُ رَهْبَتِي يَامَوْلَايَ بِذِكْرِكَ عَاشَ قَلْبِي وَبِمُنَاجَاتِكَ بَرَّدْتُ اَلَمَ الْخَوْفِ عَنِّي[1]) ''میرے مالک میری تیری ہی طرف رغبت ہے اور تجھی سے خوف تجھی سے امید رکھتا ہے،اور تیری ہی طرف امید کھینچ کرلے جاتی ہے، میری ہمت تیری ہی جناب میں ٹھہرگئی ہے اور تیری نعمتوں کی طرف میری رغبت پھیل گئی ہے خالص امیداور خوف تیری ہی ذات سے وابستہ ہے محبت تجھی سے مانوس ہے اور ہاتھ تیری ہی طرف بڑھایا ہے اور اپنے خوف کوتیری ہی ریسمان ہدایت سے ملا دیا ہے خدایا میرا دل تیری ذات سے زندہ ہے اور میرادرد خوف تیری مناجات سے ٹھہرا ہے''

امام علیہ السلام مناجات کے اس ٹکڑے میں اپنی رغبت ،رہبت ،اور آرزو تمام چیزوں کو اللہ سے مربوط کرتے ہیں اور خدا کی عطا کردہ ہمت کے ذریعہ ان سب کے پابند تھے آپ خالص طورپر خدا سے امید رکھتے تھے اور اسی سے خوف کھاتے تھے۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے: (احبّوا اللہ من کلّ قلوبکم[2]) ''تم اللہ سے اپنے پورے دلوں کے ساتھ دوستی کرو'' اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی دعا میں آیا ہے:(اللھم انّي أسألک ان تملاقلبي حبّالک وخشية منک،وتصديقالک وايمانابک وفرقاًمنک وشوقاالیک[3]) ''بار الٰہا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے دل کو اپنی محبت ،خوف ،تصدیق ایمان اور اپنے شوق سے لبریز فرما دے'' اگر اللہ سے محبت اور اس سے شوق ملاقات سے بندہ کا دل لبریز ہوجائے تو پھر اس میں اللہ سے محبت کے علاوہ کسی دوسرے سے محبت کی کوئی خالی جگہ ہی باقی نہیں رہ جاتی مگر یہ کہ محبت اس خدا کی محبت کے طول میں اور اسی کی

[1] دعائے ابو حمزہ ثمالی ۔
[2] کنز العمال جلد۷۴صفحہ۴۴۔
[3] بحارالانوار جلد ۹۸صفحہ۸۹۔

محبت کے نتیجہ پر کہ محبت بھی در حقیقت اللہ کی محبت ہے اور اسی شوق کا نتیجہ ہے۔ماہ رمضان کے آجانے پر حضرت امام صادق علیہ السلام کی دعا کا ایک حصہ یہ ہے: (صلّ علیٰ محمدٍ وآل محمدٍ واشْغَلْ قلبیْ بعظیم شانک وارسل محبّتک الیہِ حتیٰ اَلقاکَ واَوداجِی تشخب دَما[1]) ''خدایا! محمد وآل محمد پر درود بھیج اپنی شان کی عظمت کے صدقہ میں میرے دل کو اپنی یاد میں مصروف رکھ میرے دل میں اپنی محبت ڈال دے تاکہ میں تجھ سے خون میں غلطاں حالت میں ملاقات کروں'' اس کا مطلب خداوند عالم کیلئے خالص محبت کرنا ہے چونکہ خدا کی محبت دل کو مصروف کرنے والا کام ہے اور اس سے جدا نہ ہونے والا امر ہے۔

بندہ سے متعلق خداوند عالم کی حمیت

بیشک اللہ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے اور محبت کی ایک خصوصیت غیرت ہے وہ غیور بندوں کے دلوں میں ہوتی ہے بندے اللہ سے خالص محبت کریں اور اس کے علاوہ کسی دوسرے سے محبت نہ کریں اور بندوں کو اپنے دل میں دوسروں کی محبت داخل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنے رب سے وادی مقدس میں مناجات کرتے ہوئے عرض کیا اے پروردگار: (انی اخلصت لک المحبۃ منّی وغسلت قلبي ممّن سواک[2]) ''میں صرف تیرا مخلص ہوں اور تیرے علاوہ کسی اور سے محبت نہیں کرتا'' اور مجھے اپنے اہل وعیال سے شدید محبت ہے خداوند عالم نے فرمایا اگر تم مجھ سے خالص محبت کرتے ہوتو اپنے اہل وعیال کی محبت اپنے دل سے الگ کردو'' اللہ کی اپنے بندے پر یہ مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندے کے دل سے غیر کی محبت کو زائل کر دیتا ہے اور جب خداوند عالم اپنے بندے کو اپنے علاوہ کسی اور سے محبت کرتے ہوئے پاتا ہے تو اس کی محبت کو بندے سے سلب کردیتا ہے یہاں تک کہ بندہ کا دل اس کی محبت کیلئے خالص ہوجاتا ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی دعا میں آیا ہے: (انت الذي ازلت الاغیار عن قلوب احبائک حتیٰ لم یحبّوا سواک ماذا وجد

[1] بحا ر الانوار جلد ۹۷صفحہ ۳۳۴۔
[2] بحارالانوار جلد ۸۳ صفحہ ۲۳۶ ۔

مَن فقدکَ وماالذی فقد مَن وجدکَ لقدخاب من رضي دونک بدلا"[1] "تونے اپنے محبوں کے دلوں سے غیروں کی محبت کو اس حد تک دور کردیا کہ وہ تیرے علاوہ کسی سے محبت ہی نہیں کرتے ۔جس نے تجھے کھو دیا اس نے کیا پایا ؟اور جس نے تجھے پالیا اس نے کیا کھویا ؟جو شخص تیرے علاوہ کسی اور سے راضی ہوا وہ نا مراد رہا " ہمارے لئے اس سلسلہ میں اس تربیت کرنے والی خاتون کا واقعہ نقل کرنا بہتر ہے جس کو شیخ حسن البنانے اپنی کتاب "مذاکرات الدعوۃ والداعیۃ "میں نقل کیا ہے ۔حسن البنّا کہتے ہیں :شیخ سلبی (مصر کے علم عرفان اور اخلاق کی بڑی شخصیت)کو خداوند عالم نے ان کی آخری عمر میں ایک بیٹی عطا کی شیخ اس سے بہت زیادہ محبت کر تے تھے یہاں تک کہ آپ اس سے جدا نہیں ہوتے تھے وہ جوں جوں جوان اور بڑی ہو رہی تھی شیخ کی اس سے محبت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا شیخ بنّا نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ ایک شب پیغمبر اکرم کی شب ولا دت شیخ شلبی کے گھر کے نزدیک ایک خوشی کی محفل سے لوٹنے کے بعد شیخ شلبی سے ملا قات کی جب وہ چلنے لگے تو شیخ نے مسکرا کر کہا :انشاء اللہ کل تم مجھ سے اس حال میں ملاقات کروگے کہ جب ہم روحیہ کو دفن کرینگے ۔

روحیہ ان کی وہی اکلوتی بیٹی تھی جو شادی کے گیارہ سال بعد خداوند عالم نے ان کو عطا کی تھی اور جس سے آپ کام کرتے وقت بھی جدا نہیں ہوتے تھے اب وہ جوان ہو چکی تھی اس کا نام روحیہ اس لئے رکھا تھا کیونکہ وہ ان کیلئے روح کی طرح تھی ۔بنّا کہتے ہیں کہ :ہم نے اُن سے روتے ہوئے سوال کیا کہ اس کا انتقال کب ہوا ؟شیخ نے شلبی نے کہا آج مغرب سے کچھ دیر پہلے ۔ہم نے عرض کیا :توآپ نے ہم کو کیوں نہیں بتایا تا کہ ہم دوسرے گھر سے تشیع کی جماعت کے ساتھ نکلتے ۔؟شیخ نے کہا :کیا ہوا ؟ہمارا رنج و غم کم ہو گیا غم خوشی میں بدل گیا ۔کیا تم کو اس سے بڑی نعمت چا ہئے تھی ؟گفتگو شیخ کے صوفیانہ درس میں تبدیل ہو گئی اور وہ اپنی بیٹی کی وفات کی وجہ یہ بیان کرنے لگے کہ خداوند عالم ان کے دل پر غیرت سے کام لینا چاہتا تھا کیونکہ خداوند عالم کو اپنے نیک بندوں کے دلوں کے سلسلہ میں اسی بات سے غیرت آتی ہے کہ وہ کسی دوسرے سے وابستہ ہوں یا کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہوں ۔انھوں

[1] بحارا لانوارجلد ۹۸ صفحہ ۲۲۶۔

نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال پیش کی جن کا دل اسماعیل علیہ السلام میں لگ گیا تھا تو خداوند عالم نے ان کو اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیدیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا دل حضرت یوسف علیہ السلام میں لگ گیا تھا تو خداوند عالم نے حضرت یوسفؑ کو کئی سال تک دور رکھا اس لئے انسان کے دل کو خداوند عالم کے علاوہ کسی اور سے وابستہ نہیں ہونا چاہئے ورنہ وہ محبت کے دعوے میں جھوٹا ہوگا ۔پھر انھوں نے فضیل بن عیاض کا قصہ چھیڑا جب انھوں نے اپنی بیٹی کے ہاتھ کا بوسہ لیا تو بیٹی نے کہا بابا کیا آپ مجھے بہت زیادہ دوست رکھتے ہیں ؟تو فضیل نے کہا : ہاں ۔بیٹی نے کہا : خدا کی قسم میں آج سے پہلے آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتی تھی ۔ فضیل نے کہا : کیسے اور میں نے کیوں جھوٹ بولا ؟بیٹی نے کہا کہ : میں سوچتی تھی کہ آپ خداوند عالم کے ساتھ اپنی اس حالت کی بنا پر خدا کے ساتھ کسی کو دوست نہیں رکھتے ہوں گے ۔تو فضیل نے رو کر کہا کہ :اے میرے مولا اور آقا چھوٹے بچوں نے بھی تیرے بندے کی ریاکاری کو ظاہر کردیا ۔ایسی باتوں کے ذریعہ شیخ شبلی ہم سے روحیہ کے غم کو دور کرنا چاہتے تھے اور اس کی مصیبت کے دردو الم سے ہونے والے غم کو ہم سے برطرف کرنا چاہتے تھے ہم نے ان کو خدا حافظ کہا اور اگلے دن صبح کے وقت روحیہ کو دفن کردیا گیا ہم نے گریہ و زاری کی کوئی آواز نہ سنی بلکہ صرف صبر و تسلیم و رضا کے مناظر کا مشاہدہ کیا ۔اللہ کیلئے اور اللہ کے بارے میں محبت اب ہم مندرجہ ذیل سوال کا جواب بیان کریں گے اللہ کیلئے خالص محبت کے یہ معنی فطرت انسان کے خلاف ہیں چونکہ اللہ نے انسان کو متعدد چیزوں سے محبت اور متعدد چیزوں سے کراہت کرنے والی فطرت دے کر خلق کیا ہے اوراس معنی میں اللہ سے خالص محبت کرنے کا مطلب یہ ہے انسان کی اس فطرت کے خلاف محافظت کرے جس فطرت پر اللہ نے اس کو خلق کیا ہے ؟جواب :اللہ سے خالص محبت کرنے کا مقصد انسانی فطرت کا انکار کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں سے اللہ محبت کرتا ہے اور جن چیزوں کو ناپسند کرتا ہے ان کی محبت اور کراہت کی توجیہ کرنا ہے لہٰذا پروردگار عالم اپنے بندے اور کلیم حضرت موسیٰ بن عمران سے ان کے اہل کی محبت ان کے دل سے نکلوانا نہیں چاہتا ہے بلکہ خداوند عالم یہ چاہتا ہے کہ ان کے اہل وعیال کی محبت خداوند عالم کی محبت کے زیر سایہ ہو اور ہر محبت کیلئے بندے کے دل میں

وہی ایک منبع و مصدر ہونا چاہئے دوسرے لفظوں میں :بیشک پروردگار عالم اپنے بندے اور کلیم موسیٰ بن عمران سے یہ چاہتا ہے کہ ہر محبت کو اللہ کی محبت کے منبع اور مصدر سے مربوط ہونا چاہئے اس وقت بندے کی اپنے اہل وعیال سے محبت تعظیم کیلئے ہوگی یہی اس کا دقیق مطلب ہے اور تربیت کا بہترین اور عمدہ طریقہ ہے اور اسی طریقہ تک صرف اسی کی رسائی ہو سکتی ہے جس کو اللہ نے اپنی محبت کیلئے مخصوص کرلیا ہے اور اس کو منتخب کرلیا ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ پاک وپاکیزہ اور طیب وطاہر تھے آپ کا فرمان ہے میں دنیا کی تین چیزوں سے محبت کرتا ہوں :عورت خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے [1]۔بیشک یہ وہ محبت ہے جو اللہ کی محبت کے زیر سایہ جاری رہتی ہے اور ان تینوں میں رسولؐ خدا سب سے زیادہ نماز سے محبت کرتے تھے اس لئے کہ نماز ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے بیشک نماز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اللہ کی محبت کے زیر سایہ جاری تھی ۔پس اللہ سے محبت کرنے میں انسان کی فطرت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے جس فطرت پر اللہ نے انسان کو خلق کیا ہے ۔بلکہ جدید معیار و ملاک کے ذریعہ حیات انسانی میں محبت اور عداوت کے نقشہ کو اسی نظام کے تحت کرنا ہے جس کو اسلام نے بیان کیا ہے ۔انسان کی فطری محبت خود اسکے مقام پر باقی ہے لیکن جدید طریقہ کی وجہ سے اللہ کی تعظیم وتکریم کرنا ہے ۔اس بنیاد پر اللہ کیلئے محبت اور اللہ کے سلسلہ میں محبت کی قیمت کیلئے اسلامی روایات میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے ۔

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے: (المحبۃ للّٰہ اقرب نسب [2]) ''خدا سے محبت سب سے نزدیکی رشتہ داری ہے'' اور حضرت علی علیہ السلام کا ہی فرمان ہے: (المحبۃ فی اللّٰہ آکد من وشیج الرحم [3]) ''خدا سے محبت خونی رشتہ داری سے بھی زیادہ مضبوط ہے'' یہ تعبیر بہت دقیق ہے اور ایک اہم فکر کی طلبگار ہے ۔بیشک لوگوں کے اپنی زندگی میں بہت گہری رشتہ داری اور تعلقات ہوتے ہیں ۔ان تمام تعلقات میں رشتہ داری کے تعلقات بہت زیادہ معتبر ہیں ،اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی رشتہ داروں کی محبت سے زیادہ محبت کی تاکید کی گئی ہے جب انسان اپنی محبت اور تعلقات رشتہ داری کے ذریعہ قائم کرلے ۔اسی

[1] الخصال صفحہ ۱۶۵۔
[2] میزان الحکمۃ جلد ۲ص۲۲۳۔
[3] میزان الحکمۃجلد ۲صفحہ۲۳۳۔

محبت سے اور عداوت کی وجہ سے رشتہ داری کامل اور ناقص ہوگی۔ رشتہ داروں کی محبت پر اس لئے زیادہ زور دیا گیا ہے کہ جب اللہ کے علاوہ کسی اور سے محبت ہوگی تو اس محبت میں تغیر وتبدل ہوگا اور خلل واقع ہوگا ۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں کے تاثرات دوسرے بعض لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں لیکن جب انسان اپنے بھائی سے اللہ کیلئے محبت کرے گا تو وہ بہت زیادہ قوی محبت ہوگی اور یہ محبت مختلف اور ایک دوسرے کیلئے متضاد محبت سے کہیں زیادہ مؤثر ہوگی ۔اللہ کیلئے خالص محبت صرف انسان کے فطری تعلقات کی نفی نہیں کرتی بلکہ انسان پر اس بات پر زور دیتی ہے اور اس کے ذہن میں یہ بات راسخ کرتی ہے کہ اس محبت کو ایک بڑے منبع کے تحت منظم کرے جس کو ہر صدیق اور ولی خدانے منظم و مرتب کیا ہے ۔ پس اللہ کے نزدیک لوگوں میں وہ شخص زیادہ افضل ہوگا جو اپنے بھائی سے اللہ کی محبت کے زیر سایہ محبت کرے ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: (ماالتقی مؤمنان قط الاکان افضلھما اشدھما حبالاخیہ[1]) ''مومن جب بھی آپس میں ملیں گے تو ان میں وہ افضل ہوگا جو اپنے بھائی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہو''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہی فرمان ہے: (ان المتحابین فی اللہ یوم القیامۃ علی منابرمن نور،قد اضاء نوراجسادھم ونورمنابرھم کلّ شئ حتی یُعرفوابہ،فیقال:ھؤلاء المتحابّون فيٰ اللہ[2]) ''اللہ کی محبت میں فنا ہوجانے والے قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے ان کے اجساد اور ان کے منبروں کے نور کی روشنی سے ہر چیز روشن ہوگی یہاں تک کہ ان کا تعارف بھی اسی نور کے ذریعہ ہوگا ۔پس کہا جائیگا :یہ لوگ اللہ کی محبت میں فناء فی اللہ ہوگئے ہیں''

روایت کی گئی ہے کہ پروردگار عالم نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے کہا : (ھل عملت لي عملاً ؟قال: صلّیت لک وصمت،وتصدقت وذکرت لک،فقال اللہ تبارک وتعالیٰ:اما الصلاۃ فلک برھان،والصوم جُنۃ،والصدقۃ ظلّ،والذکر نور،فأي عمل عملت لی؟قال موسیٰ:دلّنی علی العمل الذي ھو لک۔قال:یاموسیٰ،ھل والیت لي ولیّاوھل عادیت لي عدوّاًقط؟فعلم موسیٰ ان افضل الاعمال الحبّ فی اللہ والبغض

[1] بحار الانوار جلد ۷۴ص۳۹۸
[2] بحار الانوار جلد ۷۴ص۳۹۹۔

في الله [1]) ’’کیا تم نے میرے لئے کوئی عمل انجام دیا ہے ؟حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا : میں نے تیرے لئے نماز پڑھی ہے، روزہ رکھاہے ،صدقہ دیاہے اور تجھ کو یاد کیا ہے پروردگار عالم نے فرمایا :نماز تمہارے لئے دلیل ہے ،روزہ سپر ہے صدقہ سایہ اور ذکر نور ہے پس تم نے میرے لئے کونسا عمل انجام دیا ہے ؟حضرت موسیٰ نے عرض کیا :ہر وہ چیز جس پر عمل کا اطلاق ہوتا ہے وہ تیرے لئے ہے خداوندعالم نے فرمایا :کیا تم نے کسی کو میرے لئے ولی بنایااور کیا تم نے کسی کو میرا دشمن بنایا ہرگز؟تو موسیٰ کو یہ معلوم ہوگیا کہ سب سے افضل عمل اللہ کی محبت اور بغض میں فنا ہوجانا ہے‘‘حدیث بہت دقیق ہے نماز کیلئے امکان ہے کہ انسان اسکو اللہ کی محبت کے عنوان سے پیش کرے یا ممکن ہے نماز کو اپنے لئے جنت میں دلیل کے عنوان سے پیش کرے ۔روزہ کو ممکن ہے انسان اللہ کی محبت کیلئے مقدم کرے اور ممکن ہے اسکو اپنے لئے جہنم کی آگ سے سپر قرار دے لیکن اولیاء اللہ کی محبت اور اللہ کے دشمنوں سے برائت اللہ کی محبت کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے ۔

محبت کا پہلا سرچشمہ

ہم اللہ کی محبت کیلئے کہاں سے سیراب ہوں؟ہماری اس بحث میں یہ سوال بہت اہم ہے ۔ جب ہم اللہ کی محبت کی قیمت سے متعارف ہوگئے تو ہمارے لئے اس چیز سے متعارف ہونا بھی ضروری ہے کہ ہم اس محبت کو کہاں سے اخذ کریں اور اسکا سرچشمہ و منبع کیا ہے ؟اس سوال کا مجمل جواب یہ ہے کہ اس محبت کا سرچشمہ ابتدا وانتہاء اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اس مجمل جواب کی تفصیل بیان کرنا ضروری ہے اور تفصیل یہ ہے : ا۔اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہےبیشک اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے،ان کو رزق دیتا ہے،ان کو کپڑا پہناتا ہے، ان کو بے انتہا مال ودولت عطا کرتا ہے،ان کو معاف کرتا ہے،ان کی توبہ قبول کرتا ہے،ان کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے،ان کو توفیق عطا کرتا ہے،ان کو اپنے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے،ان کو اپنی رعایا کا ولی بناتا ہے اور ان پر فضیلت دیتا ہے،ان سے برائی اور شر کو دور کرتا ہے یہ سب محبت کی نشانیاں ہیں۔

---

[1] بحارالانوار جلد ۶۹ص۲۵۳۔

۲۔ان کو اپنی محبت والفت عطا کرتا ہےاللہ کی بندوں کیلئے یہ محبت ہے کہ وہ ان (بندوں)سے محبت کرتا ہے اور ان کو اپنی محبت کا رزق عطا کرتا ہے ۔ محبت کا یہ حکم بڑا عجیب و غریب ہے بیشک محبت کا دینے والا وہ خداہے جو اپنے بندوں سے محبت سے ملاقات کرتا ہے ان کو جذبہ عطا کرتا ہے پھر اس جذبہ کے ذریعہ ان کو مجذوب کرتا ہے ۔ہم یہ مشاہدہ کر چکے ہیں کہ ماثورہ روایات اور دعاؤں میں اس مطلب کی طرف متعدد مرتبہ ارشارہ کیاگیاہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بارہویں مناجات میں فرماتے ہیں: (اِلٰھي فَاجْعَلْنَا من الَّذِیْن تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُالشَّوْقِ اِلَیْکَ فِيْ حَدَائِقِ صُدُوْرِھِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَۃُ مَحَبَّتِکَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِھِمْ) ''خدا یا !ہمیں ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہوگئے ہیں اور تیری محبت کے سوز وگدازنے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے'' ہم اس دعا کی پہلے شرح بیان کر چکے ہیں ۔

چودھویں مناجات میں آیا ہے :(اَسْأَلُکَ اَنْ تَجْعَلَ عَلَیْنَا وَاقِیَۃً تُنْجِیْنَا مِنَ الْھَلَکَاتِ،وَتُجَنِّبُنَا مِنَ الآفَاتِ،وَتُکِنُّنَا مِن دَوَاھِي الْمُصِیْبَاتِ،وَاَنْ تُنْزِلَ عَلَیْنَامِن سَکِیْنَتِکَ،وَاَنْ تُغَشِّيَ وُجُوْھَنَا بِاَنْوَارِ مَحَبَّتِکَ،وَاَنْ تُؤْوِیَنَا اِلیٰ شَدِیْدِ رُکْنِکَ،وَاَن تَحْوِیَنَا فِي اَکْنَافِ عِصْمَتِکَ،بِرَأْفَتِکَ وَرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ) ''ہمارے لئے وہ تحفظ قراردیدے جو ہمیں ہلاکتوں سے بچالے اور آفتوں سے محفوظ کرکے مصیبتوں سے اپنی پناہ میں رکھے ۔ ہم پر اپنا سکون نازل کردے اور ہمارے چہروں پر اپنی محبت کی تابانیوں کا غلبہ کردے ۔

ہم کو اپنے مستحکم رکن کی پناہ میں لے لے اور ہم کو اپنی مہربانیوں کی عصمت کے زیرسایہ محفوظ بنادے ''پندرھویں مناجات (زاہدین)میں آیا ہے: (اِلٰھي فَزَھِّدْنَا فِیْھَا وَسَلِّمْنَا مِنْھَا بِتَوْفِیْقِکَ وَعِصْمَتِکَ،وَانْزَعْ عَنَّا جَلاَبِیْبَ مُخَالَفَتِکَ،وَتَوَلَّ اُمُوْرَنَا بِحُسْنِ کِفَایَتِکَ،وَاَجْمِلْ صِلاَتِنَا مِنْ فَیْضِ مَوَاھِبِکَ،وَاَغْرِسْ فِي اَفْئِدَتِنَا اَشْجَارَ مَحَبَّتِکَ وَاَتْمِمْ لَنَا اَنْوَارَ مَعْرِفَتِکَ،وَاَذِقْنَا حَلاَوَۃَ عَفْوِکَ وَلَذَّۃَ مَغْفِرَتِکَ،وَاَقْرِرْ اَعْیُنَنَا یَوْمَ لِقَائِکَ بِرُؤْیَتِکَ،وَاَخْرِجْ حُبَّ الدُّنْیَا مِنْ قُلُوْبِنَا کَمَا فَعَلْتَ بِالصَّالِحِیْنَ مِن صَفْوَتِکَ،وَالْاَبْرَارِ مِنْ خَاصَّتِکَ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ) '' خدا یا ہم کو اس دنیامیں زہد عطا فرما اور اس کے شرسے محفوظ فرما اپنی توفیق اور عصمت کے ذریعہ ہم سے اپنی مخالفت کے لباس اتر وادے اور ہمارے امور کا تو ہی ذمہ دار بن کر ان کی بہترین کفایت فرمااپنی وسیع رحمت سے مزید عطافرمااور اپنے بہترین عطایا سے

ہمارے ساتھ اچھے برتأو کرنا اور ہمارے دلوں میں اشجار محبت بٹھا دے اور ہمارے لئے انوار معرفت کو مکمل کردے اور ہمیں اپنی معافی کی حلاوت عطا فرمااور ہمیں مغفرت کی لذت سے آشنابنا دے ہماری آنکھوں کوروز قیامت اپنے دیدار سے ٹھنڈاکر دینا اور ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت نکال دینا جیسے تونے اپنے نیک اور منتخب اورتمام مخلوقات میں نیک کردار لوگوں کے ساتھ سلوک کیا ہے اور اپنی رحمت کے سہارے اے ارحم الراحمین‘‘آخر میں ہم اس مطلب کی تکمیل کیلئے سید ابن طاؤس کی نقل کی ہوئی روز عرفہ پڑھی جانے والی امام حسین علیہ السلام کی دعا نقل کررہے ہیں: (کیف یستدل علیک بما ھو فی وجودہ مفتقر الیک ایکون لغیرک من الظّھور مالیس لک حتیٰ یکون ھوالمُظھر لک متیٰ غبت حتیٰ تحتاج الیٰ دلیل یدلّ علیک ومتیٰ بعدت حتیٰ تکون الآثار ھی الّتی توصل الیک عمیت عین لاتراک علیھا رقیباً وخسرت صفقۃ عبد لم تجعل لہ من حبّک نصیباً فاھدنی بنورک الیک،واقمنی بصدق العبودیۃ بین یدیک ۔۔۔وصنّی بسترک المصون ۔۔۔واسلک بی مسلک اھل الجذب،الٰھی اغننی بتدبیرک لی عن تدبیری،وباختیارک عن اختیاری واوقفنی عن مراکز اضطراری ۔۔۔أنت الذی اشرقت الأنوار فی قلوب أولیاءک حتّی عرفوک ووحّدوک ۔وانت الذی أزلت الأغیار عن قلوب احبّاءک حتیٰ لم یحبّوا سواک ولم یلجؤا الیٰ غیرک انت المؤنس لھم حیث اوحشتھم العوالم وانت الذی ھدیتھم حیث استبانت لھم المعالم ۔ماذاوجد من فقدک ؟وماالذی فقد من وجدک ؟لقد خاب من رضی دونک بدلاً،ولقد خسر من بغیٰ عنک متحوّلاً کیف یرجیٰ سواک وانت ماقطعت الاحسان؟وکیف یطلب من غیرک وانت مابدّلت عادۃ الامتنان ؟یامن اذاق احبّاءہ حلاوۃ المؤانسۃ فقاموا بین یدیہ متملّقین ویامن البس اولیاءہ ملبس ھیبتہ فقاموا بین یدیہ مستغفرین الٰھی اطلبنی برحمتک حتیٰ اصل الیک،واجذبنی بمنّک حتیٰ اقبل علیک [1])‘‘میں ان چیزوں کو کس طرح راہنمابناؤں جو خود ہی اپنے جود میں تیری محتاج ہیں کیا تیرے کسی شئ کوتجھ سے بھی زیادہ ظہور حاصل ہے کہ وہ دلیل بن کر تجھ کو ظاہر کرسکے توکب ہم سے غائب رہا ہے کہ تیرے ئے کسی دلیل اور راہنمائی کی ضرورت ہو،اور کب ہم سے دور رہا ہے کہ آثار تیری بارگاہ تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں وہ آنکھیں اندھی ہیں جو تجھے اپنا نگراں نہیں سمجھ رہی ہیں اور وہ بندہ اپنے

[1] بحارالانوار ج۹۸ص۲۲۶۔

معاملاتِ حیات میں سخت خسارہ میں ہے جسے تیری محبت کا کوئی حصہ نہیں ملا ۔تو اپنی طرف اپنے نور سے میری ہدایت فرما،اور مجھ کو اپنی سچی بندگی کے ساتھ اپنی بارگاہ میں حاضری کی سعادت کرامت فرما ۔اور اپنے محفوظ پردوں سے میری حفاظت فرما ۔اور جذب وکشش رکھنے والوں کے مسلک پر چلنے کی توفیق عطا فرما اپنی تدبیر کے ذریعہ مجھے میری تدبیر سے بے نیاز کردے اوراپنے اختیار کے ذریعہ میرے اختیار اورانتخاب سے مستغنی بنا دے اوراضطرارواضطراب کے مواقع کی اطلاع اورآگاہی عطافرما ۔تو ہی وہ ہے جس نے اپنے دوستوں کے دلوں میں انوارالوہیت کی روشنی پیدا کر دی تووہ تجھے پہچان گئے اور تیری وحدانیت کا اقرار کرنے لگے اور توہی وہ ہے جس نے اپنے محبوں کے دلوں سے اغیار کو نکال کرباہر کردیا تواب تیرے علاوہ کسی کے چاہنے والے نہیں ہیں،اور کسی کی پناہ نہیں مانگتے تونے اس وقت ان کا سامان فراہم کیا جب سارے عالم سبب وحشت بنے ہوئے تھے اور تونے ان کی اس طرح ہدایت کی کہ سارے راستے روشن ہوگئے پروردگار جس نے تجھ کو کھو دیا اس نے کیاپایا؟اور جس نے تجھ کو پالیا اس نے کیا کھویا؟جو تیرے بدل پر راضی ہوگیاوہ نا مراد ہوگیا،اور جس نے تجھ سے رو گردانی کی وہ گھاٹے میں رہا ،تیرے علاوہ غیر سے امید کیوں کی جائے جبکہ تونے احسان کا سلسلہ روکا نہیں اور تیرے علاوہ دوسرے سے مانگا ہی کیوں جائے جبکہ تیرے فضل وکرم کی عادت میں فرق نہیںآیا ہے وہ پروردگار جس نے اپنے دوستوں کو انس و محبت کی حلاوت کا مزہ چکھا دیاہے تو اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے کھڑے ہوئے ہیں اور اپنے اولیاء کو ہیبت کا لباس پہنا دیاہے تو اس کے سامنے استغفار کرنے کے لئے استادہ ہیں ۔میرے معبود مجھ کو اپنی رحمت سے طلب کرلے تاکہ میں تیری بارگاہ تک پہونچ جاؤں اورمجھے اپنے احسان کے سہارے اپنی طرف کھینچ لے تاکہ میں تیری طرف متوجہ ہوجاؤں''

٣۔بندوں سے خداوندعالم کا اظہاردوستی :خداوندعالم اپنے بندوں سے دوستی کا اظہار کرتا ہے اور بندوں کو اپنی ذات سے محبت کرانے کیلئے نعمتوں سے مالامال کردیتا ہے بیشک پروردگار عالم دلوں پر نعمت اس لئے نازل کرتاہے کہ خداوندعالم نے جن پر نعمت نازل کی ہے وہ اللہ کو دوست رکھیں ۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے دعائے سحر میں آیا ہے: (تَحَبَّبُ اِلَیْنَا بِالنِّعَمِ وَنُعَارِضُکَ بِالذُّنُوبِ خَیْرُکَ اِلَیْنَا نَازِلٌ وَشَرُّنَا اِلَیْکَ صَاعِدٌ وَلَمْ یَزَلْ وَلاَیَزَالُ مَلَکٌ کَرِیْمٌ یَاْتِیْکَ عَنَّا بِعَمَلٍ قَبِیْحٍ فَلا یَمْنَعُکَ ذٰلِکَ مِنْ اَنْ تَحُوْطَنَا بِرَحْمَتِکَ وَتَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِآلاءِکَ فَسُبْحَانَکَ مَااَحْلَمَکَ وَاَعْظَمَکَ وَاَکْرَمَکَ مُبْدِئاًوَمُعِیْدًا[1]) "تو نعمتیں دے کرہم سے محبت کرتا ہے اور ہم گناہ کر کے اس کا مقابلہ کرتے ہیں تیرا خیر برابر ہماری طرف آرہا ہے اور ہمارا شر برابر تیری طرف جارہا ہے فرشتہ برابر تیری بارگاہ میں ہماری بد اعمالیوں کا دفتر لے کر حاضر ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود تیری نعمتوں میں کمی نہیںآتی اورتو برابر فضل و کرم کر رہاہے تو پاک پاکیزہ ہے تو تجھ جیسا حلیم عظیم اور کریم کون ہے ابتدا اور انتہا میں تیرے نام پاکیزہ ہیں" اللہ کا اپنے بندے پر نعمت فضل ،بھلائی عفواور ستر (عیب پوشی)نازل کرنے اور بندہ کی طرف سے اللہ کی طرف سے جوبرائی اور شر صعود کرتا ہے ان دونوں کے درمیان مقائسہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بندہ اپنے مولا سے شرمندہ ہے ،وہ اللہ کی طرف سے اس محبت اور دوستی کا روگردانی اور دشمنی کے ذریعہ جواب دیتا ہے ۔انسان کتنا شقی اور بد بخت ہے کہ اللہ کی محبت اوردوستی کا جواب ردگردانی اور دشمنی سے دیتا ہے ۔

امام زمانہ حضرت حجۃ علیہ السلام کے دعاء افتتاح میں ان کلمات کے سلسلہ میں غوروفکر کریں (اِنَّکَ تَدْعُوْنِیْ فَاُوَلِّیْ عَنْکَ وَتَتَحَبَّبُ اِلَیَّ فَاَتَبَغَّضُ اِلَیْکَ،وَتَتَوَدَّدُاِلَیَّ فَلاَاَقْبَلُ مِنْکَ،کَاَنَّ لِیَ التَّطَوُّلَ عَلَیْکَ،فَلَمْ یَمْنَعْکَ ذٰلِکَ مِنَ الرَّحْمَۃِلِي وَ الاِحْسَانِ اِلَيَّ وَالتَّفَضُّلِ عَلَيَّ[2]) "اے پروردگار بیشک تو نے مجھ کو دعوت دی اور میں نے تجھ سے روگردانی کی اور تو نے محبت کی اور میں نے تجھ سے بغض و عناد رکھا اور تو میرے ساتھ دوستی کرتا ہے تو میں اس کو قبول نہیں کرتا ہوں گویا کہ میرا تیرے اوپر حق ہے اور اس کے باوجود اس نے تجھ کو میرے اوپر احسان کرنے اور فضل کرنے سے نہیں روکا" (خیرک الینانازل وشرّنااِلَیْکَ صَاعِدٌ[3]) " تیرا خیر برابر ہماری طرف آرہاہے اور ہماراشر برابر تیری طرف جارہاہے"

---

[1] بحارالانوار جلد ۹۸ صفحہ ۸۵ ۔
[2] مفاتیح الجنان دعائے افتتاح ۔
[3] بحارالانوار جلد ۱۸ صفحہ ۸۵ ۔

اہل بیت علیہم السلام کی میراث میںدعاؤں کے مصادر

ہمارے پاس ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی احادیث میں مناجات اور دعاؤں کا صاف شفاف اور طیب و طاہر دولت کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے ۔

اصحاب ائمہ علیہم السلام اور تدوین حدیث کا اہتمام

ائمہ علیہم السلام اپنے اصحاب سے دعاؤں کے سلسلہ میں جو کچھ وصیت فرماتے تھے تووہ ان کو لکھنے کے بڑے پابند تھے ۔ سید رضی الدین علی بن طاوؤس نے کتاب مہج الدعوات میں امام موسیٰ بن جعفرؑ سے منسوب دعائے جوشن صغیر کو نقل کرتے وقت یہ تحریر کیاہے کہ امام کاظم علیہ السلام کے صحابی ابو وصاح محمد بن عبداللہ بن زید النھشلی نے اپنے والد بزگوار عبداللہ بن زید سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن زید کا کہنا ہے کہ ابوالحسن کاظمؑ کے اہل بیت علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی ایک خاص جماعت تھی جو مجلس میں اپنے ساتھ غلاف میں بڑی نرم و نازک آبنوس کی تختیاں لیکر حاضر ہوا کرتے تھے جب بھی آپ اپنی زبان اقدس سے کوئی کلمہ ادا فرماتے تھے یا کوئی فتویٰ صادر فرماتے تھے تو وہ قوم جو کچھ سنا کرتی تھی اس کو لکھ لیا کرتی تھی۔

اسی بنیاد پر عبداللہ نے کہا کہ ہم نے آپ کو دعا میں یہ فرماتے سنا ہے اور اس سلسلہ میں مشہور و معروف دعا ''جوشن صغیر'' موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے ذکر فرمائی ہے۔ حدیث کے سلسلہ میں (اصول اربعأۃ) چارسو اصول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب نے آپ کی احادیث کی تدوین چارسو کتابوں میں کی ہے جو اصول اربعمأت کے نام سے مشہور ہوئیں۔ شیخ امین الاسلام طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ) نے اعلام الوریٰ میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ کے چار ہزار اہل علم شاگرد مشہور تھے اور آپ نے ان کے جوابات میں مسائل کے سلسلہ میں چار سو کتابیں تحریر کیں جن کو اصول اربعماۃ کہا جاتاہے اور اصحاب اصول کا طریقۂ کار ائمہ علیہم السلام سے سنی جانے والی تمام چیزوں کو لکھنا اور تدوین کرنا تھا ۔ شیخ بہائی کتاب الشمسین میں

تحریر کرتے ہیں : ''ہمارے بزرگان سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ اصحاب اصول کی یہ عادت تھی کہ وہ جب بھی کسی امام سے کوئی حدیث سنتے تھے تو وہ اس حدیث کو اپنے اصول میں درج کرنے کیلئے سبقت کرتے تھے کہ ہم کہیں دنوں کے گذرنے کے ساتھ ساتھ اس پوری حدیث یا بعض حصہ کو فراموش نہ کردیں ''اس لئے یہ اصول اصحاب کی طرف سے مورد وثوق تھے جب وہ ان سے کوئی روایت نقل کرتے تھے تو اس کے صحیح ہونے کا حکم لگاتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے ۔جناب محقق داماد اصول اربعمأت نقل کرنے کے بعد انتیسویں نمبر پر ذکر کرتے ہیں :یہ بات جان لینی چاہئے کہ معتمد اصول مصححہ کو اخذ کرنا روایت کو صحیح قرار دینے کا ایک رکن ہے ''۔

ائمہ علیہم السلام کے اصحاب کی بڑی تعداد نے اصول کی کتابت کے سلسلہ میں کہا ہے کہ ان اصول کا پورا کرنا اور ان اصول سے مکمل طور پر استفادہ کرنا ممکن نہیں ہے جناب شیخ طوسی اپنی کتاب فہرست کی ابتدا میں تحریر فرماتے ہیں: ہم ان اصول کے مکمل ہونے کی ضمانت نہیں لے سکتے چونکہ ہمارے اصحاب کی تصانیف اور ان کے اصول اکثر شہروں میں منتشر ہونے کی وجہ سے صحیح طور پر ضبط نہ ہو سکے لیکن ہاں کتاب الذریعہ میں آقائے بزرگ طہرانی کے قول کے مطابق ان کی تعداد چار سو سے کم نہیں ہے۔

محقق داماد اپنے مذکورہ تلخیص نمبر میں تحریر کرتے ہیں :یہ مشہور ہے کہ اصول اربعمأت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں کے ذریعہ تحریر کئے گئے ہیں جبکہ ان کے جلسوں میں شریک ہونے اور ان سے روایت نقل کرنے والے راویوں کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے اور ان کی کتابیں اور تصنیفات بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں سے قابل اعتماد یہی چار سو اصول ہیں ''میراث اہل بیت علیہم السلام اور طغرل بیگ کی آتش زنی اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں سے یہ اصول متعدد طائفوں کے پاس تھے ان ہی میں سے دعاؤں کی کتابیں بھی تھیں جو کتابوں کے اس مخزن کے جلنے کی وجہ سے تلف ہوگئیں تھیں جس کو وزیر ابو نصر سابور بن اردشیر (شیعہ وزیر جس کو بہاء الدولہ نے وزارت دی تھی)نے وقف کیا تھا یہ اس دور میں کتابوں کا سب سے بڑا مخزن شمار کیا جاتا تھا۔یاقوت حموی نے معجم البلدان جلد ۲صفحہ۳۴۲پر مادہ بین سورین میں کہا ہے کہ : بیشک بین السورین کرخ

بغداد میں آبادی کے لحاظ سے سب سے اچھا محلہ تھا ''اس میں کتابوں کا مخزن تھا جس کو ابو نصر سابور بن ارد شیر وزیر کو بہاء الدولہ بویہی کے وزیر نے وقف کیا تھا ،دنیا میں اس سے اچھی کتابیں کہیں نہیں تھیں تمام کتابیں معتبر ائمہ اور ان کے محرز اصول کے تحت تحریر کی گئی تھیں جب محلہ کرخ کو جلایا گیا تو اس میںیہ تمام کتابیں جل کر راکھ ہوگئیں اورانھیں کتابوں میں جن کو طغرل بیگ نے جلایا اہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں کی کتابیں بھی تھیں۔ محقق،طہرانی کتاب یا قوت میں، حموی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں : ''ہم کو اس بات کا گمان ہے کہ بغداد کے محلہ کرخ میں شیعوں کیلئے وقف کی گئی اس لائبریری کی کچھ کتابیں وہی دعائی اصول ہیں جن کو ائمہ کے قدیم اصحاب نے ائمہ سے نقل کیا ہے اور بزرگان رجال نے ان سے ہر ایک کی سوانح عمری میں صاف صاف کہا ہے کہ یہ کتابیں انھیں کی ہیں اس کو کتاب ادعیہ بھی کہا ہے نیز اس کتاب کے اس کے مؤلف سے نقل کرنے کی روش کو بھی ذکر کیا ہے[1]''

اہل بیت علیہم السلام کی محفوظ رہ جانے والی میراث

ان اصول کی کچھ کتابیں شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر طوسیؒ کی کتاب ''التہذیب''اور الاستبصار مؤلف کے پاس تھیں۔اس وقت بغداد میں امھات اصول کے نام سے بھرے ہوئے دو کتاب خانہ تھے ان میں سے ایک کتابخانہ سابور تھا جس کے بانی شیعہ علماء تھے جو بغداد میں کرخ کی طرف بنایا گیا تھا اوردوسرا کتابخانہ ان کے استاد محترم شریف مرتضی کا تھا جس میں اسی ہزار کتابیں تھیں وہ کتابیں ابن ادریس حلی کے زمانہ تک باقی رہیں جن میں سے ''مستطرفات السرائر''کا استخراج کیا گیا۔

دعاؤں کے کچھ مصادر کا تلف ہونے سے محفوظ رہنا : محقق بزرگ طہرانی کتاب الذریعہ میں تحریر کرتے ہیں : منجملہ دعائی اصول جو شاپور کتاب خانہ میں یا خاص عناوین کے تحت موجود تھے یا قوت حموی کی تشریح کے مطابق سب کے سب جل کر راکھ ہوگئے لیکن ان میں سے جو کچھ شخصی طورپر دوسروں کے پاس موجود تھے، وہ محفوظ رہ گئے ادعیہ ،اذکار اور زیارتوں کے مطالب ہم تک اسی طرح

[1] الذریعہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۴۔

پہنچے ہیں جس طرح ان اصول میں مندرج تھے چونکہ کتاب خانہ کے جلائے جانے سے چند سال پہلے متعدد علماء اعلام نے ادعیہ، اعمال اور زیارتوں کی کتابیں تالیف کی تھیں اور جو کچھ ان کتابوں میں دعاؤں کے اصول موجود تھے ان کو اخذ کرلیا تھا۔ ان اصول سے تالیف کی گئیں کتابیں کتاب خانہ کے جلائے جانے سے پہلے اسی طرح موجود تھیں اور آج بھی موجود ہیں، جیسے کتاب دعا مولف شیخ کلینیؒ متوفی ۳۲۹ھ ق۔ کتاب کامل الزیارات۔ مولف قولویہ متوفی ۳۶۰ھ ق، کتاب الدعا والمزار مولف شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ، کتاب المزار مولف شیخ مفید متوفی ۴۱۲ ق اور کتاب روضتالعابدین مولف کراجکی متوفی ۴۴۹ھ ق۔

کتاب مصباح المتہجد کے ذریعہ محفوظ رہنے والی دعائیں

وہ دعائیہ مصادر جو ان قدیمی اصول سے اخذ کئے گئے ہیں ان میں سے کتاب مصباح المتہجد ہے جو شیخ الطائفہ طوسیؒ متوفی ۴۶۰ھ ق)کی تالیف ہے آپ نے ۴۰۸ھ ق میں عراق آنے کے بعد ان قدیم اصول کو اخذ کیا جو کتابخانہ شاہ پور اور کتاب خانہ شریف مرتضی کے ماتحت موجود تھے آپ نے احادیث احکام کے سلسلہ میں تہذیب الاحکام اور استبصار تالیف کی اور دعا واعمال کے متعلق مصباح المتہجد نام کی کتاب تحریر کی ہے اور اس میں ان ہی مقدار میں ان اصول کو تحریر کیا ہے جن کو عباد متہجدین سے آسانی سے اخذ کرسکیں۔

سید ابن طاؤوس تک پہنچنے والے دعاؤں کے کچھ مصادر

دعاؤں کے کچھ وہ مصادر جو ساتویں ہجری تک کرخ میں شاپور کتاب خانہ کے جل جانے سے بچ گئے اور وہ سید رضی الدین ابن طاؤوس متوفی ۶۶۴ھ ق کے ہاتھوں میں آئے۔ وہ اپنی کتاب کشف المحجہ جس کو اپنے فرزند کیلئے تالیف کیا تھا اسکی بیالیسویں فصل میں اس طرح تحریر کرتے ہیں: خداوند بزرگ و تعالیٰ نے میرے سامنے تمہارے لئے متعدد کتابیں لکھنے کا موقع فراہم کیا۔ اور اللہ نے میرے لئے "دعوات" کی ساٹھ جلدوں سے زیادہ جلدیں لکھنے کا موقع فراہم کیا [1]۔ جب سید ابن طاؤوس نے کتاب مہج الدعوات

---

[1] کشف المحجہ ثمرۃالمہجہ مولف ابن طاؤوس۔

تحریر کی تو آپ کے پاس دعاؤں کی سترّ سے زیادہ کتابیں موجود تھیںآپ کتاب مہج الدعوات کے آخر میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں :یہ میری زندگی کی آخری کتاب ہے۔ سید ابن طاؤوس اپنی زندگی کی آخری کتاب الیقین میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کی اس آخری کتاب کو اس وقت تحریر کیا ہے جب میرے پاس دعاؤں کی سترّ سے زیادہ کتابیں موجود تھیں[1]۔

سید ابن طاؤوس کے پاس حدیث اور دعا کے پندرہ سو مصادر :جب سید نے دعا کے سلسلہ میں اپنی بڑی کتاب ''اقبال''تحریر کی تو شہید کے اپنے مجموعہ میں جبعی کے نقل کے مطابق ان کے پاس ان کی اپنی پندرہ سو کتابیں موجود تھیں اور یہ ۶۵۰ھ ق کی بات ہے جب سید رضی الدین ابن طاؤوس کتاب اقبال لکھ کر فارغ ہوئے ۔شہید تحریر کرتے ہیں ۶۵۰ھ ق میں آپ کی ملکیت میں چھ سو پچاس کتابیں تھیں[2]۔

سید ابن طاؤوس کی ادعیہ اور اذکار کے سلسلہ میں پندرہ کتابیں

سید ابن طاووس اپنی کتاب ''فلاح السائل ''میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے جب دعاؤں کے سلسلہ میں اپنے جد شیخ ابو جعفر طوسیؒ کی کتاب ''المصباح الکبیر ''پڑھی تو ہم کو اس میں بہت سے اہم مطالب نظر آئے جن کو شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب میں ملحق نہیں فر ما یا تھا لہٰذا ہم نے کتاب ''المصباح الکبیر ''پر پندرہ جلدوں میں ''تتمات مصباح المتہجد و مھمات فی صلاح المتعبد ''نامی کتاب مستدرک تحریر کی ہے ۔وہ کتاب فلاح السائل کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں: ہم نے اللہ کی مدد سے چند جلد کتابیں مرتب و منظّم کی ہیں جن کو اہم اور تتمہ کے عنوان سے شمار کیا جاتا ہے ۔پہلی جلد :جس کا نام ''فلاح السائل ''ہے جو رات اور دن کے اعمال کے سلسلہ میں ہے اور اس کی دو جلدیں ہیں ۔تیسری جلد :اس کتاب کا نام ''زھرۃ الربیع فی ادعیۃ الاسابیع ''۔چوتھی جلد :اس کتاب کا نام جمال الاسبوع بکمال العمل المشروع''۔پانچویں جلد :اس کتاب کا نام ''الدروع الواقیۃ من الاخطار ''۔چھٹی جلد :اس کتاب کا نام ''المضمار للسباق واللحاق ''۔ساتویں جلد:اس کتاب کا نام ''السالک المحتاج الیٰ معرفۃ منا سک الحجاج ''۔آٹھویں اور نویں جلد

[1] الذریعہ جلد ۲ص۲۶۵۔
[2] الذریعہ جلد ۲ص۲۶۴۔۲۶۵۔

:ان دونوں کتابوں کا نام ''الاقبال بالاعمال الحسنۃ فیما نذکرہ مما یعمل میقاتا واحداً کل سنۃ ''۔دسویں جلد :اس کتاب کا نام السعادات بالعبادات التی لیس لھا وقت محتوم و معلوم فی الروایات بل وقتھا بحسب الحا دثات المقتضیۃ والادوات المتعلقۃ بھاجب ہم اللہ کے فضل وکرم سے ان کتابوں کو لکھ کر فارغ ہوئے تو ہم کو محسوس ہوا کہ ہم سے پہلے اس طرح کے علوم سے پُر کتابیں کسی نے نہیں لکھیں اور یہ انسان کی ضروریات میں سے ہے کہ انسان مرنے سے پہلے جزا کے طور پر اپنی عبادات کو قبول کرانے اور قیامت میں سرخرو ہونے کی استعداد کا ارادہ رکھتا ہے: پہلا حصہ :''فلاح السائل ونجاح السائل فی عمل یوم و لیلۃ''۔دوسرا حصہ : ''زھرۃ الربیع فی ادعیۃ الاسابیع ''۔تیسرا حصہ :کتاب الرجوع فی زیارات وزیادات صلوات ودعوات الاسبوع فی اللیل والنھار ۔چوتھا حصہ :''الاقبال ''وہ اعمال حسنۃ جن کو انسان ہر سال میں ایک مرتبہ انجام دیتا ہے ۔پانچواں حصہ :''اسرار الصلوات وانوار الدعوات '' اگر پروردگار نے مجھے اس کی تالیف کی مہلت دی تو میں اس کو پوری زندگی میں محفوظ رکھوں گا مگر یہ کہ خداوند عالم ایسے شخص کو اذن دے جس کو میری وفات سے قبل اس میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہو[1] ''سید ابن طاووس سے متأخر دعاؤں کے مصادرآقا بزرگ محقق تہرانیؒ تحریر کرتے ہیں :پھر علماء نے سید بن طاووسؒ کی مدون کتابوں میں ان ادعیہ و اذکار کا اضافہ کیا جو ائمہ علیہم السلام سے منسوب تھے اور جو پرانی دعاؤں کی کتابوں میں درج تھے اور وہ کتابیں سید ابن طاووس کے پاس موجود نہیں تھیں اور وہ جلنے،غرق ہونے،زمیں بوس ہونے اور دیمک کے کھانے سے محفوظ رہ گئیں تھیں یہاں تک کہ وہ ہم تک پہونچیں،تو ہم نے ان دعاؤں کو ان کی دعا کی کتابوں میں درج کردیا ۔ان افراد میں سے شیخ سعید محمد بن مکی ہیں جو ۷۸۶ھ میں شہید ہوئے ؛شیخ جمال السالکین موجودہ کتاب ''المزار ''کے مؤلف ہیں،ابو العباس احمد بن فھد حلی مؤلف کتاب ''عدۃ الداعی ''اور کتاب ''التحصین فی صفات العارفین ''،متوفیٰ ۸۴۱ھ ۔شیخ تقی الدین ابراہیم الکفعمیمتوفیٰ ۹۰۵ھ ،انھوں نے کتاب ''جنۃ الامان الواقیہ ''،''بلد الامین ''،محاسبۃ النفس اور ائمہ علیہم السلام سے دوسری تمام ماثورہ دعائیں اور اذکار تحریر کئے ہیں انھوں کتاب ''الجنۃ ''کے شروع میں یہ

[1] فلا ح السا ئل صفحہ ۹،۷ طبع ۱۳۷۲ ھ شمسی ۔

تحریر کیا ہے کہ یہ کتاب معتمد اور صحیح السند کتابوں سے اخذ شدہ مطالب سے تحریر کی گئی ہے اور کتاب ''الجنۃ''اور ''البلد'' کے دوسو سے زیادہ مصادر شمار کئے ہیں اور ان میں اصل متن کتاب کو بھی نقل کیا ہے اور ان میں اکثر دعاؤں کی قدیم کتابیں ہیں: جیسے کتاب ''روضۃ العابدین''مؤلف کراجکی،متوفیٰ ۴۴۹ھ ۔کتاب ''مفتاح الفلاح مؤلف شیخ بہائی متوفیٰ ۱۰۳۱ھ ۔کتاب ''خلاصۃ الاذکار مؤلف محدث فیض کا شانی متوفیٰ ۱۰۹۱ھ ۔اور علامہ مجلسی متوفیٰ ۱۱۱۱ھ ۔انھوں نے عربی زبان میں بحار الانوار تحریر کی ہے اور ''زاد المعاد''، ''تحفۃ الزائر''،مقباح المصابیح''،ربیع الاسابیع''اور مفاتح الغیب''فارسی زبان میں تحریر کی ہیں[1]۔

دعااور قضا و قدر

دعااور قضاء و قدرخدا وند عالم نے ہر چیز کیلئے قضا و قدر قرار دیا ہے اور انسان ان دونوں سے کسی صورت میں نہیں بچ سکتا ہے وہ خدا وند عالم کا حتمی و یقینی ارادہ ہے تو دعا کے موقع پر انسان کیا کرے ؟کیا جس چیز سے مشیت الٰہی اور اس کا علم یقینی طور پر متعلق ہو گیا ہو کیا دعا اس کو بدل سکتی ہے ؟ اور جب دعا میں اتنا اثر ہے کہ وہ قضا و قدر الٰہی میں رد و بدل کر سکتی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟اس سوال کے جواب کیلئے قضا و قدر کی بحث کا چھیڑنا لا زم و ضروری ہے ۔اگر چہ ہم اس بحث کو چھیڑنے سے دعا کی بحث سے دور ہو کر فلسفہ کی بحث میں داخل ہو جا ئیں گے لہٰذا ہم اپنی ضرورت کے مطابق اس سوال سے متعلق بحث کو مختصر طور پر بیان کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں ۔

تاریخ اور کائنات میں قانون علیت تاریخ اور کائنات کی حرکت کے مطابق یقینی اور عام طور پر بغیر کسی استثناء کے قانون علیت جاری و ساری ہے ۔ (لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰاوٰاتِ وَالْأَرْضِ یَخْلُقُ مٰایَشٰاءُ[2]) ''بیشک آسمان و زمین کا اختیار صرف اللہ کے ہاتھوں میں ہے وہ جو کچھ چا ہتا ہے پیدا کرتا ہے' (اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مٰایُرِیْدُ[3])''اللہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے'' (اِنَّ رَبَّکَ فَعّٰالٌ لِمٰایُرِیْدُ[4])''بیشک

[1] الذریعہ الیٰ تصانیف الشیعہ جلد ۸ ،۱۷۹۔۱۸۰۔
[2] سورۂ شوریٰ آیت ۴۹۔
[3] سورۂ حج آیت ۱۴۔
[4] سورۂ ھود آیت ۱۰۷۔

تمہارا پروردگار جو بھی چاہے کر سکتا ہے'' (اِنّمَا قَولُنَا لِشَیءٍ اِذَا اَرَدْنَاہُ اَن نَّقُولَ لَہُ کُن فَیَکُونُ[1]) ''ہم جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اس سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ ہو جا پھر وہ ہو جاتی ہے'' (وَلَوْشَاءَ اللّٰہُ لَذَھَبَ بِسَمْعِھِمْ وَاَبْصَارِھِمْ[2]) ''خدا چاہے تو ان کی سماعت و بصارت کو بھی ختم کر سکتا ہے'' (وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہِ مَن یَّشَاءُ[3]) '' اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے '' (یَرْزُقُ مَن یَّشَاءُ بِغَیرِ حِسَابٍ[4]) '' وہ جسے چاہتا ہے رزق بے حساب عطا کر دیتا ہے'' (وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہُ مَن یَّشَاءُ[5]) ''اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیدیتا ہے'' (قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْکَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ قَدِیْرٌ[6]) ''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ خدا تو صاحب اقتدار ہے جس کو چاہتا ہے اقتدار دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سلب کر لیتا ہے ۔

جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے سارا خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور تو ہی ہر شئ پر قادر ہے ''(اِن یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ اَیُّھَا النَّاسُ وَیَأْتِ بِآخَرِیْنَ[7]) '' وہ چاہے تو سب کو اٹھا لے جائے اور دوسرے لوگوں کو لے آئے'' یہ آیات اور ان آیات کے مانند آیات قرآن کریم میں بہت زیادہ موجود ہیں اور ان آیات سے یہ صاف طور پر واضح ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کائنات پر سلطان مطلق ہے اس کی کوئی حد و حدود نہیں ہے اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور نہ کوئی چیز اس کیلئے مانع ہو سکتی ہے ۔وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ جو بھی چاہے کر سکتا ہے،اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا اور اُن سے سوال کیا جائیگا اور اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی ہے ۔یہودیوں کا یہ نظریہ ہے کہ خداوند عالم کا ارادہ اس عام نظام علیت کا محکوم ہے جو کائنات اور تاریخ پر حکم کرتا ہے،اور خداوند عالم (یہودیوں کی نظر میں)کائنات اور تاریخ کو خلق

[1] سورۂ نحل آیت ۴۰۔
[2] سورۂ بقرہ آیت ۲۰۔
[3] سورۂ بقرہ آیت ۱۰۵۔
[4] سورۂ آل عمران آیت ۳۷۔
[5] سورۂ بقرہ آیت ۲۴۷۔
[6] سورۂ آل عمران آیت ۲۶۔
[7] سورۂ نساء آیت ۱۳۳۔

کرنے کے بعد ان پر با دشاہت نہیں رکھتا ہے ۔قرآن کریم اس بارے میں فرماتا ہے: (وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ)(۱) ''اور یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جبکہ اصل میں انھیں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور یہ اپنے قول کی بنا پر ملعون ہیں اور خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں'' ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اس بارے میں قرآن کریم صاف طور پر بیان کر رہا ہے اور یہودیوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا باطل ہونا خود بخود ظاہر ہے۔

خداوند عالم کے ارادہ کا قانون علیت سے رابطہ

ہم اس قدرت اور حکومت کی روشنی میں جس کو قرآن کریم نے الٰہی ارادہ کے تحت کائنات،تاریخ اور معاشرہ میں مقرر کیا ہے تو فطری طور پر یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ قانون علیت سے خدا کا کیا رابطہ ہے ؟کیا یہ تعطیل ہے ؟یعنی الٰہی ارادہ قانون علیت کو معطل کر دیتا ہے جب خداوند عالم اس کاارادہ کرنا چاہے ۔اس کا جواب بغیر کسی شک و شبہ کے نفی میں ہے ۔اللہ نے علت کو خلق کیا ہے اور اس کے علاوہ کسی نے علت کی تخلیق نہیں کی ہے ،علت کا خلق کرنا علیت کو با لضرورہ خلق کرنے کے برابر ہے ۔جس طرح اس نے آگ کو پیدا کیا اسی طرح اس میں حرارت کو بھی پیدا کیا اور آگ کو حرارت کے بغیر پیدا کرنا زوج کو زوجیت[1] کے بغیر پیدا کرنے کے مانند ہے ۔یہ اس میں بہت کم فرق ہے پہلا وجود کیلئے ضروری ہے اور دوسرا ماہیت کیلئے لازم ہے ۔یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ آگ کو اس کے بغیر پیدا کرے کہ وہ حرارت کیلئے علت ہو،ہاں وہ آگ کے علاوہ اس کو ایسی چیز میں تو تبدیل کر سکتا ہے جو آگ کے مشابہ ہے ۔پس اس قول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کائنات اور تاریخ پر ارادۂ الٰہیہ کے حاکم ہونے سے قانون علیت کا معطل ہو جانا ہے ۔

---

[1] سورۂ مائدہ آیت ۶۴۔

پس ارادۂ الٰہیہ اور قانون علیت میں کیا رابطہ ہے ؟ارادۂ الٰہیہ قانون علیت پر بنفس نفیس قانون کی طرح حاکم ہے قرآن کریم نے اس علاقہ و رابطہ کی متعدد مقامات پر وضاحت کی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے اور اسے اس قانون پر خود اس قانون کے بالکل اپنی جگہ پر باقی رہتے ہوئے مطلق تسلط حاصل ہے قرآن اللہ کے ارادہ کو معطل نہیں کرتا جیسا یہودیوں نے کہا ہے اور نہ نظام علت کو معطل کرتا ہے جیسا کہ اشاعرہ نے کہا ہے بلکہ یہ تو اس کائنات اور اس قانون پر اللہ کی حاکمیت کو مقرر کرتا ہے جب وہ کسی قوم پر نعمت نازل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس قوم پر ہواؤں کو رحمت کی بشارت کیلئے رواں دواں کرتا ہے: (ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیَاحَ بُشْراً بَیْنَ یَدَیْہِ رَحْمَتِہِ[1]) ''اور وہی وہ ہے جس نے ہوا ؤں کو رحمت کی بشارت کے لئے رواں کر دیا ہے ''(اللہُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیَاحَ فَتُثِیْرُ سَحَاباً[2]) ''اللہ وہی ہے جس نے ہوا ؤں کو بھیجا تو وہ بادلوں کو منتشر کرتی ہیں'' (وَاَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً[3]) ''اور ہم نے ہواؤں کو بادلوں کا بوجھ اٹھانے والا بنا کر چلایا ہے پھر آسمان سے پانی برسایا ہے'

پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جو بادلوں کا بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کو بھیج کر آسمان سے پانی برساتا ہے اور جب وہ کسی قوم کو اپنی رحمت کی بشارت دینا چاہتا ہے تو وہ اس پر ہواؤں کو رحمت کی بشارت دینے کے لئے رواں کرتا ہے تا کہ وہ بادلوں کو لیجائیں اور ان پر آسمان سے پانی برسائے تا کہ ان کی زمین ہری بھری ہو جائے جس میں اللہ نے اپنی رحمت ودیعت کی ہے ۔اللہ جس پر اپنی نعمتیں نازل کرنا چاہتا ہے اپنی نعمت کے ان ہی اسباب کے ذریعہ نعمتیں نازل کرتا ہے جس طرح وہ جب کسی قوم سے اس کے برے عمل کی وجہ سے انتقام لینا چاہتا ہے عذاب کے اسباب کے ذریعہ انتقام لیتا ہے خداوند عالم آل فرعون کی تنبیہ کے سلسلہ میں ارشاد فرماتا ہے : (وَلَقَدْ اَخَذْنَاآلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ[4]) '' اور ہم نے آل فرعون کو قحط اور ثمرات کی کمی کی گرفت میں لے لیا کہ وہ شاید اسی طرح نصیحت حاصل کر سکیں''آل فرعون کے عذاب اور ان کی تنبیہ کا اختتام قحط اور خشک سالی

---

[1] سورۂ فرقان آیت۴۸۔
[2] سورۂ فاطر آیت ۹۔
[3] سورۂ حجرآیت ۲۲۔
[4] سورۂ اعراف آیت ۱۳۰ ۔

پر ہوا اور '' سنون''،''سنۃ'' کی جمع ہے جس کا مطلب قحط اور خشک سالی ہے ۔جب خداوند عالم کسی قوم پر نعمت نازل کرنا چاہتا ہے تو اسباب نعمت کے ذریعہ اس پر نعمت نازل کرتا ہے اور اسباب نعمت سے ہوا اور بادل ہیں ۔جب کسی قوم پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو اسباب عذاب کے ذریعہ اس پر عذاب نازل کرتا ہے اور اسباب عذاب میں سے قحط اور بہت کم بارش ہونا ہے ۔

قانون تسبیب

قانون تسبیب سے مراد یہ ہے کہ خداوند عالم جس چیز کو چاہتا ہے اس کو اخذ کرلیتا ہے اور جس چیز میں چاہتا ہے اپنی مشیت کے اسباب متحقق کر دیتا ہے قرآن کریم میں اس مطلب کے سلسلہ میں بہت زیادہ شواہد موجود ہیں خداوند عالم فرماتا ہے: (فَمَن یُرِدِاللّٰہُ اَن یَھدِیَہ یَشْرَحْ صَدْرَہُ لِلْاِسلَامِ وَمَن یُرِدْاَن یُضِلَّہ یَجْعَلْ صَدْرَہُ ضَیِّقاً حَرَجاًکَاَنَّمَایَصَّعَّدُ فِی السَّمَاءِ[1]) ''پس خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو ایسا تنگ اور دشوار گذار بنا دیتا ہے جیسے آسمان کی طرف بلند ہو رہا ہو وہ اسی طرح بے ایمانوں پر ان کی کثافت کو مسلط کر دیتا ہے'' اور جس مطلب کا ہم اوپر تذکرہ کر چکے ہیں اس مطلب کو یہ آیت مکمل طور پر واضح کر رہی ہے بیشک خدا وند عالم کسی قوم کی اس کے اعمال کے ذریعہ ہدایت یا اس کو گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اگر ہدایت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب فراہم کردیتا ہے یا ان کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کردیتا ہے اور جب وہ کسی قوم کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے محقق ہونے کے اسباب فراہم کرتا ہے اور اس قوم کے سینہ کو تنگ بنا دیتا ہے اور فرماتا ہے: (وَاِذَااَرَدْنَااَن نُّھْلِکَ قَرْیَۃً اَمَرْنَامُتْرَفِیْھَافَفَسَقُوْافِیْھَافَحَقَّ عَلَیْھَاالْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاھَاتَدْمِیْراً[2]) '' اور ہم نے جب بھی کسی قریہ کو ہلاک کرنا چاہا تو اس کے ثروتمندوں پر احکام نافذ کردئے اور انھوں نے ان کی نا فرمانی کی تو ہماری بات ثابت ہو گئی اور ہم نے اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا'' جب خدا وند عالم کسی معاشرہ کو (ان کے اعمال کے سبب)ہلاک کرنا چاہتا ہے تو تو اسی سبب کا انتخاب کرتا ہے جو اس کے فاسد ہونے کا سبب ہوتا ہے تو وہ اس کو آرام میں ڈال دیتا ہے اور یہ آرام آہستہ آہستہ ان

---

[1] سورۂ انعام آیت۱۲۵۔
[2] سورۂ اسراء آیت ۱۶۔

کے فسق ونافرمانی کا سبب ہو جاتا ہے پھر خدا وند عالم ان پر اپنا عذاب نازل کردیتا ہے ۔خدا وند عالم فرماتا ہے : (وَتَوَدُّوْنَ اَنّ غَیرَ ذَاتِ الشَّوکَةِ تَکُوْنُ لَکُمْ وَیُرِیْدُ اللّٰہُ اَن یُحِقَّ الحَقَّ بِکَلِمَاتِہِ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الکَافِرِیْنَ[1]) ''اور تم چاہتے تھے کہ وہ طاقت والا گروہ نہ ہو اور اللہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کو ثابت کرنا چاہتا ہے اور کفار کے سلسلہ کو منقطع کر دینا چاہتا ہے'' جب خدا وند عالم رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے مسلمانوں کے لئے حقانیت کو ثابت کرنا چاہتا ہے تو جاہ و حشم اور شان و شوکت کے اسباب فراہم کردیتا ہے۔جیسا کہ پروردگار عالم نے ذات شوکت کے طریقہ کو مسلمانوں کے تکامل کا سبب قرار دیا ہے اور زمین پر لوگوں کے لئے ان کو قیموم اور ان کا امام قرار دیا ہے اسی طرح خداوند عالم نے لوگوں کے ہلاک کرنے کے لئے آزمائش و امتحان و آرام قرار دیا ہے ۔خداوند عالم فرماتا ہے : (فَلَاتُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَلَا اَوْلَادُھُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَافِیْ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَتَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کَافِرُوْنَ[2]) ''تمہیں ان کے اموال و اولاد حیرت میں نہ ڈال دیں بس اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انھیں کے ذریعہ ان پر زندگانی دنیا میں عذاب کرے اور حالت کفر ہی میں ان کی جان نکل جائے '' خداوند عالم نے ان کے اموال اور اولاد کو ان کے عذاب اور ہلاکت کا سبب قرار دیا ہے

قانون توفیق

قانون توفیق قانون تسبیب سے قریب ہے یعنی خداوند عالم بندہ کے ذریعہ اسباب خیر کو نافذ کرا دیتا ہے جب خداوند عالم کسی مریض کو شفا دینے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک ایسے طبیب کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو اس بندہ کے مرض کی علت کو پہچانتا ہے اور وہ دوائیں فراہم کردیتا ہے جس سے وہ مریض کا علاج کرتا ہے ۔جب کسی بندہ کے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اسباب ہدایت اور خیر کی طرف ہدایت کردیتا ہے، جب کسی بندہ کو رزق دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے اسباب رزق فراہم کردیتا ہے اور جب اس کے خلاف ارادہ کرتا ہے تو اسباب رزق کے مابین پردے حائل کردیتا ہے ۔

[1] سورۂ الا نفال آیت۷۔
[2] سورۂ توبہ آیت۵۵۔

کائنات میں سلطان مطلق اللہ کا ارادہ

ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس کی حکمت اور بادشاہت کے سامنے خاضع ہے: (مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِن بَعْدِہٖ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ [1]) ''اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو روک دے اس کا کوئی بھیجنے والا نہیں ہے وہ ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے'' (اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ [2]) ''بیشک خدا اپنے حکم کا پہنچانے والا ہے'' اِن یَنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِن یَخْذُلْکُمْ فَمَن ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُم مِّن بَعْدِہٖ [3]) ''اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور وہ تمہیں چھوڑدے گا تو اس کے بعد کون مدد کرے گا'' (وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْءً فَلَا مَرَدَّ لَہٗ وَمَا لَھُم مِّن دُوْنِہٖ مِن وَّالٍ [4]) ''اور جب خدا کسی قوم پر عذاب کا ارادہ کر لیتا ہے تو کوئی ٹال نہیں سکتا ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی کسی کا والی و سرپرست ہے'' (اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ [5]) ''بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کرہی کے رہتا ہے'' (اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ [6]) ''اللہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے'' (اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ [7]) ''وہ بادشاہ پاکیزہ صفات ،بے عیب ،امان دینے والا ،نگرانی کرنے والاہے'' خداوند عالم کے ارادہ اور قانون علیت کے مابین رابطہ اللہ کے ارادہ اور قانون علیت کے مابین حتمی نظریہ فیصلہ کن قول یہ ہے کہ قانون علیت کائنات میں یقینی اور عام طور پر نافذ ہوتا ہے ۔مگر یہ قانون اللہ کی مشیئت کے سامنے محکوم ہے حاکم نہیں ہے اور اللہ کا ارادہ اس پر حاکم ہے اللہ کے ارادہ کے حاکم ہونے کا مطلب اس قانون کوملغیٰ اور معطل قرار دینا نہیں ہے اور کیسے خدا اس قانون کوملغیٰ قرار دے سکتا ہے جبکہ اسی نے اس کو خلق فرمایا ہے لیکن خداوند عالم ان اسباب میں سے جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جن کو چاہتا ہے قائم و دائم رکھتا ہے اور اس کائنات میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اسباب عزت کے ذریعہ عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اسباب ذلت کے ذریعہ

---

[1] سورۂ فاطر آیت ۲۔
[2] سورۂ طلاق آیت ۳۔
[3] سورۂ آل عمران آیت ۱۶۰۔
[4] سورۂ رعد آیت ۱۱۔
[5] سورۂ ہود آیت۱۰۷۔
[6] سورۂ حج آیت ۱۴۔
[7] سورۂ حشر آیت ۲۳۔

ذلیل کرتا ہے ۔اس بنا پر یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اسباب و علل کے ذریعہ کائنات اور تاریخ کے مستقبل کا مطالعہ کر سکے چونکہ ہر امر میں اللہ کی مشیئت کا دخل ہے لہذا یہ اسباب و علل جس طرح اللہ چاہتا ہے اسی طرح متغیر ہو جاتے ہیں ۔ کبھی طاقتور اور کمزور لشکر ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں جب ہم میں سے کوئی ایک ان دونوں کے مستقبل کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ یہی خبر دیتا ہے کہ طاقتور لشکر کو فتح نصیب ہوگی اور کمزور لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑے گا مگر جب خداوند عالم چھوٹے گروہ کو بڑے لشکر پر غالب کرنا چاہتا ہے تو ایسے اسباب فراہم کر دیتا جن کا گمان بھی نہیں ہوتا ہے ۔

وہ بڑے گروہ کے دلوں میں رعب و خوف پیدا کر دیتا ہے اور چھوٹے گروہ کے دلوں میں طاقت اور عزم و ارادہ کو محکم کر دیتا ہے اور اس چھوٹی جماعت کے کارنامہ کو مضبوط کر دیتا ہے لیکن بڑے گروہ کے اس فعل کو مضبوط نہیں کرتا (یعنی ان کے دلوں میں خوف و رعب اسی طرح باقی رہتا ہے)اور بڑی جماعت کو عسکری غلطیوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور چھوٹے گروہ کو مضبوط و محکم کر دیتا ہے اور امور کو اسی کے مطابق انجام دیتا ہے :(فتنصر الفءۃ القلیلۃ علی الفءۃ الکثیرۃ اذا شاء اللہ) ''پس چھوٹے گروہ کو بڑے گروہ پر کامیاب کر دیتا ہے جب وہ چاہتا ہے'' چھوٹے اور بڑے گروہ کے جنگ کے راستہ کو ایک نہیں قرار دیتا جیسا کہ اللہ پر ایمان نہ لانے والے افراد گمان کرتے ہیں ،اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کثرت اسباب مدد میں سے نہیں ہے اور اقلیت اسباب شکست میں سے نہیں ہے ۔بیشک ہمارا یہ کہنا ہے کہ مدد کے دوسرے اسباب بھی ہیں اسی طرح شکست کے بھی دوسرے اسباب ہیں ،جب خداوند عالم کسی چھوٹے گروہ کی مدد کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کیلئے فتح کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور یہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور جب کسی بڑے گروہ کو شکست سے دو چار کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے اور یہ بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے: (قَالَ الَّذِینَ یَظُنُّونَ اَنَّھُمْ مُلاَقُوا اللّٰہِ کَمْ مِن فِءَۃٍ قَلِیلَۃٍ غَلَبَتْ فِءَۃً کَثِیرَۃً بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مَعَ الصَّابِرِینَ [۱]) ''اور ایک جماعت جس نے خدا سے ملاقات کرنے کا خیال کیا تھا کہا کہ اکثر چھوٹے چھوٹے گروہ بڑی بڑی جماعتوں پر حکم خدا

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت ۲۴۹۔

سے غالب آجاتے ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''تکوین (موجودات)میں بداء کائنات میں بداء کا مطلب یہ ہے :کائنات اور تاریخ میں جو حادثات رونما ہونے والے ہیں ان کے راستہ کو بدل دینا ۔اگر قانون علیت لوگوں کی زندگی پر حاکم ہوتا تو بہت سے مقامات ایسے آئے ہیں جہاں پر انسان پستی کے گڑھے میں گرنے والا تھا تو اس موقع پر مشیت الٰہی نے بڑھ کر اس کو سہارا دیا اور پستی کے گڑھے میں گرنے سے اس کو نجات دی ۔ جو قانون علیت کی حرکت کے خلاف ہے ۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ قانون ملغیٰ (بے کار) ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے،بلکہ خداوند عالم کی جانب سے یہ قانون محکوم ہے اور اس کے محکوم ہونے کے وہ نتائج ہیں جو لوگوں کی سمجھ کے خلاف ہیں اور لوگ ان کو اسباب و مسببات اور علل و معلولات کا تسلسل کہتے ہیں قانون علیت میں یہ تحکم الٰہی جو لوگوں کو چونکا دیتا ہے اور ان کے حسابات میں تغیر و تبدل کر دیتا ہے اسے بداء کہا جاتا ہے جو اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی بہت سی روایات میں بیان کیا گیا ہے ۔

''بداء ''کے ذریعہ کائنات ،تاریخ اور معاشرہ میں تغیر واقع ہو جاتا ہے وہ حادثات واقع ہو جاتے ہیں جن کو انسان شمار نہیں کر سکتا ،لوگوں کی توقع کے خلاف مدد ہو جاتی ہے ،وہ لوگ شکست کھا جاتے ہیں جو کبھی شکست کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے ،کمزور باشاہ بن جاتا ہے اور بادشاہ ذلیل ہو جاتے ہیں ۔

محو اور اثبات

محو اور اثبات کے معنی میں بداء کے یہی معنی قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں : (یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہُ اُمُّ الْکِتَابِ[1])

''اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یا بر قرار رکھتا ہے کہ اصل کتاب اسی کے پاس ہے''''اُمّ الکتاب ''سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے جس کو روایات کی زبان میں ''لوح محفوظ ''سے تعبیر کی گئی ہے جس میں محو اور تغییر واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی خدا وند عالم ایسا ہے کہ وہ پہلے ایک چیز سے ناآگاہ ہو اور بعد میں اس کو اس چیز کا علم حاصل ہو ۔شیخ صدوقؒ نے کتاب ''اکمال الدین ''میں

[1] سورۂ رعد آیت ۳۹۔

ابو بصیر اور سماعة سے اور انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: (من زعم ان اللّٰہ عزّوجلّ یبدؤلہ فی شیءٍ لم یعلمہ امس فابرؤوامنہ[1]) ''جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ عز و جل کیلئے ایسی چیز کا علم حاصل ہوتا ہے جس کو وہ کل نہیں جانتا تھا تو اسے ہم سے برائت کرنا چاہئے'' محو ''کتاب تکوین '' میں تو جاری ہو سکتا ہے لیکن ''اُمّ الکتاب ''جو خداوند عالم کا علم ہے اس میں جا ری نہیں ہو سکتا ہے ۔

خداوند عالم کا علم ثابت ہے اس میں کسی قسم کی رد و بدل اور تغیر وتبدل واقع نہیں ہو سکتا ہے اور تغیر و تبدل کائنات ، مجتمع اور تاریخ میں ان اسباب کے ذریعہ واقع ہوتا ہے جن کو خداوند عالم نے ان کیلئے فراہم کر رکھا ہے ۔ عیاشی نے ابن سنان سے اور انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: (ان اللّٰہ یقدم مایشاء ویؤخر مایشاء،ویمحو مایشاء ویثبت مایشاء وعندہ امّ الکتاب وقال فکل امر یریدہ اللّٰہ فھو فی علمہ قبل ان یصنعہ لیس شیءٍ یبدولہ الاّ وقد کان فی علمہ،ان اللّٰہ لایبدولہ من جھل[2]) بیشک خداوند عالم جس چیز کو چا ہتا ہے مقدم کر دیتا ہے اور جس چیز کو چا ہتا ہے مو خر کردیتا ہے جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت (برقرار) رکھتا ہے اس کے پاس اُمّ الکتاب ہے اور ہر وہ امر جس کا خداوند عالم ارادہ کرتا ہے وہ اس سے پہلے کہ اس چیز کو موجود کرے اس کے علم میں ہے کو ئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وہ ابتدا کرے وہ اس کے علم میں نہ ہو بیشک خداوند عالم کسی چیز کی ابتدا کرنے سے نا آگاہ نہیں ہے عمار بن مو سیٰ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے'': جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سےیمحواللّٰہ کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا :(اِن ذٰلک الکتاب کتاب یمحواللّٰہ مایشاء ویثبت،فمن ذٰلک یَرُدُّ الدعاء القضاء وذالک الدعاء مکتوب علیہ الّذی یُرَدُّبہ القضاء حتّٰی اذاصارالیٰ اُمّ الکتاب لم یغن الدعاء فیہ شیئاً[3]) ''بیشک وہ کتاب ایسی کتاب ہے جس میں سے اللہ جو چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے جو شخص دعا کے ذریعہ قضا کو رد کرنا چاہتا ہے تو وہ دعا خداوند عالم کے پاس لکھی ہوئی ہے جس کے ذریعہ سے قضا ٹل جاتی ہے یہاں تک کہ جب وہ

---

[1] بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۔
[2] بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۱۲۱۔
[3] بحارالانوار

ام الکتاب تک پہنچتی ہے تو دعا اس میں کچھ نہیں کر سکتی ہے'' خداوند عالم کائنات کے نظام میں قانون علیت کے ذریعہ جس چیز کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے ۔ کبھی ایک معین و مشخص مرض صاحب مرض کی طبیعی اسباب کے ذریعہ موت کا سبب ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کو اپنے اذن و امر سے اس کیلئے بر قرار رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اور صاحب مرض کی شفاء کے اسباب فراہم کردیتا ہے ۔اسباب کے معطل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تکوین میں تو قانون محو جاری ہو جاتا ہے لیکن ام الکتاب میں نہ محو جاری ہوتا ہے نہ کوئی تغیر وتبدل ہوتا ہے اور نہ ہی خداوند عالم کسی چیز سے ناآگاہ ہونے کے بعد اس کا عالم ہوتا ہے۔

کتاب تکوین میں یہ محو اسباب و مسببات کے نظام کیلئے خدا وند عالم کی ''حکمت ''اور ''رحمت ' کی بنا پر جاری ہوتے ہیں ۔جب خداوند عالم کی ''حکمت ''اور ''رحمت 'کائنات اور معاشرہ میں کسی چیز کے حادث ہونے کا تقاضا کرتی ہے تو خداوند عالم اس کے اسباب فراہم کردیتا ہے اور جو کچھ کائنات اور معاشرہ میں ہوتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت،اسباب اور مسببات کے نظام کی باعث نہ ہو ۔یہ نظام ''محو ''اور ''اثبات ''کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے امر کا خاضع ہے،اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اس پر نافذ ہے ۔جب خدا وند عالم اپنے اذن اور امر سے اس کا اثبات چاہتا ہے تو وہ ثابت رہتا ہے اور جب اللہ اس میں تغیر تبدل اور اس کو مٹانا چاہتا ہے تو وہ اس کے حکم اور بادشاہت سے بدل جاتے ہیں ۔ ''بداء ''پر ایمان کی تردید ہمیت کے اعتبار سے بداء پر ایمان رکھنا خداوند عالم پر ایمان رکھنے کے بعد آتا ہے ؛بداء کے انکار کرنے کا مطلب کائنات اور معاشرہ کی حرکت اور اس کی دیکھ بھال کرنے سے خداوندعالم کے ارادہ کو معزول کرنا اور نظام علیت و سببیت میں اللہ کے ارادہ کو محکوم کرنا ہے،جیسا کہ یہود کہتے ہیں: (یَدُاللهِ مَغْلُوْلَۃ [1]) ''خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں'' بلکہ ہمارا قول یہ ہے : (بَلْ یَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ [2]) '' بلکہ خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں'' خداوند عالم کی بادشاہت کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کا ہاتھ پوری کائنات اور معاشرہ پر پھیلاہوا ہے

[1] سورۂ مائد ہ آیت ۶۴ ۔
[2] سورۂ مائد ہ آیت ۶۴ ۔

۔اللہ تبارک و تعالیٰ پر مسلمان انسان کے عقیدہ رکھنے کی یہ پہلی پناہ گاہ ہے اور دوسری پناہ گاہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھنا ہے ۔بیشک اللہ تعالیٰ پر ایمان نظام میں اسباب و مسببات میں ہر حال میں جو تغیر و تبدل ہوتا ہے وہ اس کی دسترس میں ہے بندہ اپنی تمام حاجتوں میں اسی سے پناہ چاہتا ہے اور اکثر انسان کو جو چیز اللہ سے متمسک کرتی ہے وہ حاجتوں اور رنج و غم کے وقت خداوند عالم سے دعا کرنے کا وقت ہے ۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کے قضا اور قدر میں تغیر و تبدل کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی اور وہ حادثوں کے واقع ہونے کے وقت دعا کرنے میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا تو انسان اپنی حاجت اور اہم کام کے وقت خداوند عالم سے پناہ نہیں مانگتا ہے ۔اللہ کی پناہ تو وہ لوگ مانگتے ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو قضا ہیں خداوندعالم کی ایک قضا وہ ہے جو ام الکتاب میں لکھی گئی ہے جس میں تغیر و تبدل کا کوئی امکان ہی نہیں ہے ۔دوسری قضا وہ ہے جس میں جب اللہ چاہتا ہے تو تغیر و تبدل واقع ہو جاتا ہے تو اس وقت بندے اپنی حاجتوں اور دعاؤں کے قبول ہونے کے لئے اس کی پناہ مانگتے ہیں ۔

دعا اور بداء

جو امور اسباب و حوادث کی رفتار بدلنے میں خداوند عالم کے ارادہ کے دخل انداز ہونے کا سبب ہوتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں جیسے ایمان اور تقویٰ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: (وَلَوْاَنَّ اَهْلَ الْقُرىٰ آمَنُوْاوَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ[1]) ''اور اگر اہل قریہ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کیلئے زمین و آسمان کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے'' شکر :(لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ[2]) ''اگر تم ہمارا شکریہ ادا کروگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے'' استغفار کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے: (وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَاكَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ[3]) ''حالانکہ اللہ ان پر اس وقت تک عذاب نہیں نازل کرے گا جب تک ''پیغمبر

---

[1] سورۂ اعراف آیت۹۶۔
[2] سورۂ ابراہیم آیت۷۔
[3] سورۂ انفال آیت ۳۳۔

’’آپ ان کے درمیان ہیں اور خدا ان پر عذاب کرنے والا نہیں ہے اگر یہ توبہ اور استغفار کرنے والے ہو جائیں ‘دعا اور ندا کے سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے: (وَنُوحاً اِذْ نادیٰ مِن قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَہُ فَنَجَّیْنَاہُ وَ اَھْلَہُ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ[1]) ’’اور نوح کو یاد کرو جب انھوں نے پہلے ہی ہم کو آواز دی اور ہم نے ان کی گزارش قبول کر لی اور انھیں اور ان کے اہل کو بہت بڑے کرب سے نجات دلادی ’’(وَاَیُّوبَ اِذْ نَادیٰ رَبَّہُ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَہُ فَکَشَفْنَا مَا بِہِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَیْنَاہُ اَھْلَہُ وَمِثْلَھُمْ مَعَھُمْ رَحْمَۃً مِنْ عِنْدِنَا وَذِکْریٰ لِلْعَابِدِیْنَ[2]) ’’اور ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پرور دگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھو لیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کر دیا اور انھیں ان کے اہل و عیال دیدئے کہ یہ ہماری طرف سے خاص مہربانی تھی اور یہ عبادت گزار بندوں کے لئے ایک یاد دہانی ہے‘‘ (وَذَا النُّونِ اِذْ ذَھَبَ مُغَاضِباً فَظَنَّ اَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَیْہِ فَنَادیٰ فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَہُ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ[3]) ’’اور یونس کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہیں کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جا کر آواز دی کہ پرور دگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا ،تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا اور انھیں غم سے نجات دلادی اور ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں‘‘ مطلق طور پرپوری کائنات کا نظام خدا وند عالم کے قبضۂ قدرت میں ہے کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی سلطنت کو محدود کرے اور اس کو عاجز کردے ۔یہ بادشاہت اس کے ذاتی اسباب کے ذریعہ جاری رہتی ہے اور اس کا مطلب اسباب و مسببات کو معطل کرنا نہیں ہے خدا وند عالم اس نظام کائنات میں اپنی بادشاہت ،حکم اور امر سے جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور اپنے اذن سے جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے یہ محو اور اثبات فقط کتاب تکوین میں جاری ہوتا ہے اور ’’اُم الکتاب‘ میں ایسا نہیں ہے ۔ خداوند عالم تکوین میں اپنی حکمت اور رحمت سے کسی چیز کو محو کرتا ہے اور اس محو کرنے کو ہی بداء کہا جاتا ہے جو اہل بیت علیہم السلام سے

---

[1] سورۂ انبیاء آیت ۷۶ ۔
[2] سورۂ انبیاء آیت ۸۳ ۔۸۴۔
[3] سورۂ ا نبیاء آیت ۸۸۔

مروی متعدد روایات میںآیا ہے اور خداوند عالم متعدد اسباب کے ذریعہ بداء کو جا ری کرتا ہے، جیسے استغفار ،تقویٰ ،ایمان ،شکر اور دعا وغیرہ دعا بداء کے اہم اسباب میں سے ہے : (اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[۱]) ''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

[۱] سورۂ مومن آیت، ۶۰۔

زیارت کے توحیدی اور سیاسی پہلو

زیارت کے توحیدی اور سیاسی پہلو

تاریخ میں خاندان توحید

قرآن کریم میں ایک ہی خاندان توحید کا تذکرہ ہوا ہےاس خاندان کے رائد (چلانے والے)اور پدر ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام تھے خدا فرماتا ہے: (هُوَاجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ[1]) ''اس نے تم کو منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی زحمت نہیں قرار دی ہے ۔یہی تمہارے بابا ابراھیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گذار رکھا ہے تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو ۔''اس خاندان کی آخری کڑی حضرت رسول اللہ خاتم الانبیاء تھے،آپ ہی پر رسالت کا خاتمہ ہوا،یہی خاندان شجرہ طیبہ ہے،اسکی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں ۔

اسکی شاخیں مبارک،پھل پاک وپاکیزہ ہیں تاریخ میں مستمر ہیں اور قرآن کریم کے بیان کے مطابق ایک ہیں : (اِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ[2]) ''بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین اسلام ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں لہٰذا میری ہی عبادت کرو '' (وَاِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ[3]) ''اور تمہارا سب کا دین ایک دین ہے اور میں ہی سب کا پروردگار ہوں لہٰذا بس مجھ سے ڈرو''،قرآن کریم نے اس خاندان کی وحدت ویکپارچگی کے گوشت وپوست اور اجزاء کے مابین علاقہ وتعلق کو محکم ومضبوط کیا ہے اور اس خاندان کے درمیان گہرا تعلق پیدا کیا ہے ۔یہ اہتمام اسلامی تربیت کی راہ اس خاندان کے اتحاد نیز اس خاندان کی طرف منسوب وحی کی گہرائی کے تعلق کو بیان کرنے کے لئے ہے اور اس خاندان کے رموز اور صالح افراد کو منظر عام پر لانا لوگوں کی

---

[1] سورۂ حج آیت ۷۸۔
[2] سورۂ انبیاء آیت ۹۲۔
[3] سورۂ مومنون آیت ۵۲۔

زندگی کیلئے نمونہ ہیں ۔اسی طرح یہ اہتمام نسل در نسل اس خاندان میں توحید کی وراثت اس کی ارزش کو باقی رہنے اور اس خاندان کی تمام نسلوں اور اس خاندان کی کڑیوں کے مابین رابطہ کو مضبوط کرنے کے لئے ہے ۔

اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تسلسل

قرآن کریم نے اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تعلق کو کتنی اہمیت دی ہے اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل آیات ذکر کررہے ہیں: ا ۔اس خاندان کے درمیان ایک دوسرے کی شناخت ،اس خاندان کے نیک ارکان کا تذکرہ، ان کے اسماء کی تعظیم ،ان کا تذکرہ کرکے ان کو مشہور کرنا قرآن کریم میں اس امر کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے ہم اس اہتمام کے شواہد ذیل میں پیش کررہے ہیں:

(وَاذْکُرْفِی الْکِتَابِ مَرْیَمَ اِذْانْتَبَذَتْ مِن اَهْلِهَا مَکَانًا شَرْقِیًّا[1]) ''اوراے پیغمبر اپنی کتاب میں مریم کویاد کرو کہ جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ مشرقی سمت کی طرف چلی گئیں ''،(وَاذْکُرْفِی الْکِتَابِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّہُ کَانَ صِدِّیْقاً نَّبِیًّا[2]) ''اور کتاب خدا میں ابراہیم کا تذکرہ کرو کہ وہ ایک صدیق پیغمبر تھے'' (وَاذْکُرْفِی الْکِتَابِ مُوْسٰی اِنَّہُ کَانَ مُخْلِصاًوکَانَ رَسُوْلاًنَبِیًّا[3]) ''اور اپنی کتاب میں موسیٰ کا تذکرہ کرو کہ وہ میرے مخلص بندے اور رسول و نبی تھے''

(وَاذْکُرْفِی الْکِتَابِ اِسْمٰاعِیْلَ اِنَّہُ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ[4]) ''اور اپنی کتاب میں اسماعیل کا تذکرہ کرو کہ وہ وعدے کے سچے تھے''(وَاذْکُرْفِی الْکِتَابِ اِدْرِیْسَ اِنَّہُ کَانَ صِدِّیْقاً نَّبِیًّا[5]) ''اور اپنی کتاب میں ادریس کا بھی تذکرہ کروکہ وہ بہت زیادہ سچے پیغمبر تھے ''(وَاذْکُرْعَبْدَنَادَاوٗدَذَاالْاَیْدِ[6]) ''اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو صاحب طاقت بھی تھے'' (وَاذْکُرْ عَبْدَنَااَیُّوْبَ اِذْنَادیٰ رَبَّہُ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ[7]) ''اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان نے مجھے

[1] سورۂ مریم آیت ۱۶۔
[2] سورۂ مریم آیت۔ ۴۱۔
[3] سورۂ مریم آیت ۵۱۔
[4] سورۂ مریم آیت ۵۴۔
[5] سورۂ مریم آیت ۵۶۔
[6] سورۂ ص آیت ۱۷۔
[7] سورۂ ص آیت ۴۱۔

بڑی تکلیف اور اذیت پہنچائی ہے'' (وَاذْكُرْ عِبادَنا اِبْراهِيمَ وَاِسْحاقَ وَيَعْقُوبَ اُوْلِي الاَيْدِيْ وَالاَبْصارِاِنّا اَخْلَصْناهُمْ بِخالِصَةٍ ذِكْرَى الدّارِ [1]) ''اور پیغمبر ہمارے بندے ابراہیم ،اسحاق ،اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو صاحبان قوت اور صاحبان بصیرت تھے ۔ ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھا'' (وَاذْكُرْاِسْماعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَاالْكِفْلِ وَكُلٌّ مِنَ الْاَخْيارِ [2]) ''اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے اور یہ سب نیک بندے تھے''

٢۔ صلح و سلامتی کی بنیاد پر اس خاندان کی کڑیوں کے مابین رابطہ ایجاد کرنا ،اس خاندان کی نسلوں سے حسد اور کینہ دور کرنا زمانۂ حال کو ماضی سے مربوط کرنا اولاد کو باپ داداؤں سے ملحق کرنا خلف کو صلح کی بنیاد پر اسی خاندان کے سلف صالح سے ملحق کرنا اور صلح وسلامتی کا رابطہ اس خاندان کے درمیان سب سے بہترین اور برجستہ رابطہ ہے ۔

خداوند عالم فرماتا ہے: (وَتَرَكْنا عَلَيْهِ فِي الآخِرِيْنَ سَلاَمٌ عَلٰى نُوحٍ فِي الْعالَمِيْنَ اِنّاكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهُ مِنْ عِبادِنَاالْمُؤْمِنِيْنَ [3]) ''اور ان کے تذکرے کو آنے والی نسلوں میں برقرار رکھا ۔

ساری خدائی میں نوح پر ہمارا سلام ،ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے'' (وَتَرَكْنا عَلَيْهِ فِي الآخِرِيْنَ سَلاَمٌ عَلٰى اِبْراهِيمَ [4]) ''اور اس کا تذکرہ آخری دور تک باقی رکھا ہے ۔سلام ہو ابراہیم پر'' (وَتَرَكْنا عَلَيْهِ فِي الآخِرِيْنَ سَلاَمٌ عَلٰى مُوسٰى وَهارُوْنَ [5]) ''اور اس کا تذکرہ آخری دور تک باقی رکھا ہے ۔سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر'' (وَتَرَكْنا عَلَيْهِ فِي الآخِرِيْنَ سَلاَمٌ عَلٰى آلِ ياسِيْنَ [6]) ''اور اس کا تذکرہ آخری دور تک باقی رکھا ہے ۔سلام ہوآل یاسین پر'' (وَسَلامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

[1] سورۂ ص آیت ۴۵۔۴۶۔
[2] سورۂ ص آیت ۴۸۔
[3] سورۃ الصافات آیت ۷۸۔۸۱۔
[4] سورۃ الصافات آیت ۱۰۸۔ ۱۰۹۔
[5] سورۃ الصافات آیت ۱۱۹۔ ۱۲۰
[6] سورۃ الصافات آیت ۱۳۰۔

وَالحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین[۱]) ''اور ہمارا سلام تمام مرسلین پر ہے اور ساری تعریف اس اللہ کیلئے ہے جو عالمین کا پروردگار ہے' اور صلح وسلامتی کے رابطہ کا تقاضا، رہنما کا ایک ہونا ،مقصد کا ایک ہونا، راستہ کا ایک ہونا ،اس غرض و مقصد تک پہنچنے کے سلسلہ میں وسیلہ کا ایک ہونا ،روش کا ایک ہونا نیز رفتار اور نظریہ کا ایک ہونا ہے ۔ ا ور اس مجموعی وحدت کے علاوہ صلح و دوستی کے اورکوئی معنی نہیں ہیں ۔

۳۔اس خاندان کی نسل در نسل میں میراث کا رابطہ ہے خلف صالح اپنے سلف سے توحید کی ارزشوں اورتوحید کی طرف دعوت دینے کو میراث میں پاتاہے ۔خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: (ثُمَّ اَورَثنَا الکِتَابَ الَّذِینَ اصطَفَینَا مِن عِبَادِنَا[۲]) ''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو قرار دیا جنھیں اپنے بندوں میں سے چن لیا'' (وَلَقَد آتَینَا مُوسیٰ الهُدیٰ وَاَورَثنَا بَنِی اِسرَائِیلَ الکِتَابَ[۳]) ''اور یقیناہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا ہے'' (وَالَّذِینَ عَلیٰ صَلَاتِهِم یُحَافِظُونَ اُولٰئِکَ هُمُ الوَارِثُونَ[۴]) ''اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرنے والے ہیں در حقیقت یہ وہی وارثان جنت ہیں'' (وَالَّذِینَ یُمَسِّکُونَ بِالکِتَابِ وَاَقَامُوا الصَّلَاۃَ اِنَّا لَانُضِیعُ اَجرَ المُصلِحِینَ[۵]) ''اور جو لوگ کتاب سے تمسک کرتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی ہے تو ہم صالح اور نیک کردار لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے ہیں'' اسی رابطہ کی وجہ سے خلف (فرزند)سلف سے توحید کی ارزشوں کوحاصل کرتا ہے تاکہ ان ارزشوں کواپنے بعد والی نسلوں تک منتقل کر سکے۔

۴۔اس خاندان کا اسلام سے گہرا رابطہ ہے خداوند عالم نے ہر موحد کیلئے اس خاندان کے رائد (قائد)حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باپ کہا ہے اور ان کو جناب ابراہیمؑ کے فرزند قرار دیاہے ۔ (هُوَاجتَبَاکُم وَمَا جَعَلَ عَلَیکُم فِی الدِّینِ مِن حَرَجٍ مِلَّۃَ اَبِیکُم اِبرَاهِیمَ هُوَ

---

[۱] سورۂ الصافات آیت ۱۸۱۔۱۸۲
[۲] سورۂ فاطر آیت ۳۲۔
[۳] سورۂ غافر آیت ۵۳۔
[۴] سورۂ مومنون آیت۹۔ ۱۰۔
[۵] سورۂ اعراف آیت ۱۷۰۔

سَمّاکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِن قَبْلُ وَفِیْ ھٰذا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَھِیْداً عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوا شُھَداءَ عَلَی النَّاسِ[1]) '' ۔اس نے تم کو منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی زحمت نہیں قرار دی ہے ۔یہی تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گذار رکھا ہے تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو ۔ ''

۵ ۔خداوند عالم نے اس خاندان کی تمام نسلوں کو اسی خاندان کے گذشتہ اور موجودہ انبیاء ، مرسلین صالحین اور صدیقین کی اقتداء کرنے کا حکم دیا ہے ۔ارشاد خداوند قدوس ہے: (وَلَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ[2]) ''مسلمانو!تمہارے واسطے تو خود رسول اللہ کا (خندق میں بیٹھنا)ایک اچھا نمونہ تھا'' (قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْ اِبْرَاھِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَہُ[3]) ''تمہارے لئے بہترین نمونۂ عمل ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ہے'' (لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْھِمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِمَنْ کَانَ یَرْجُوْا اللّٰہَ[4]) ''مسلمانو!ان لوگوں (کے افعال)تمہارے واسطے جو خدااور روز آخرت کی امید رکھتا ہے اچھا نمونہ ہے'' قرآن کریم انبیائے الٰہی اور اس کے اولیائے صالحین کی کچھ تعداد بیان کرنے کے بعد ان کی اقتدا کرنے کا حکم دیتا ہے ۔

خداوند عالم نے ان کو جو نور کا رزق عطا کیا ہے اس سے ہدایت اور اقتباس کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے: (وَتِلْکَ حُجَّتُنَا آتَیْنَاھَا اِبْرَاھِیْمَ عَلٰی قَوْمِہِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ وَوَھَبْنَا لَہُ اِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ کُلّاً ھَدَیْنَا وَنُوْحاً ھَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہِ دَاوُدَ وَسُلَیْمَانَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰی وَھَارُوْنَ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ وَزَکَرِیَّا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی وَاِلْیَاسَ کُلٌّ مِنَ الصَّالِحِیْنَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطاً وَکُلّاً فَضَّلْنَا عَلَی الْعَالَمِیْنَ وَمِنْ آبَائِھِمْ وَذُرِّیَّاتِھِمْ وَاِخْوَانِھِمْ وَاجْتَبَیْنَاھُمْ وَھَدَیْنَاھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ ۔اُوْلٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدَاھُمُ اقْتَدِہِ[5]) ''یہ ہماری دلیل ہے جسے ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کیا اور ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے

---

[1] سورۂ حج آیت ۷۸۔
[2] سورۂ احزاب آیت ۲۱۔

[3] سورۂ ممتحنہ آیت ۶۔
[4] سورۂ ممتحنہ آیت ۶۔
[5] سورۂ انعام آیت ۸۳۔۹۰۔

درجات کو بلند کردیتے ہیں ۔بیشک تمہارا پروردگار صاحب حکمت بھی ہے اور باخبر بھی ہے اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق و یعقوب دئے اور سب کو ہدایت بھی دی اور اس کے پہلے نوح کو ہدایت دی اور پھر ابراہیم کی اولاد میں داؤد ،سلیمان،ایوب،یوسف،موسیٰ اور ہارون قرار دئے اور ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں ۔اور زکریا یحییٰ،عیسیٰ اور الیاس کو بھی رکھا جو سب کے سب نیک کرداروں میں تھے ۔اور اسماعیل ،الیسع یونس اور لوط بھی بنائے اور سب کو عالمین سے بہتر اور افضل بنایا ۔

اور پھر ان کے باپ دادا ،اولاد اور برادری میں سے اور خود انھیں بھی منتخب کیا اور سب کو سیدھے راستہ کی ہدایت کردی ہے۔ ۔ ۔یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی ہے لہٰذا آپ بھی اسی ہدایت کے راستہ پر چلیں''

۶۔دعا کا رابطہ: آنے والی نسل کا گذشتہ نسل کیلئے دعا کرنا، خلف اور سلف کے درمیان سب سے بہتر اور محکم رابطہ ہے ۔ موجودہ نسل کا گذشتہ افراد کی سابق الایمان ہونے کی گواہی دینا ہے اور اللہ سے ان کی مغفرت اور رحمت کیلئے دعا کرنا ہے: (وَالَّذِیْنَ جَاؤُوْمِن بَعْدِ ہِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا ۔رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُفٌ رَحِیْمٌ)[1] ''اور جو لوگ ان کے بعد آئے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ خدایا ہمیں معاف کردے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جنھوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے اور ہمارے دلوں میں صاحبان ایمان کے لئے کسی طرح کا کینہ نہ قرار دینا کہ تو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے''

معلوم ہوا سلف صالح سے رابطہ برقرار رکھنا تربیت کے لحاظ سے اس دین کے راستہ کا اصل جزء ہے ۔نسلوں کے درمیان باہمی رابطہ کے سلسلہ میں قرآن کریم کی ایسی ممتاز ثقافت موجود ہے جس کے ذریعہ قرآن کریم مومنین کو ایسے مسلمان خاندان کے درمیان نسلیں گذرجانے کے باوجود ارتباط کی دعوت دیتا ہے یہ رابطہ عہد ابراہیم سے بلکہ حضرت نوحؑ کے زمانہ سے لیکر آج تک برقرار ہے ۔جبکہ انبیائے عظام میں اولواالعزم پیغمبر بھی ہیں جیسے موسیٰ بن عمران ،عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اورانھیں میں آخری نبی پیغمبر خدا ہیں ۔یہ باہمی رابطہ اس خاندان توحید کی سب سے اہم خصوصیت ہے ۔

---

[1] سورۂ حشر آیت ۱۰۔

زیارت

اس بات سے واقفیت کے بعد کہ تمام نسلوں میں میراث، تسالم، محبت اور ملاقات کا رابطہ اس دین کی خصوصیات میں سے ہے ۔ہم کویہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ وسائل کیا ہیں جن کی وجہ سے یہ رابطہ پیدا ہوتا ہے اور گذشتہ نسلوں کے لئے موجودہ نسل کے احساسات کا پتہ چلتا ہے ۔یہ وسائل اس مقصد تک پہنچنے کیلئے اسلامی تربیتی پہلوکی راہ ہموار کرنے میں مؤثر شمار ہوتے ہیں ۔

انبیاء علیہم السلام اور ان کے خلفاء،اولیائے الٰہی اور اللہ کے صالح بندوں کی قبروں کی زیارت کرنا ،ان پر سلام بھیجنا،ان کیلئے دعاکر نا ،ان کیلئے نماز قائم کرنا، زکواۃ ادا کرنااور امر بالمعروف کر نے کی گواہی دینا مو منین کی نسلوں کے درمیان اس ملاقات اوررابطہ کے اہم اسباب ہیں ۔ان زیارتوں میں جن سے مومنین اولیاء اللہ اور مومنین کی قبروں کی زیارت نیز اس سے متصل سلام و دعا و شہادت کے ذریعہ مانوس ہو تے ہیں مو منین کی اس جماعت کے سلسلہ میں اپنے احساسات بیان کرتے ہیں جو ان سے پہلے ایمان لا چکے ،نمازیں قائم کر چکے ،امر با لمعروف اور نہی عن المنکر کر چکے ،ان سے پہلے تو حید کی جانب دعوت کے پیغام کیلئے قیام کر چکے خدا کی جانب ان کیلئے راستہ ہموار کر چکے لوگوں کو خداوند عالم کا عبادت گذار بنا چکے ان سے پہلے لوگوں کے درمیان کلمۂ تو حید کو بلند کر چکے ہیں ۔اس احسان کیلئے زیارت کو وفا سے تعبیر کیا گیاہے یعنی اولاد کا اپنے آبا واجداد سے وفاداری کا اظہار کرنااس دوررائد میں توحید ،نماز قائم کرنے اور زکات ادا کرنے کی جانب دعوت دینے کیلئے گواہی کی ضرورت ہے اور زیارت کا مطلب ہی فرزندوں کاآباؤ واجداد کے سلسلہ میں اور موجودہ نسل کا گذشتگان کیلئے گواہی دینا ہے۔

زیارت میں صلح وسلامتی اور محبت سے مراد گذشتہ نسلوں سے رابطہ برقرار رکھنا ہے اور حقیقت میں ملاقات، رابطہ اور ایک دوسرے پر رحم ،صالحین کی پیروی ان کی یاد سے متعلق ذکر الٰہی کو مجسم کرتا ہے ۔مومنین اپنی زندگی میں فطری طور پر انبیاء صالحین بلکہ تمام مومنین کی قبروں سے مانوس ہوتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب، اُحد کے شہیدوں اور حمزہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حمزہ علیہ

السلام کی قبر کی زیارت کر نا ضروری سمجھتی تھیں اور یہ زیارتیں اکثر نماز، دعا، ذکر اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے ساتھ انجام پاتی ہیں اور ماثورہ زیارات میں یہ تمام باتیں ذکر ہوئی ہیں ۔ تعجب ہے بعض اسلامی مذاہب مسلمانوں کو انبیاء ائمہ المسلمین اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے اور ان کی قبروں کے نزدیک دعا اور نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور اسلام کی اس عمومی روش سے اپنے کو الگ قرار دیتے ہیں جو صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے جاتے ہیں ان کو قبروں کے نزدیک دعا نماز اور ذکر کرنے سے منع کرتے ہیں اور اس فعل کو اللہ کے بارے میں شرک سے تعبیر کرتے ہیں ۔

ہم اس کا سبب تو نہیں جانتے ہیں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے اسلام کے ظاہری امر اور مفاہیم نیز ان اقدار کو اچھی طرح نہیں سمجھا ہے جو زیارات کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں ۔اور ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ یہ برائی کس طرح کی برائی ہے جس سے مسلمانوں نے نہیں روکا جبکہ نصف صدی سے بڑی شدت کے ساتھ مسلمانوں کو اس چیز سے منع کیا جارہا ہے ۔یا تو ہم نصف صدی سے سختی سے روکنے والوں کو غلطی سے متہم کریں۔یا ہم ان پر توحید اور شرک کو صحیح نہ سمجھنے کا الزام لگائیں یعنی ان دونوں باتوں کو صحیح طریقہ سے درک نہیں کرپائیں ہیں ۔

خداوند عالم سب کو راہ راست کی ہدایت فرمائے اور اپنے صراط مستقیم پر اپنی خوشنودی کی جانب ہماری دستگیری فرمائے ۔

زیارتوں کی عبارات میں آنے والے معانی و مفاہیم کا جائزہ رسول خدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کے سلسلہ میں اہل بیت سے وارد ہونے والی روایات میں ہم افکار کے مختلف نہج پاتے ہیں ہم ان میں سے ذیل میں دونمونے ذکر کر رہے ہیں:

پہلا نہج :وہ افکار جن کا امام اور امت کے درمیان سیاسی تعلق ہوتا ہے ۔

دوسرا نہج :وہ افکار جن کا زائر اور امام کے درمیان ذاتی تعلق ہوتا ہے ۔ ہم عنقریب ان دونوں طریقوں کے سلسلہ میں زیارتوں میں وارد ہونے والے مضامین بیان کریں گے ۔

زیارتوں میں سیاسی اور انقلابی پہلو

۱۔زیارت کا عام سیاسی دائرہ سے رابطہ اہل بیت علیہم السلام سے زیارتوں کے سلسلہ میں وارد ہونے والی روایات میں عقیدتی اور سیاسی قضیہ کا بہت وسیع میدان ہے اور سیاسی قضیہ سے ہماری مراد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امامت اور ولایت کا مسئلہ ہے اور یہ وہ معتبر وسیلہ ہے جو بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں نیزاس کے بعد بھی سیاست دور میں ا سلام کے اصل راستہ سے منحرف ہوجانے کے بعد جاری وساری رہا ہے۔ اسلامی حکومتوں پر ایسے افراد نے بھی حکومت کی ہے جواسلام اور عالم اسلام کی نظر میں قابل اطمینان نہیں تھے انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا اہل بیت علیہم السلام نے اپنے دورکی اس طرح کی حکومتوں کا مقابلہ کیا ۔ اموی اور عباسی، مضبوط حکومتوں سے ٹکراتے رہنے کی بنا پرشیعہ ادب اور ثقافت میں واضح آثار رونما ہوئے اور اسی وقت سے اہل بیت علیہم السلام کی اتباع کرنے والے شیعوں کو رافضہ کے نام سے پہچانا جانے لگا چونکہ انھوں نے بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفا کی ولایت کا انکار کیا تھا ۔شیعی سیاسی فکر اور شیعی سیاسی ادب کواس وقت سے رفض کا رنگ دیا گیا جب معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے مختلف بہانوں اور مکاریوں سے حکومت لی اور یہ رنگ بنی عباس کی حکومت کے اختتام تک باقی رہا۔

اس سیاسی جنگ اور سیاسی معارضہ کی اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں واضح طور پر عکاسی کی گئی ہے خاص طورسے امام امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں چونکہ ان دونوں اماموں کا دور تاریخ اسلام میں مقابلہ اور ٹکراؤ کا سب سے سخت دور تھا ۔اور شاید اسی سبب کو حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور آپ کے فر زند ارجمند حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی زیارتوں میں کثرت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ۔ اور ان دونوں اماموں سے واردہونے والی زیارتوں کادوسرے تمام ائمہ سے وارد ہونے وا لی زیارتوں سے مقدار اور کیفیت میں فرق ہے ۔اس سیاسی قضیہ کاخلاصہ زیا رتوں میں بیان ہواہے جیسا کہ ہم نے اس کا شہادت اور موقف کے عنوان میں تذکرہ کیا ہے

جن میں پہلا شہادت کے بارے میں ہے اور دوسرا سیاست کے متعلق ہے۔ ہم موقف کو شہادت کے بعد بیان کریں گے ۔بیشک سیاسی موقف ہر جنگ اور اختلاف کے موقع پر قضاوت کے دائرہ کا خلاصہ ہوتا ہے قضاوت حق دو جھگڑا کرنے والوں کے در میان قاطع حکم کا نام ہے ،اس وقت اس حکم کی روشنی میں جس کو قضاوت معین کرتی ہے اس سے سیاسی موقف معین ہوتا ہے ۔ایسے میں سب سے انصاف کرنے والا خود انسان کا ضمیر ہوتا ہے وہ انصاف جس کو خدا نے انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہے ۔اسی طرح اس الٰہی محکمہ میں اہل بیت علیہم السلام کے زائر کو یہ گواہی دینی پڑے گی کہ حق اہل بیت علیہم السلام کا حصہ ہے اور انھیں کے ساتھ ہے ،اور اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں کے خلاف یہ گواہی دے کہ وہ حق سے منحرف اور باطل کی طرف رجحان رکھنے والے تھے ۔پھر اس گواہی کے راستہ پر ولایت ، برائت ،روگردانی و سلام و لعنت کا موقف معین ہوتا ہے اب ہم ذیل میں شہادت اور موقف میں سے ہر ایک کے سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام سے منقولہ زیارات کی چند عبارتوں کا تذکرہ کرتے ہیں: الف:شہادت مقابلہ کے پہلے مرحلہ میں رسالت کی گواہی جناب عمار کی زبانی جنگ کی دو قسمیں ہیں ،ایک جنگ جو تنزیل قرآن پر ہوئی جو بدر اور احد میں ہوئی تھی اور دوسری جنگ تاویل قرآن پر ہوئی جو جمل ،صفین اور کربلا میں ہوئی تھی یہ دونوں جنگیں آج تک قائم ہیں اور یہ آخر تک قائم رہیں گی ۔

ہم پہلی جنگ کے سلسلہ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں پڑھتے ہیں : (اشھدیا رسول اللہ مع کل شاھدوا تحملھا عن کلّ جاحد:انک قد بلّغت رسالات ربک،ونصحت لامتک،وجاھدت فی سبیل ربک،واحتملت الاذیٰ في جنبہ،ودعوت الیٰ سبیلہ بالحکمة والموعظة الحسنة الجمیلة،وادّیت الحق الذي کان علیک ،وانک قد رؤفت بالمؤمنین وغلظت علیٰ الکافرین، وعبدت اللّٰہ مخلصاً حتیٰ اتاک الیقین،فبلغ اللّٰہ بک اشرف محل المکرمین،واعلیٰ منازل المقربین،وارفع درجات المسلمین حیث لایلحقک لاحق،ولایفوقک فائق،ولایسبقک سابق،ولایطمع فی ادراکک طامع۔"،"میں شہادت دیتا ہوں اے خدا کے رسول تمام شاہدوں کے ساتھ اور تمام منکروں کے مقابلہ میں کہ آپ نے اپنے پرور دگار کے پیغامات کو پہنچایا ،اپنی امت کو نصیحت کی، راہ خدا میں جہاد کیا ،اس کی راہ میں ہر زحمت کو برداشت

کیا ،لوگوں کو راہ خدا کی دعوت دی حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اوروہ سب کچھ ادا کردیا جو آپ کے ذمہ تھا،آپ نے مومنین پر مہربانی کی اور کافروں پر سختی کی اور خلوص سے اللہ کی عبادت کی یہاں تک کہ زندگانی کا خاتمہ ہوگیا خدا آپ کو بزرگ بندوں کی عظیم ترین منزل تک پہونچائے اورآپ کو مقربین کے بلند ترین مرتبہ پرفائزکرے اور مرسلین کے عظیم ترین درجہ تک پہنچادے جہاں تک کوئی پہونچنے والا نہ پہنچ سکے اور کوئی اس سے بالاتر نہ جا سکے اور کوئی اس سے آگے نہ نکل سکے اور کسی میں اس منزل کوحاصل کرنے کی طمع بھی نہ ہو سکے ''احد کے شہیدوں کی قبروں کی زیارت کے سلسلہ میں پڑھتے ہیں: (واشھدکم انکم قدجاھدتم فی اللہ حق جہادہ وذببتم عن دین اللہ وعن نبیہ،وجدتم بانفسکم دونہ،واشھد انکم قُتلتُم علیٰ منھاج رسول اللہ، فجزاکم اللہ عن نبیہ وعن الاسلام واھلہ افضل الجزاء،وعرفنا وجوھکم في رضوانہ مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰءِکَ رفیقا) ''اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حضرات نے راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کیا اور دین خدا اور رسول خدا سے دفاع کیا اور اپنی جان قربان کردی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ لوگ رسول اللہ کے طریقہ پر دنیا سے گئے خدا آپ کو اپنے پیغمبر اور اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے بہترین جزادے اور ہمیں محل رضااور محل اکرام میں آپ کی زیارت نصیب کرے جہاں آپ انبیاء،صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے جوبہترین رفقاء ہیں '' مقابلہ کے دوسرے مرحلہ میں امام علیہ السلام کی گواہی اس گواہی کو زائرتا ویل قرآن پر جنگ کرکے دائرۂ حدود میں ثبت کرتا ہے ہم ان فقروں کو امام امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کے سلسلہ میں اس طرح پڑھتے ہیں: اللّھمّ اِنِّیْ اَشْھَدُاَنَّہ قَدْبَلَّغَ عن رسولک ماحمّل ورعیٰ مااستحفظ،وحفظ مااستودع،وحلل حلالک،وحرّم حرامک،واقام احکامک،و جاھد الناکثین فی سبیلک،والقاسطین فی حکمک،والمارقین عن امرک،صابراً، محتسباًلاتاخذہ فیک لومۃ لائمِ''۔ ''خدایا میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر المومنین نے تیرے رسول کی طرف سے دئے گئے بار کوپہونچا دیا اور اس کی رعایت کی جس کی حفاظت چاہی گئی اور جو امانت رکھی گئی تھی اس کی حفاظت کی اور تیرے حلال کو حلال اور تیرے حرام کو حرام باقی رکھا اور تیرے احکام کو قائم کیا اورناکثین(طلحہ اور زبیر)کے ساتھ تیری راہ میں جہاد کیااور قاسطین اور مارقین کے ساتھ تیرے حکم سے صبر اور تحمل کے ساتھ جہاد کیااور تیری راہ

میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کی'' رسول اسلام ﷺ کی بعثت کے دن سے مخصوص زیارت میں اس طرح پڑھتے ہیں: کنت للمومنین ابا رحیماً ۔ ۔ ۔ وعلیٰ الکافرین صبا وغلظة وغیظاً، وللمؤمنین غیثا وخصبا وعلما لم تفلل حجتک، ولم یزغ قلبک، ولم تضعف بصیرتک ولم تجبن نفسک کنت کا لجبل، لا تحرکه العواصف، ولا تزیله القواصف، کنت کما قال رسول اللہ قویا فی بدنک، متواضعاً فی نفسک، عظیماً عند اللہ، کبیراً في الارض، جلیلاً في السماء، لم یکن لاحد فیک مھمز ولا لخلق فیک مطمع ولا لاحد عنک ھوادہ، یوجد الضعیف الذلیل عندک قویا عزیزاً حتیٰ تاخذ لہ بحقہ والقوي العزیز عندک ضعیفاً حتیٰ تاخذ منہ الحق''۔ ''آپ مومنین کیلئے رحم دل باپ تھے ۔ آپ کافروں کے لئے سخت عذاب اور دردناک سزا تھے اور مومنوں کیلئے باران رحمت ہریالی اور علم کی حیثیت سے تھے آپ کی حجت کند نہیں ہوئی اور آپ کا دل کج نہیں ہوا آپ کی بصیرت کمزور نہیں ہوئی آپ کا نفس ڈرا نہیں آپ اس پہاڑ کے مانند تھے جس کو تیز ہوا ہلا نہیں سکتی اور آندھیاں اس کو ہٹا نہیں سکتیں آپ ویسے قوی بدن تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اور اپنے نفس میں متواضع تھے اور خدا کے نزدیک عظیم تھے، زمین میں کبیر تھے اور آسمان میں جلیل تھے آپ کے بارے میں کسی کے لئے نکتہ چینی کا مقام نہیں ہے اور نہ کسی کہنے والے کیلئے اشارہ ہے اور آپ کے بارے میں کسی مخلوق کو غلط طمع ہے اور نہ کسی کیلئے بیجا امید ہے اپ کے نزدیک ہر ضعیف و کمزور و ذلیل قوی اور عزیز رہتا ہے یہاں تک کہ آپ اس کیلئے اس کا حق لے لیں اور قوی عزت دار آپ کے نزدیک کمزور ہوتا ہے یہاں تک کہ اپ اس سے حق لے لیں ۔

دوسرے مرحلہ میں تاویل قرآن پر جنگ کرنے کی گواہی

اس کا پہلا حصہ تاویل کے دائرۂ میں جنگ صفین سے متعلق ہے اور دوسرا حصہ کربلا سے متعلق ہے اور کربلا میں اس سلسلہ کی جنگ واضح وآشکار طور پر واقع ہوئی اس میں قلب سلیم رکھنے والے کیلئے کوئی شک وشبہ نہیں ہے اس کا ہروہ شخص گواہ ہے جس کے پاس دل ہے یا جو قوت سماعت کا مالک ہے ۔ اس جنگ میں امام حسین علیہ السلام اپنے ساتھ اپنے اہل بیت اور اصحاب میں سے بہتر افراد نیز ایسی مومن جماعت کے ساتھ کھڑے ہوئے جو میدان کربلا میں کسی وجہ سے یا بلا وجہ غیر حاضر رہے ۔

اور دوسری طرف یزید آل امیہ اور ان کی شامی اور عراقی فوج نے قیام کیا ۔اس جنگ میں کسی شک وشبہ کے بغیر دونوں طرف کے محاذ اچھی طرح واضح ہو جاتے ہیں چنانچہ امام حسین علیہ السلام نبوت کی ہدایت کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور یزید سرکشوں ،جباروں اور متکبروں کی بری شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے ۔کربلا ان دونوں جنگوں کے مابین حد فاصل ہے واقعۂ کربلا سے لیکر آج تک کسی پر اس جنگ کا امر ومقصد مخفی نہیں رہاہے اور وہ حق وباطل کی شناخت نہ کر سکا ہو مگر اللہ نے جس کی آنکھوں کا نور چھین لیا اس کے دلوں اور آنکھوں پر مہر لگادی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈالدئے ہیں ۔

اس جنگ کے دائرہ حدود میں زائر حضرت امام حسین علیہ السلام فرزند رسول کیلئے نماز قائم کرنے زکات ادا کرنے اور (فی سبیل اللہ) جھاد کرنے کی گواہی دیتا ہے اور اس کے بعد اس جنگ کے پس منظر کو برقرار رکھتے ہوئے اس سلسلہ کو واقعہ کربلا کے بعد خدا کی طرف سے امامت ولایت اور قیادت سے متصل کرتا ہے ہم اس گواہی کے سلسلہ میں بہت سے فقرے حضرت امام حسین السلام کی زیارت میں پڑھتے ہیں :(اشھدانک قد بلغت عن اللہِ ماامرک بہ ولم تخش احدا غیرہ،وجاھدت فی سبیلہ،وعبد تہ مخلصاً حتیٰ اتاک الیقین ۔واشھد انک کلمۃ التقویٰ،والعروۃ الوثقیٰ،والحجۃ علیٰ مَن یبقیٰ ۔واشھد انک عبد اللہ وامینہ،بلّغت ناصحاًوادیت امیناً،وقُتلتَ صدیقاً،ومضیت علیٰ یقین،لم تؤثر عمیً علیٰ ھدیً،ولم تُمل من حق الیٰ باطل ۔اشھد انک قد اقمت الصلاۃ ،وآتیت الزکاۃ ،وامرت بالمعروف ونھیت عن المنکرواتبعت الرسول وتلوت الکتاب حقّ تلاوتہ و دعوت الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ ۔اشھد انک کنت علیٰ بیّنۃ من ربک قدبلّغت ماأُمرت بہ وقمت بحقہِ،وصدّقت مَن قبلک غیرواھن ولا موھن ۔اشھد ان الجھاد معک،وان الحق معک والیک وانت اھلہ و معدنہ،ومیراث النبوۃ عندک''۔ ''اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ کے اس پیغام کو پہنچایا جس کا اس نے آپ کو حکم دیا تھا اور آپ خدا کے علاوہ کسی سے خائف نہیں ہوئے اورآپ نے راہ خدا میں جہاد کیا اور اس کی خلوص کے ساتھ عبادت کی یہاں تک کہ آپ کو موت آگئی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کلمۂ تقویٰ اور عروۂ وثقیٰ اور اہل دنیا پر حجت ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندہ اور اس کے امین ہیں ،آپ نے ناصحانہ انداز میں پیغام حق پہنچایا اور امانت کو ادا کیا آپ

صدیق شہید کئے گئے، اور یقین پر دنیا سے گئے ،ہدایت کے بارے میں کبھی گمراہی کو ترجیح نہیں دی اور کبھی حق سے باطل کی طرف مائل نہیں ہوئے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی ،اور زکوٰۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا برائیوں سے روکا اور رسول کا اتباع کیا اور قرآن کی تلاوت کی جو تلاوت کا حق تھا اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ اپنے رب کی راہ کی طرف بلایا ،میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اپنے رب کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے اور جو آپ کو حکم دیا گیا تھا آپ نے اسی کو پہنچایا ،اس کے حق کے ساتھ قیام کیا جس نے آپ کو قبول کیا اس کی آپ نے اس طرح تصدیق کی کہ نہ اس کی کوئی توہین ہوا اور نہ آپ کی توہین ہو ،میں گواہی دیتا ہوں کہ جہاد آپ کے ساتھ ہے اور حق آپ کی طرف ہے آپ ہی اس کے اہل اور اس کا معدن ہیں''

وارثت کی گواہی

یہی وہ امامت ہے جس کی ہم نے اس زیارت میں گواہی دی ہے اور وہ امامت حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ کی نسل در نسل باقی رہے گی یہ امامت درمیان میں منقطع ہونے والی نہیں ہے یہ امامت ائمۂ توحید کی امامت ہے جو تاریخ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے مستقر ہوئی ہے حضرت آدم حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ اور امام حسنؑ تک پہنچی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام اس امامت کی تمام ارزشوں اور ذمہ داریوں کے وارث ہیں : (ان اللہ اصطفیٰ آدمَ وَنُوحاً وَآلَ ابرٰهیمَ وَآلَ عمرانَ علی العالمین ذُرِّیَّۃً بعضُھا من بعضٍ واللہ سمیعٌ علیمٌ [1]) ''اللہ نے آدم ،نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کرلیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے'' حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں اس وارثت کے عہدہ دار تھے :امام حسین علیہ السلام اس عظیم میراث کو کربلا تک لے گئے تاکہ لوگ اس کے ذریعہ دلیل پیش کریں اس کا دفاع کریں اس کی مخالفت کرنے والوں سے جنگ کریں یہ بلاغ المبین اسی رسالت کیلئے ہے جس میراث کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے آل ابراہیم اور آل عمران سے پایا تھا ۔

---

[1] سورۂ آلِ عمران آیت۳۳۔۳۴ ۔

اس معرکہ کے وسط میں زائر حضرت امام حسین علیہ السلام کیلئے گواہی دیتا ہے:۱۔اس مقام پر واضح طورپر یہ ثابت ہوجا تا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی یزید سے جنگ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمرود سے مقابلہ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کا فرعون سے ٹکراؤ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابو سفیان سے مخالفت نیز حضرت علیؑ کی معاویہ سے جنگ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۔تمام مرحلوں میں اس جنگ کا محور،روح توحید ہے ۔

۳۔جو میراث حضرت امام حسین علیہ السلام کو آل ابراہیم اور آل عمران سے ورثہ میں ملی جس کیلئے آپ نے کربلا کے میدان میں قیام کیا وہ میراث آپ کے بعد آپ کی ذریت میں موجود رہی انصار جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کا اتباع کیا اسی طرح یہ میراث ان کے تابعین جو آل ابراہیم اور آل عمران کی راہ سے ہدایت حاصل کرتے رہے ان میں باقی رہی۔ہم صالحین کی وراثت کے سلسلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کیلئے زیارت وارثہ کے جملے پڑھتے ہیں: (السلام علیک یاوارث آدم صفوۃ اللہ،السلام علیک یاوارث نوح نبي اللہ السلام علیک یاوارث ابراھیم خلیل اللہ ،السلام علیک یاوارث موسیٰ کلیم اللہ،السلام علیک یاوارث عیسیٰ روح اللہ،السلام علیک یاوارث محمد حبیب اللہ،السلام علیک یاوارث امیرالمؤمنین ولي اللہ) ''سلام آپ پر اے آدم صفی اللہ کے وارث ،سلام آپ پراے نوح نبی خدا کے وارث، سلام آپ پر اے ابراہیم خلیل خدا کے وارث،سلام آپ پراے موسیٰ کلیم اللہ کے وارث ،سلام آپ پر اے عیسیٰ روح اللہ کے وارث ،سلام ہوآپ پر اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ حبیب خدا محمد مصطفیٰ کے وارث،سلام ہوآپ پراے امیرالمومنین ولی اللہ کے وارث ''

آل ابراہیم اور آل عمران کی اس وراثت کی اگر چہ قرآن کی آیت کے مطابق ایک نسل ذریت کی طرف نسبت دی گئی ہے: (ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ[1]) ''یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے'' مگر یہ کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولائے کائنات کی جانب فرزندی کی طرف ذریتی انتساب کے عنوان کے علاوہ ایک اور عنوان ہے کیونکہ یہ عنوان براہ راست اس شہادت کے

[1] سورۂ آل عمران آیت۳۴۔

بعد وارد ہوا ہے '': السلام علیک یابن محمد المصطفیٰ ،السلام علیک یابن علی المرتضیٰ السلام علیک یابن فاطمۃ الزہراء السلام یابن خدیجۃ الکبریٰ ''،'' سلام آپ پر اے محمد مصطفیٰ کے فرزند سلام آپ پر اے علی مرتضیٰ کے دلبند سلام آپ پر اے فاطمہ زہرا کے لخت جگر سلام آپ پر اے خدیجۃ الکبریٰ کے فرزند '' شاہد ومشہود زیارتوں میں گواہی سے متعلق روایات میں شاہد اور مشہود کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے ان گواہیوں میں زائر جس کی زیارت کر رہا ہے اس کی گواہی دیتا ہے: (انک قد اقمت الصلاۃ وآتیت الزکاۃ وامرت بالمعروف ونہیت عن المنکر وجاہدت في سبیل اللہ حق جہادہ) ''بیشک آپ نے نماز قائم کی زکوٰۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا جو جہاد کا حق تھا '' پس زائر شاہد اور جس کی زیارت کر رہا ہے وہ مشہود لہ ہے اور اس کا عکس بھی صحیح ہے بیشک اللہ کے انبیاء علیہم السلام اس کے رسول اور ان کے اوصیاء امتوں پر شاہد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اوصیاء اس امت کے شاہد ہیں ۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے: (وَیَومَ نبعثُ فی کُلّ اُمّةٍ شہیداً علیہم مِن انفُسِہم وَجِئنابک شہیداً علیٰ ھٰؤلاء [1]) ''اور قیامت کے دن ہم ہر گروہ کے خلاف انھیں میں کا ایک گواہ اٹھائیں گے اور پیغمبر آپ کو ان سب کا گواہ بنا کر لے آئیں گے ۔'' (یاایُّھا النَّبِیُّ اِنّا اَرسَلنٰاکَ شَاھِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِیراً [2]) ''اے پیغمبر ہم نے آپ کو گواہ ،بشارت دینے والا ،عذاب الٰہی سے ڈرانے والا'' (کَذٰلِکَ جَعَلنَاکُم اُمَّۃً وَسَطاً لِتَکُونُوا شُھَدَاءَ عَلیٰ النَّاسِ وَیَکُونَ الرَّسُولُ عَلَیکُم شَھِیداً [3]) '' اور تحویل قبلہ کی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا ہے تاکہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو اور پیغمبر تمہارے اعمال کے گواہ رہیں'' (وَلِیَعلَمَ اللّٰہُ الَّذِینَ آمَنُوا وَیَتَّخِذَ مِنکُم شُھَدَاءَ [4]) ''تاکہ خدا صاحبان ایمان کو دیکھ لے اور تم میں سے بعض کو شہداء قرار دے اور وہ ظالمین کو دوست نہیں رکھتا ہے''

---

[1] سورۂ نحل آیت۸۹۔
[2] سورۂ احزاب آیت۴۵۔
[3] سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳۔
[4] سورۂ آل عمران آیت۱۴۰۔

(فأولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّیْنَ وَالصِدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ[1]) ''وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں انبیاء ،صدیقین،شہداء اور صالحین'' پس زائرین شاہد کی منزل سے مشہود کی منزل میں پہونچ جاتے ہیں اسی طرح مشہود لہ جن کے لئے ہم نماز زکات، امر بالمعروف اور جہاد کی گواہی دیتے ہیں وہ شاہد بن جاتے ہیں ۔زیارتوں میں وارد ہوا ہے :(انتم الصراط الاقوم وشہداء دارالفناء وشفعاء دارالبقاء)اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی آٹھویں زیارت میں آیا ہے: (مضیت للذی کنت علیہ شہیداًوشاہداًومشہوداً)''اور جس مقصد پر آپ تھے اسی پر شہید ہوئے اور شاہد و مشہود ہوئے''

ب:الموقف شہادت کے فیصلہ میں حکم کا تابع ہے ۔اور حکم سیاست میں موقف کاتابع ہوتا ہے ۔

موقف کو واضح و صاف شفاف اورقوی ہونا چاہئے نیز نفس کو قربانی اور فداکاری کے لئے آمادہ ہونا چاہئے ۔اور مسلمانوں کی تاریخ صفین اور کربلا جیسے واقعات میں ان افراد سے مخصوص نہیں ہے جو اس حادثہ کے زمانہ میں موجود تھے بلکہ یہ موقف خوشنودی ،رضایت، محبت اور دشمنی کا لحاظ ان افراد کے لئے بھی ہوگا جو اُس حادثہ کے زمانہ میں موجود نہیں تھے۔تاریخ میں یہ ایام فرقان کی خصوصیات میں سے ہے جن میں لوگ دو ممتاز محاذوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک سے اختلاف بر طرف ہوجاتا ہے جس کی بناء پر حق اور باطل کسی شخص پر مخفی نہیں رہ جاتامگر یہ کہ اللہ نے اس کے دل،کان اور آنکھ پر مہر لگا دی ہو ۔

یہ ایام لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے رہے ہیں اور اُن کو تاریخ میں خوشنودگی ناراضگی، محبت اور دوستی کی بنا پردو حصوں میں تقسیم کرتے رہے ہیں اور تیسرے فریق کو میدان میں چھوڑتے رہے ہیں صفین اور کربلا انھیں میں سے ہے۔جو شخص بھی دونوں بر سر پیکار فریقوں کو درک کرکے بدر، صفین اور کربلا کے واقعہ کا جائزہ لے وہ یا تو اِس فریق کی طرفداری کرے گا اوراس محاذمیں داخل ہوجائیگا یا دوسرے فریق کی طرفداری کرے گااور دوسرے محاذ میں داخل ہو جائیگا اس کو ان دونوں میں سے کسی ایک سے مفر نہیں ہےاوریہی موقف ہے ۔

---

[1] سورۂ نساء آیت۶۹۔

خداوند عالم سید حمیری پر رحم کرے جنھوں نے اس تاریخی پہلو کو حق اور باطل کے درمیان ہونے والی جنگ کو اشعار میں بیان کیا ہے: انی ادین بما دان الوصی بہ یوم الریضۃ من قتل المحلینا وبالذی دان یوم النہر دنت لہ وصافحت کفہ کفی بصفینا تلک الدماء جمیعا رب فی عُنُقی ومثلہ معہ آمین آمینا '' میں جنگ جمل کے دن اسی موقف کا حامل ہوں جس کو مولائے کائنات نے اختیار کیا تھا یعنی مخالفین کو قتل کرنا '''' اور نہروان کے دن بھی ایسے ہی موقف کا حامل ہوں اور میرا یہی حال صفین کے سلسلہ میں ہے '''' پروردگار وہ سارے خون میری گردن پر ہیں اور مولائے کائنات کے ساتھ ایسے وقائع میں ہمراہی کیلئے میں ہمیشہ آمین کہتا رہتا ہوں '' جو کچھ صفین اور کربلا کی جنگ میں رونما ہوا وہ حقیقی اور آمنے سامنے کی جنگ تھی جو مصاحف کے اٹھ جانے اور حکمین کے صفین میں حکم کرنے اور کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے شہید ہوجانے سے منقطع نہیں ہوئی بلکہ صفین اور کربلا کو مخصوص طور پر یاد کیا جانے لگا اس لئے کہ یہ ہمارے نظریہ کے مطابق تاریخ اسلام میں حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی جنگیں تین ہیں جنگ بدر، صفین اور کربلا تاریخ اسلام میں ان ہی تینوں کو ایام فرقان کہا جاتا ہے ۔یہ جنگ آج بھی فریقین کے درمیان اسی طرح باقی وساری ہے ۔یہ تاریخ ہے۔ اگرچہ تاریخ موجودہ امت کیلئے یہی سیاسی اور متمدن تاریخ کی ترکیب شدہ شکل ہے اور ماضی (گزرے ہوئے زمانہ) اور موجودہ زمانہ میں فاصلہ ڈالنا نہ ممکن ہے اور نہ ہی صحیح ہے ۔چونکہ فرزند اپنے آباء و اجداد سے ''مواقع'' اور ''مواقف ''میں میراث پاتے ہیں ۔

موقف سے ہماری مراد تاریخ میں حادث ہونے والے واقعات ہیں اور واقعہ حادث ہونے کے وقت انسان پر اپنے رفتار وگفتار سے عکس العمل دکھانا واجب ہے اس کو موقف کہا جاتاہے۔تو جب یہ جنگ ثقافتی جنگ تھی اور سمندر کے کسی جزیرہ یا زمین کے کسی ٹکڑے سے مخصوص نہیں تھی تو یہ جنگ یقیناً ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوگی ماضی کو پارہ کرکے حال سے متصل ہو جائیگی اور اس کو اولاد اپنے آباء و اجداد سے میراث میں پائیگی ایسی صورت میں موقف کو موقع سے جدا کرنا ممکن نہ ہوگا جس کی بناء پر یہ مواقع موجودہ نسل کی طرف دونوں بر سر پیکار فریقوں میں سے ہر ایک کے موقف کی حمایت کی بناء پر منتقل ہو جائیں گے ۔یہ

میراث ایک فریق سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جس طرح مواقع و مواقف سے صالحین کو صالحین کی میراث ملتی ہے اسی طرح مستکبرین اور ان کی اتباع کرنے والے مستکبرین کے مواقع اور مواقف کی میراث پاتے ہیں ۔ہم اہل بیت علیہم السلام سے مروی روایات میں واضح طور پر مواقف کی میراث کا مختلف صورتوں میں زیارتوں میں مشاہدہ کرتے ہیں ہم ذیل میں ان کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں: ولایت و برائت اس کا آشکار نمونہ اولیاء اللہ سے دوستی اور خدا کے دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے اس دوستی اور دشمنی کا مطلب ان جنگوں اور ٹکراؤ سے خالی ہونا نہیں ہے بلکہ یہ تو اس کا ایسا جزء ہے جو اِن جنگوں میں سیاسی موقف سے جدا نہیں ہو سکتا جس کو اسلام نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ہم دوستی کے سلسلہ میں زیارت جامعہ معروفہ میں پڑھتے ہیں: (اشھد اللہ واشھدکم انی مؤمن بکم وبما آمنتم بہ،کافربعدوکم وبما کفرتم بہ مستبصر بکم وبضلالۃمن خالفکم،موال لکم ولاولیائکم مبغض لاعدائکم ومعادٍلھم،سلم لمن سالمکم وحرب لمن حاربکم محقق لما حققتم، مبطل لماابطلتم)''میں خدا کو اور آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں آپ پر اور ہر اس چیز پر ایمان رکھتا ہوں جس پر آپ کا ایمان ہے،آپ کے دشمن کا اور جس کا آپ انکار کردیں سب کا منکر ہوں آپ کی شان کو اور آپ کے دشمن کی گمراہی کو جانتا ہوں ۔آپ کا اور آپ کے اولیاء کا دوست ہوں اور آپ کے دشمنوں کا دشمن ہوں اور ان سے عداوت رکھتا ہوں اس سے میری صلح ہے جس سے آپ نے صلح کی ہے اور جس سے آپ کی جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے جسے آپ حق کہیں وہ میری نظر میں بھی حق ہے اور جس کو آپ باطل کہیں وہ میری نظر میں بھی باطل ہے''

زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام میں پڑھتے ہیں: (لعن اللہ امۃ اسست اساس الظلم والجور علیکم اھل البیت،ولعن اللہ امۃ دفعتکم عن مقامکم وازالتکم عن مراتبکم التی رتبکم اللہ فیھا)''خدایا !اس قوم پر لعنت کرے جس نے آپ کے اہل بیت پر ظلم وجور کئے اور اس قوم پر لعنت کرے جس نے آپ کو آپ کے مقام سے ہٹادیا اور اس جگہ سے گرادیا جس منزل پر خدا نے آپ کو رکھا تھا''

اور (اللھم العن اول ظالم ظلم حق محمدوآل محمدوآخرتابع لہ علی ذلک،اللھم العن العصابۃالتی جاھدت الحسین وشایعت وتابعت علی قتلہ اللھم العنھم جمیعا)''خدایا !اس پہلے ظالم پر لعنت کر جس نے محمد وآل محمد پر ظلم کیا ہے اور اس کا اتباع کرنے والے میں

۔خدایا !اس گروہ پر لعنت کر جس نے حسینؑ سے جنگ کی اور جس نے جنگ پر اس سے اتفاق کر لیا اور قتل حسین پر ظالموں کی بیعت کرلی'' زیارت عاشوراء غیر معروفہ میں آیا ہے: (اللّھم وھذایوم تجدد فیہ النقمۃو تنزل فیہ اللعنۃعلی یزیدوعلی آل زیاد وعمر بن سعد والشمر۔اللّھم العنھم والعن مَن رضي بقولھم و فعلھم من اول وآخر لعناً کثیرا وا صلھم حر نارک وا سکنھم جھنم وساء ت مصیرا،واوجب علیھم وعلی کلّ مَن شایعھم وبایعھم وتا بعھم وساعدھم ورضي بفعلھم لعناتک التي لعنت بھا کل ظالم وکل غاصب وکل جاحد،اللّھم العن یزیدوآل زیادوبنی مروان جمیعا،اللّھم وضاعف غضبک وسخطک وعذابک ونقمتک علی اوّل ظالم ظلم اھل بیت نبیک،اللّھم والعن جمیع الظالمین لھم وانتقم منھم انک ذو نقمۃمن المجرمین) ''خدایا !یہ وہ دن ہے جب تیرا غضب تازہ ہوتاہےاور تیری طرف سے لعنت کا نزول ہوتا ہے یزید،آل زیاد، عمر بن سعد اور شمر پر۔خدایا ان سب پر لعنت کر اور ان کے قول و فعل پر راضی ہوجانے والوں پر بھی لعنت کر چاہے اولین میں ہویا آخرین میں سے کثیر لعنت فرما اور انھیں آتش جہنم میں جلادے اور دوزخ میں ساکن کردے جو بدترین ٹھکانا ہے اور ان کے لئے اور ان کے تمام اتباع اور پیروی کرنے والوں اور ان کے فعل سے راضی ہوجانے والوں کے لئے ان لعنتوں کے دروازے کوکھول دے جوتو نے کسی ظالم ،غاصب ،کافر، مشرک اور شیطان رجیم یا جبار و سرکش پرنازل کی ہے۔ خدا لعنت کرے یزید و آل یزید اور بنی مروان پر خدایا اپنے غضب اپنی ناراضگی اوراپنے عذاب و عقاب کومزید کردے اس پہلے ظالم پرجس نے اہل بیت پیغمبر پر ظلم کیاہے اورپھر ان کے تمام ظالموں پر لعنت کر اور ان سے انتقام لے کہ تو مجرمین سے انتقام لینے والاہے''

رضااور غضب

دوستی اور دشمنی میں رضا اور غضب بھی داخل ہے :رضا یعنی جس سے اولیاء اللہ راضی ہوتے ہیں غضب جن سے اولیاء اللہ غضب ناک ہوتے ہیں ۔خوشی اور غضب، محبت اور عداوت ایمان کی واضح نشانیاں ہیں اور ان کے ستون میں سے ہیں یہ سیاسی موقف کیلئے عمیق فکر ہے ان دونوں (رضااور غضب)کے بغیر سیاسی موقف مضمحل اور پائیدار نہیں ہے ۔یہ وہ رابطہ اور ذاتی

ایمان ہے جو سیاسی موقف کو عمق ،مقاومت اور استحکام عطا کرتا ہے رضا اور غضب کے سلسلہ میں زیارت صدیقہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام میں آیا ہے: (اشھداللّٰہ ورسلہ وملائکتہ انیراض عمّن رضیت عنہ ساخط علی مَن سخطت علیہ،متبرء ممن تبرّئت منہ موالٍ لمن والیت معادٍلمَن عادیت مبغض لمن ابغضت،محب لمن احببت) ''میں اللہ، رسول اور ملائکہ کو گواہ بناکر کہتا ہوں کہ میں اس شخص سے راضی ہوں جس سے آپ راضی ہیں اور ہر اس شخص سے ناراض ہوں جس سے آپ ناراض ہیں ہر اس شخص سے بیزار ہوں جس سے آپ بیزار ہیں آپ کے چاہنے والوں کا چاہنے والا آپ کے دشمنوں کا دشمن، آپ سے بغض رکھنے والوں کا دشمن اورآپ سے محبت کرنے والوں کادوست ہوں'' اور زیارت کے دوسرے فقرے میں آیاہے: (اشھد انی ولی لمن والاک وعدولمن عاداک وحرب لمن حاربک) ''میں آپ کے دوستوں کا دوست ہوں اور آپ کے دشمنوں کا دشمن ہوں جو آپ سے جنگ کرنے والے ہیں اس سے ہماری جنگ ہے''

سلم اور تسلیم

موقف کی خصوصیات میں سے سلم اور تسلیم ہے تسلیم کا سلم و صلح سے بلند مرتبہ ہے لہٰذا موقف میں سب سے پہلے مسالحت صلح ہونی چاہئے اور سلم میں اللہ ،رسول اور اولیاء اللہ اور اس کے صالحین بندوں کی اتباع کی جائے: (یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْاادْخُلُوْافِی السِّلْمِ کَافَّۃً[1])''ایمان والو تم سب مکمل طریقہ سے اسلام میں داخل ہو جاؤ'' اس سے چیلنج کو شامل نہ کیا گیا ہو:(اَلَمْ یَعْلَمُوْااَنَّہُ مَنْ یُحَادِدِاللّٰہَ وَرَسُوْلَہُ فَاَنَّ لَہُ نَارَجَھَنَّمَ خَالِداًفِیھَا[2]) ''کیا یہ نہیں جانتے ہیں کہ جو خدا و رسول سے مخالفت کرے گا اس کیلئے آتش جہنم ہے اور اسی میں ہمیشہ رہنا ہے'' نہ اللہ کے سامنے سرکشی اور استکبار کیا جائے: (وَلَاتَطْغَوْافِیْہِ فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ[3]) ''اور اس میں سرکشی اور زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب نازل ہو جائے'' مخالفت نہ ہو: (وَاِنَّ الظَّالِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ[4]) ''اور ظالمین یقیناً بہت دور

---

[1] سورۂ بقرۃآیت ۲۰۸۔
[2] سورۂ توبۃآیت ۶۳۔
[3] سورۂ طہ آیت ۸۱ ۔
[4] سورۂ حج آیت ۵۳۔

رس نا فرمانی میں پڑے ہوئے ہیں'' دوسرے مرحلہ میں اس موقف کو رسول اور مسلمین کے امور کے سرپرستوں سے تسلیم کی اطاعت پر قائم ہونا چاہئے صلح اور تسلیم میں سے ہر ایک کو انسان کی نیت، قلب، عمل اور رفتار میں ایک ہی وقت میں رچ بس جانا چاہئے صلح، تسلیم اور پیروی دل سے ہونی چاہئے اور جب ایسی صورت حال ہو اور سیاسی موقف، نیت، عمل اور باطن و ظاہر میں صلح و تسلیم سے متصف ہو تو لوگ اکٹھا ہو کر اس موقف کو اختیار کریں اور اس موقف کے لوگ اس کے خلاف موقف والوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ۔ایسی صورت میں مومن انسان اکیلا ہی ایک امت شمار ہوگا جو امت کا پیغام لیکر قیام کرتا ہے اور وہ امت کی طرح پائیدار اور مضبوط ہوگا جیسا کہ ہمارے باپ ابوالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام اکیلے ہی قرآن کی نص کے مطابق ایک امت تھے: (اِنَّ اِبْرَاهِيمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتاً لِلّٰهِ حَنِيفاً وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ [1]) ''بیشک ابراہیم ایک مستقل امت اور اللہ کے اطاعت گذار اور باطل سے کترا کر چلنے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے''

اور صلح و سلامتی کے بغیر تاریخ میں کوئی موقف رونما نہیں ہوتا اور اگر ہم موقف کو صلح و سلامتی سے خالی کردیں تو موقف کالعدم ہو جائیگا صلح تسلیم خدا و رسول اور مسلمانوں کے پیشواؤں کی ہر بیعت کی جان ہے کیونکہ بیعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خداوند عالم کی عطا کردہ ہر چیز منجملہ محبت، نفرت، جان، مال اور اولاد کو یکبارگی خداوند عالم کے ہاتھوں فروخت کردے اور وہ دل خداوند عالم کیلئے ہر چیز سے خالی ہو جائے، پھر اس کے بعد اپنے معاملہ پر نہ حسرت کرے اور ہی اپنے کام میں شک کرے کیونکہ وہ اب ہر چیز خداوند عالم کے ہاتھوں بیچ چکا ہے اور اس کی قیمت لے چکا ہے لہذا نہ معاملہ فسخ کرسکتا ہے اور نہ فسخ کرنے کا مطالبہ کرسکتا ہے اور یہ سودمند معاملہ ہے یہ امور مسلمین کے سرپرستوں اور مومنین کے پیشواؤں کے موقف کی جان ہے جنھوں نے اس سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام ج(و مسلمانوں کے امام ہیں) کی زیارت میںآنے والی عبارتوں پر غور کریں ۔

---

[1] سورۂ نحل آیت ۱۲۰۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں آیاہے: (فَقَلْبِی لَکُمْ مُسَلِّمٌ ونصرتي لکم معدۃ حتیٰ یحکم اللہ بدینہ فمعکم معکم لامع عدوکم) ''میرا دل آپ کے سامنے سراپا تسلیم ہے اور میری نصرت آپ کیلئے حاضر ہے یہاں تک کہ پروردگار اپنے دین کا فیصلہ کردے تو میں آپ کے ساتھ ہوں آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں'' حضرت امام حسن علیہ السلام کی زیارت میں وارد ہوا ہے: (لبیک داعي اللہ ان کان لم یجبک بدني عند استغاثتک ولساني عند استنصارک قد اجابک قلبي وسمعي وبصري) ''میں نے خداوند عالم کی دعوت پر لبیک کہی اے اللہ کی طرف بلانے والے اگر چہ میرے جسم نے آپ کے استغاثہ کے وقت لبیک نہیں کہی اور میری زبان نے آپ کے طلب نصرت کے وقت جواب نہیں دیا لیکن میرے دل ،کان اور آنکھ نے لبیک کہی'' زیارت حضرت ابو الفضل العباس: (وقلبي لکم مسلّم وانا لکم تابع ونصرتي لکم معدۃ حتی یحکم اللہ وھو خیر الحاکمین) ''میرا دل آپ کے سامنے جھکا ہے اور تابع فرمان ہے اور میں آپ کا تابع ہوں اور میری مدد آپ کے لئے تیار ہے یہاں تک کہ خدا فیصلہ کردے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے''

زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام روز اربعین: (وقلبي لقلبکم سلم،وامریلامرکم تبع،ونصرتي لکم معدۃ،حتیٰ یاذن اللہ لکم،فمعکم معکم لامع عدوکم) ''اور میرا دل آپ کے سامنے سراپا تسلیم ہے اور میرا امر آپ کے امر کے تابع ہے اور میری مدد آپ کے لئے تیار ہے یہاں تک کہ اللہ آپ کو اجازت دے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں ہیں'' یہ معیت جس کو زائر اپنے موقف اور ائمہ مسلمین سے دوستی کے ذریعہ آمادہ وتیار کرتا ہے یہ موقف اور دوستی کی روح ہے ۔ان کی خوشی وغم، صلح وجنگ آسانی عافیت اور سختی ومشکل میں ساتھ رہنا دنیا میں ان کے ساتھ رہنا انشاء اللہ آخرت میں ان کے ساتھ رہنا ہے ۔

انتقام کیلئے مدد کی دعا

موقف کے مطالبوں میں سے ایک مطالبہ مدد کیلئے دعا مانگنا ہے ۔جب موقف کا سرچشمہ سچا دل ہوگا تو انسان اللہ سے مسلمانوں کے امام اور مسلمانوں کی مدد کیلئے ہر وسیلہ سے دعا مانگے گا دعا کے ان وسائل میں سے ایک وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر دعا مانگنا

ہے اور دعا ان وسائل میں سے سب سے افضل اور بہترین وسیلہ ہے مگر دعا عمل، عطا اور قربانی دینے سے مستغنی نہیں ہے ۔ سیاسی موقف کے ستون کے لئے اس مضمون کی دعا اہلبیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں ہے اور ہم ذیل میں اس دعا کے چند نمونے پیش کرتے ہیں: ہم آل محمد علیہم السلام سے مہدی منتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت میں پڑھتے ہیں: (اللّٰھم انصرہ وانتصر بہ لدینک،وانصر بہ اولیائک،اللّٰھم واظھر بہ العدل،وایّدہ بالنصر،وانصر ناصریہ واخذل خاذلیہ،واقصم بہ جبابرۃ الکفر واقتل الکفار والمنافقین والملابہ الارض عدلاً واظھر بہ دین نبیک) ''خدا یا! اپنے ولی کی نصرت فرما اور ان کے ذریعہ دین کی مدد فرما اپنے اولیاء اور ان کے اولیاء کی مدد فرما ۔ اور ان کے ذریعہ عدل کو ظاہر فرمانا اور اپنی نصرت سے ان کی تائید فرمانا ان کے ناصروں کی مدد کرنا اور ان کو رسوا کرنے والوں کو ذلیل کر اور دشمنوں کی کمر توڑدے تمام جابر کافروں کی کمر توڑ دے تمام کفار و منافقین اور تمام ملحدین کو فنا کردے ۔ اور ان کے ذریعہ زمین کو عدل سے بھردے اور ان کے ذریعہ اپنے نبی کے دین کو غالب فرما''

حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کیلئے دعاؤں کے چند نمونے: (اللّٰھم انک ایدت دینک في کل اوان بامام أقمتہ لعبادک ومنارا في بلادک،بعدان اوصلت حبلہ بحبلک،وجعلتہ الذریعۃالی رضوانک ۔ اللّٰھم فاوزع لولیک شکرما انعمت بہ علیہ،واوزعنا مثلہ فیہ،وآتہ من لدنک سلطانا نصیرا،وافتح لہ فتحا یسیراً وأعنہ برکنک الاعز،واشدد ازرہ،وقوّ عضدہ وراعہ بعینک،واحمہ بحفظک،وانصرہ بملائکتک وامدد،بجندک الاغلب،واقم بہ کتابک وحدودک وشرائعک وسنن رسولک واحیي بہ ما اماتہ الظّالمون من معالم دینک،واجل بہ صدأا لجور عن طریقک،وابن بہ الضراء من سبیلک،وازل بہ الناکبین عن صراطک وامحق بہ بغاۃقصدک عوجاً،والن جانبہ لاولیائک،وابسط یدہ علی اعدائک،وھبّ لنا رافتہ ورحمتہ وتعطفہ وتحنّنہ،واجعلنا لہ سامعین مطیعین،وفی رضاہ ساعین والی نصرتہ والمدافعتہ مکنفین) '' بار الٰہا! تو نے اپنے دین کی، ہر زمانہ میں ایسے امام کے ذریعہ نصرت کی ہے جس کو تو نے اپنے بندوں کیلئے منصوب فرمایا اپنی مملکت میں منارۂ ہدایت قرار دیا اس کے بعد جبکہ تو نے اس کو اپنی رضا تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیا بار الٰہا لہٰذا اپنے ولی کو اپنے اوپر نازل ہونے والی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور اس سلسلہ میں ہم کو بھی شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اپنی جانب سے اس امام کو

کامیاب حکومت عطا فرما آسانی کے ساتھ فتح و نصرت عطا فرما اپنے مضبوط ارکان کے ذریعہ اس کی مدد فرما اس کو ہمت دے ،اس کو قوی کر ، اس کی نگرانی کر ،اپنے ملائکہ کے ذریعہ اس کی مدد کر، اپنے فاتح لشکر کے ذریعہ ظفریاب کر ،اس کے ذریعہ اپنی کتاب ،حدود شریعت اور اپنے رسول کی سنتوں کو قائم کر ،اس کے ذریعہ اپنے دین کی ان نشانیوں کو زندہ کر جن کو ظالمین نے مردہ کر دیا ہے،اس کے ذریعہ اپنی راہ سے انحراف کی جِلا بخش ،اس کے ذریعہ اپنی تاریک راہ کو روشن کر ،اس کے ذریعہ اپنی راہ سے دوری اختیار کرنے والوں کو نابود کر ،اس کے ذریعہ تیرا بیجا طور پر قصد کرنے والوں کو فنا کردے ،اس کو اپنے دوستداروں کیلئے خوش اخلاق کردے اس کو اپنے دشمنوں پر مسلّط کردے اس کی محبت سے ہم کو بہرہ مند فرما ،ہم کو اس کا اطاعت گذار قرار دے اس کی رضا کے سلسلہ میں کوشش کرنے والا قرار دے اس کی مدد اور دفاع کرنے کے سلسلہ میں آمادہ کردے''

نیز زیارت امام صاحب الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی زیارت میں پڑھتے ہے: (اللّٰھم انجزلولیک ماوعدتہ،اللّٰھم اظھرکلمتہ واعل دعوتہ وانصرہ علی عدوہ وعدوک،اللّٰھم انصرہ نصراعزیزاً،وافتح لہ فتحایسیراً،اللّٰھم واعزّبہ الدین بعدالخمول،واطلع بہ الحق بعدالافول،واجل بہ الظلمۃ،واکشف بہ الغمۃ، وآمن بہ البلادواھدبہ العباد،اللّٰھم املأبہ الارض عدلاًوقسطاًکماملئت ظلماًوجوراً) ''خدایا!جس کا تونے وعدہ کیا ہے اسے اپنے نبی کیلئے پورا کردے خدایا!اس کے کلمہ کو ظاہر کر دے اور اس کی دعوت کی آواز کو بلند کر اور اس کے اور اپنے دشمن کے مقابلہ میں اس کی مدد فرما ۔

خدایا !اس کی غلبہ عطا کرنے والی مدد سے مدد کر اور اس کو آسانی سے مکمل فتح عطا کر خدایا!اس کے ذریعہ سے گمنامی کے بعد دین کو غلبہ عطا کر اور اس کے ذریعہ حق کو ڈوبنے کے بعد طالع کر اور اس کے ذریعہ سے ظلمت کو نورانیت عطا کر اور اس کے ذریعہ مشکلات کو دور فرمااور خدایا اس کے ذریعہ شہروں کوامن عطا کر اور بندوں کی ہدایت کر خدایا اس کے ذریعہ زمین کو عدل و انصاف سے بھردے جبکہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو''

انتقام اور خون خواہی کیلئے دعا

''انتقام ''اور انتقام کیلئے دعا مانگنا موقف کا جزء ہے حضرت ابراہیم ،بلکہ حضرت نوح ،سے لیکر آج تک خاندان توحید کا ایک ہی موقف ہے ۔ان کا راستہ اور ان کی غرض وغایت ومقصد ایک ہے اور یہ موقف حضرت ابراہیم سے لیکر امام مہدی کے ظہور تک اس طرح باقی رہے گا تا کہ خداوندعالم ان کے ذریعہ اس خون واشک کے فتوحات ،اور مشکلات کی راہ میں ان کو فتح ونصرت عطا کرے اور خدا ان لوگوں سے جنھوں نے ان کو شہید کیا ،ان پر ظلم وستم کیا اس راستہ میں ظلم وستم کرنے والوں کی قیادت کی ،ان کے رہبر ،ان کی نسل اور جنھوں نے اللہ کے دین سے روکا ان سے انتقام لے ۔اس خاندان پر سب سے زیادہ ظلم وستم ،مصائب پیاس قتل وغارت کربلا کے میدان میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب پر ڈھائے گئے ۔ہم خداوند قدوس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو ان لوگوں سے انتقام لینے والوں میں سے قرار دے جنھوں نے ظلم وستم ڈھائے ،اس روش پر برقرار رہے ،ان کی اتباع کی اور جو ان کے اس فعل پر راضی رہے ۔

(اللّھم واجعلنا من الطالبین بثأرہ مع امام عدل تعزّبہ الاسلام وأھلہ یارب العالمین) ''خدایا !ہم کوامام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے والوں میں امام عادل (امام زمانہ) کے ساتھ قرار دے جس کے ذریعہ تو اسلام اور اہل اسلام کو عزت دے گا اے عالمین کے پروردگار ''ا ۔رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کیلئے دعا ان پر درود اور خداوند عالم کی جانب سے ان کیلئے طلب رحمت: (اللّھم صلّ علی محمدوآلہ صلوات تجزل لھم بھامن نحلک و کرامتک،وتکمل لھم الاشیاء من عطایاک ونوافلک،وتوفّر علیھم الحظ من عوائدک وفوائدک) ''خدایا !محمد وآل محمد پر ایسے درود بھیج جس کے ذریعہ تو ان کیلئے اپنی بزرگواری اور کرم کو وافر مقدار میں ان کو عطا کر اور ان کیلئے اپنی بخششیں کامل کر اور ان پر بکثرت اپنی نعمتیں نازل فرما '' (اللّھم صلّ علی محمدوبارک علی محمد وآل محمد،کأفضل ماصلّیت وبارکت وترحمت و تحنّنت وسلّمت علی ابراھیم وآل ابراھیم) ''خدایا محمد اور آل محمد پر

درود بھیج اور محمد وآل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح کہ تو نے صلوات و برکت ورحمت،مہربانی اور سلام ابراہیم اور آل ابراہیم پر قرار دیا ہے،

۲۔رسول کیلئے دعا :رسول اور اہل بیت علیہم السلام کے سلسلہ میں یہ دعا خدا ان کو اپنے بندوں کیلئے اپنی رحمت تک پہنچنے کا ذریعہ اور شفیع قرار دے اور رسول خدا ﷺ کی زیارت میں آیا ہے: (اللّھم اعط محمداً الوسیلتوالشرف والفضیلتوالمنزلتالکریمتا للّھم اعط محمداًاشرف المقام وحباء السلام وشفاعتالاسلام،اللّھم الحقنابہ غیر خزایاولاناکثین ولانادمین)''خدایا !محمد کو وسیلہ ،شرف اور فضیلت اور کریم منزلت عطا فرما خدایا تو محمد کو بہترین مقام اور سلام کا تحفہ اور شفاعت اسلام عطا کر خدایا ہم کو ان سے اس طرح ملا کہ نہ رسوا وذلیل ہوں نہ عہد کے توڑنے والے اور نہ شرمندہ ہوں'' اور رسول خدا ﷺ کی زیارت میں آیا ہے :(اللّھم واعطہ الدرجتوالوسیلتمن الجنتوابعثہ المقام المحمود یغبطہ بہ الاولون والآخرون)''خدایا !ان کو بلند درجہ عطا کر اور وسیلۂ جنت عطا کر اور ان کو مقام محمود پر مبعوث کر کہ ان پر اولین وآخرین غبطہ کریں''

۳۔رسول خدا ﷺاور ان کے اہل بیت علیہم السلام سے اللہ کے اذن سے توسل کرنا : (فاجعلني اللّھم بمحمدواھل بیتہ عندک وجیھاً فی الدنیاوالآخرۃ،یا رسول اللّٰہاني اتوجہ بک الی اللّٰہربک وربي لیغفرلي ذنوبي ویتقبل مني عملي ویقضي لي حوائجي فکن لي شفیعاً عندربک وربي فنعم المسؤول المولیٰ ربي ونعم الشفیع أنت یا محمد علیک وعلی أھل بیتک السلام)''بار الٰہا پس مجھ کو محمد اور ان کے اہل بیت کے نزدیک دنیا اور آخرت میں سرخرو قرار دے یا رسول اللہ بیشک میں آپ کے اور اپنے پروردگار کی طرف آپ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میرے گناہ بخش دے اور مجھ سے میرا عمل قبول کرے اور میری حاجتیں پوری کرے ،لہٰذا آپ اپنے اور میرے پروردگار کے نزدیک میرے شفیع ہو جائیے کیونکہ پرور دگار بہت اچھا آقا اور سوال کرنے کے لائق ہے اور اے محمد!آپ بہترین شفیع ہیں آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر درود وسلام ہو ۔

زیارت ائمۂ اہل بقیع علیہم السلام میں آیا ہے: (وھذا مقام مَن اسرف وأخطأ واستکان،وأقر بما جنیٰ،ورجیٰ بمقامہ الخلاص۔فکونوالی شفعاء فقد وفدت الیکم اذ رغب عنکم أھل الدنیا واتخذوا آیات اللّٰہ ھزواًواستکبروا عنھا) ''آپ کے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس نے زیادتی کی ہے غلطی کی ہے مسکین ہے، اپنے گناہوں کا معترف ہے اور اب نجات کا امیدوار ہے۔آپ اہل بیت اس کی بارگاہ میں میرے شفیع بن جائیں کہ میں آپ کی بارگاہ میں اس وقت آیا ہوں جب اہل دنیا آپ سے کنارہ کش ہوگئے اور انھوں نے آیات خدا کا مذاق اڑایا ہے'' رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ علیہ السلام کی زیارت میں آیا ہے:(اتیتک من شقۃ تطلب فکاک رقبتي من النار وقد أوقرت ظھري ذنوبي وآتیت ما اسخط ربي ولم أجد أحداً افزع الیہ خیراًلي منکم أھل بیت الرحمۃ فکن لي شفیعاً) ''میں بہت دور سے آیا ہوں میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ میری گردن کو جہنم سے آزاد کر دے کہ گناہوں نے میری کمر توڑ دی ہے اور میں نے وہ کام کئے ہیں جنھوں نے میرے خدا کو ناراض کردیا ہے اوراب کوئی نہیں ہے جس کے سامنے فریاد کروں یاآپ سے بہتر ہوآپ اہل بیت رحمت ہیں لہٰذا روز فقر و فاقہ میری شفاعت فرمائیں''

۴۔اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب اہل بیت علیہم السلام کی ہمنشینی قیامت میں ان کی ہمسائیگی اور دنیا میں ان کی ہدایت اور ان کے راستہ پر ثابت قدمی کا سوال کرکے متوجہ ہونااور یہ کہ ہم دنیا میں انھیں کی طرح زندہ رہیں اور ہم کو انھیں کی طرح موت آئے اور ہم آخرت میں اُن ہی کے گروہ بلکہ ان ہی کے ساتھ محشور کئے جائیں جیسے اللہ نے مجھے دنیا میں ان کی ہدایت اور ان سے محبت کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں وارد ہوا ہے:(اللّھم وأعوذ بکرم وجھک أن تقیمني مقام الخزي والذّل یوم تھتک فیہ الأستار وتبدو فیہ الأسرار،وترعد فیہ الفرائص ویوم الحسرۃ والندامۃ،یوم الآفکۃ،یوم الآزفۃ،یوم التغابن،یوم الفصل،یوم الجزاء،یوماًکان مقدارہ خمسین الف سنۃ،یوم النفخۃ،یوم ترجف الراجفۃ،تتبعھا الرادفۃ،یوم النشر،یوم العرض، یوم یقوم الناس لرب العالمین،یوم یفرّالمرء من اخیہ وامّہ وأبیہ وصاحبتہ وبنیہ،یوم تشقق الارض واکناف السماء،یوم تأتي کلّ نفس تجادل عن نفسھا،یوم یُردون الی اللّٰہ فینبئھم بما عملوا،یوم لایغني مولیً عن مولیً) ''اور میں تیری کریم ذات کی پناہ میں آیا ہوں کہ تو مجھ کو ذلت و رسوائی کی منزل میں کھڑا نہ

کرنااس دن جس دن تمام پردے چاک ہو جائیں گے اور تمام راز ظاہر ہو جائیں گے اور بندبند کانپیں گے اور وہ دن حسرت و ندامت کا دن ہوگاوہ دن برائیوں کے کھل جانے کااور انسان کے خسارہ کا دن ہوگا ،جس دن فیصلہ بھی ہوگا اور جزاء بھی دی جائیگی جو دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، جب صور پھونکا جائیگا جب زمین لرزجائے گی اور اسے مسلسل جھٹکے لگیں،نا مۂ اعمال نشر ہوگا ،معاملات پیش ہوں گےاور بندے رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے،جب ہر شخص اپنے بھائی ،ماں ،باپ،بیوی اور بچوں سے بھاگ رہا ہوگا زمین شق ہو جائے گی آسمان پھٹ جائیگااور ہر شخص اپنے سے دفاع کرنے کی کوشش کریگا تمام لوگ اللہ کی بارگاہ میں پلٹادئے جائیں گے تو اور وہ لوگوں کوان کے اعمال سے با خبر کریگا جب کوئی دوست کسی کے کام نہ آئے گا ''

اور اس کے بعد قیامت کے خوفناک دن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کے اولیاء کی مصاحبت طلب کرنا :(اللھم ارحم موقفي في ذلک الیوم ولاتخزني في ذلک الموقف بما جنیت علی نفسي،واجعل یارب في ذلک الیوم مع اولئک منطلقي وفي زمرة محمد أھل بیتہ محشري واجعل حوضہ موردي۔ واعطني کتابي بیمیني) ''خدایا !اس دن کے موقف میں مجھ پر رحم کرناآج کے اس موقف کے طفیل میں تومجھے اس موقف میں رسوا نہ کرناان زیادتیوں کی بنا پرجو میں نے اپنے اوپر کی ہیں اور اے خدا اس دن مجھے اور میری منزل کو اپنے اولیاء کے ساتھ قرار دینا اورمجھے اپنے پیغمبر اور اہل بیت کے زمرہ میں محشور کرناان کے حوض کوثرپر وارد کرنا ۔

اور نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دینا '' زیارت حضرت ابو الفضل العباس میں آیا ہے: (فجمع اللّٰہ بیننا وبینک وبین رسولہ واولیاۂ) ''اللہ ہمیں اور آپ کو اپنے رسول اور اولیاء کے ساتھ بلند ترین منزل میں قراردے بعض زیارات کی نصوص میں وارد ہوا ہے: (وثبت لي قدم صدق مع الحسین واصحاب الحسین الذین بذلوا مھجھم دون الحسین) ''خدایا !مجھے روز قیامت ثبات قدم دینا حسین اور اصحاب حسین کے ساتھ جنھوں نے تیرے حسین ؑکے سامنے اپنی جانیں قربان کر دی ہیں ''

زیارت عاشوراء کے بعد دعاء علقمہ میں آیا ہے: (اللھم احیني حیاۃ محمد وذریۃ محمدوامتني مماتھم وتوفني علی ملّتھم واحشرني في زمرتھم ولاتفرّق بیني وبینھم طرفۃعین ابداًفي الدنیا والآخرہ) ''خدایا !مجھ کو محمد اور ان کی ذریت کی حیات اور انھیں کی موت عطا فرما انھیں کی ملت

پراٹھانا اور انھیں کے زمرہ میں محشور کرنا اور میرے اور ان کے درمیان دنیا اور آخرت میں ایک لحظہ کی جدا ئی نہ ہونے دینا ''

زیارت عاشوراغیر معروفہ میں آیا ہے: (اللّھم فصلِّ علیٰ محمدوآل محمد واجعل محیايَ محیاھم ومماتي مماتھم،ولاتفرّق بیني وبینھم في الدنیاوالآخرۃانّک سمیع الدعاء) ''خدایا !محمد آور آل محمد پر رحمت نازل فرمااور میری زندگی کو ان کی جیسی زندگی اور میری موت کو ان کی جیسی موت بنا دے اور میرے اور ان کے درمیان دنیا اور آخرت میں جدا ئی نہ ہونے دینا تو دعاؤں کا سننے والا ہے ''

زیارت جا معہ میں آیا ہے: (فثبّتني اللّٰہ ابداًما حییت علی موالاتکم و محبّتکم و،وفّقني لطاعتکم،و رزقني شفاعتکم وجعلني من خیار موالیکم التابعین لما دعوتم الیہ وجعلني ممن یقتص آثارکم ویسلک ویھتدي بھداکم و یحشرفي زمرتکم،ویکرّفیر جعتکم ویملّک في دولتکم،ویشرف في عافیتکم ویمکن في ایامکم وتقرّعینہ غداً برؤیتکم) ۔ ''اللہ مجھے تا حیات آپ کی محبت آپ کی موالات اور آپ کے دین پرثابت رکھے آپ کی اطاعت کی تو فیق دے آپ کی شفاعت نصیب کرے اور آپ کے بہترین غلاموں میں،آپ کی دعوت کااتباع کرنے والوں میں قرار دے اور ان میں قرار دے جوآپ کے آثارکا اتباع کریں اور آپ کے راستہ پر چلیں،آپ سے ہدایت حاصل کریں اور قیامت میں آپ کے ساتھ محشور ہوں،آپ کی رجعت میں واپس ہوں،آپ کی حکومت میں حاکم بنیں اورآپ کی عافیت کا شرف حاصل کریں اور آپ کے زمانہ میں اختیار حاصل کریں''

زیارت حضرت ابوالفضل العباس،میں آیا ہے: (فجمع اللّٰہ بیننا وبینک وبین رسولہ واولیاۂ في منازل المخبتین) ''اللہ ہمیں اور آپ کو درمیان اپنے رسول اور اولیاء کے ساتھ بلند ترین منزل میں قراردے 'اس طرح زیارت کرنے والے اور زیارت کئے جانے والے شخص کے درمیان رابطہ کامل ہو جاتا ہے یہ دو طرفہ رابطہ ہے جس میں دعا اور زائر کی جانب سے زیارت کی جانے والی ہستی پر درودوسلام،اس میں خدا وند عالم سے دعا ہے کہ زیارت کئے جانے والی ہستی کی شفاعت اور قیامت میں اس کی ہمنشینی حاصل ہو یہاں زائر اور جس کی زیارت کی جائے دونوں کے مابین رابط خدا ہے اسی لئے وہ ابتداء اور انتہاء دونوں ہی میں توجہ کا مرکز ہے ۔